



منبع الانساب

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جاتی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

[علامہ جامی قدس سرہ]

تصنیف

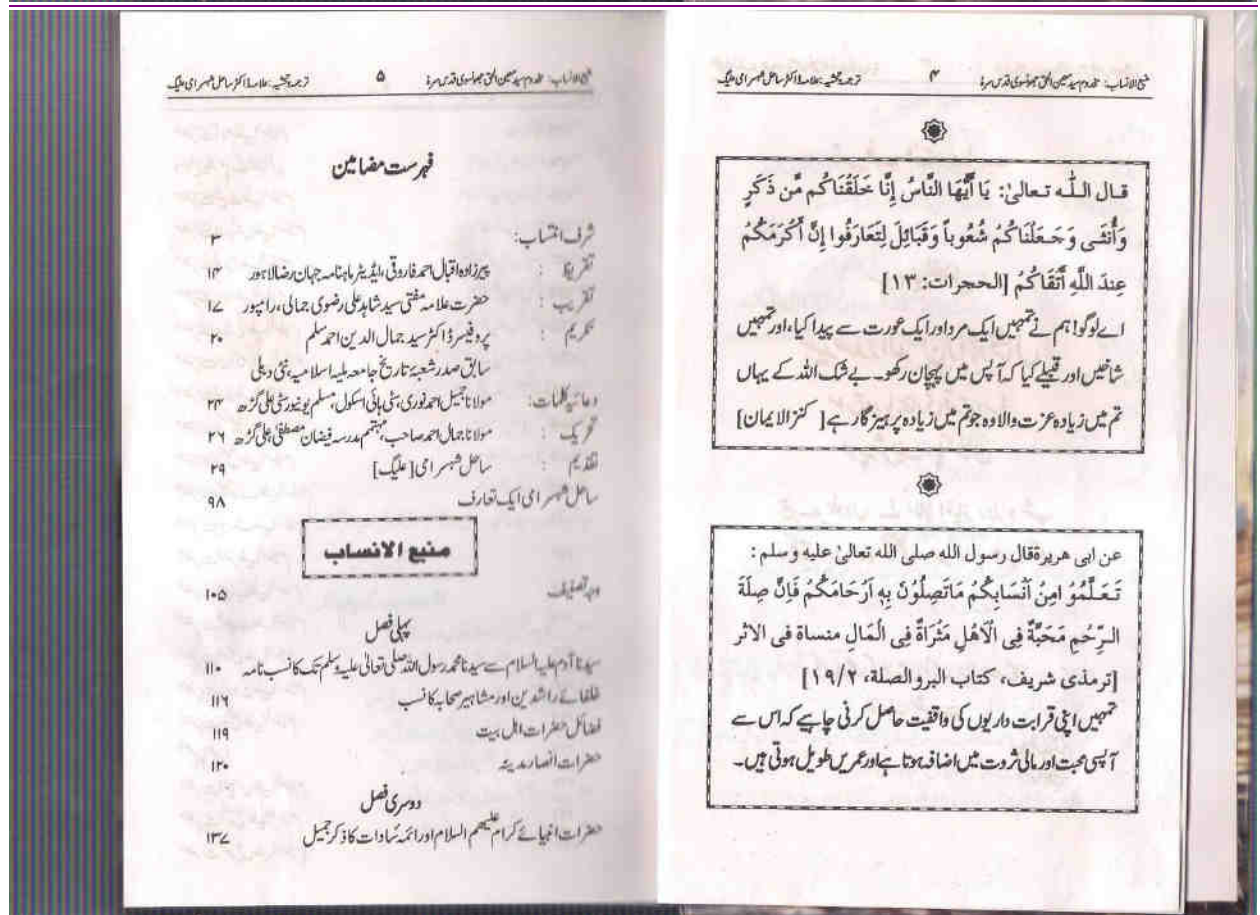
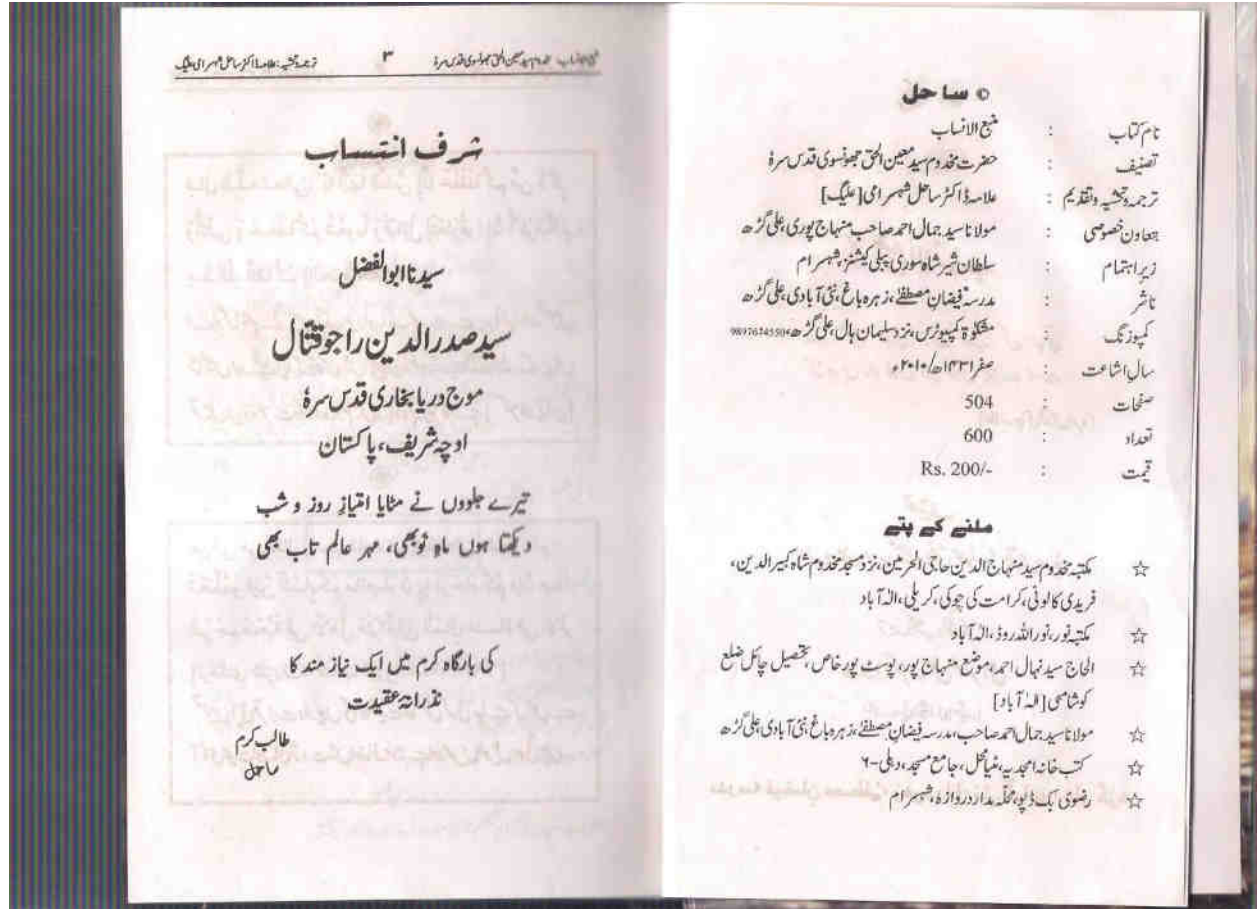
حضرت مخدوم سید معین الحق جھونسوی قدس سرہ

ترجمہ و تفسیر و تقدیم

علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی

ایم اے، پی ایچ ڈی [علیگ]

مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ، زہرہ باغ، نئی آبادی، علی گڑھ



۱۳۹	حضرت آدم علیہ السلام
۱۴۰	دوسری حجرت کے فضائل
۱۴۷	حضرت شیخ علیہ السلام
۱۴۹	حضرت ادریس علیہ السلام
۱۵۳	حضرت نوح علیہ السلام
۱۵۹	حضرت ہود علیہ السلام
۱۶۵	حضرت صالح علیہ السلام
۱۶۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام
۱۷۸	حضرت لوط علیہ السلام
۱۷۹	حضرت اسماعیل علیہ السلام
۱۷۹	حضرت اسحاق علیہ السلام
۱۸۱	حضرت یعقوب علیہ السلام
۱۸۱	حضرت یوسف علیہ السلام
۱۹۴	حضرت خضر علیہ السلام
۱۹۵	حضرت ایوب علیہ السلام
۱۹۹	حضرت شعیب علیہ السلام
۲۰۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام
۲۰۲	حضرت ہارون علیہ السلام
۲۱۶	حضرت یونس علیہ السلام
۲۱۶	پانچواں باب
۲۲۰	حضرت الیاس علیہ السلام
۲۲۱	حضرت ایلیش علیہ السلام
۲۲۲	حضرت شیول علیہ السلام

۲۲۲	حضرت طالوت
۲۲۷	حضرت داؤد علیہ السلام
۲۳۶	حضرت سلیمان علیہ السلام
۲۴۰	حضرت زکریا علیہ السلام
۲۴۱	حضرت اقبال علیہ السلام
۲۴۳	حضرت یونس علیہ السلام
۲۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۲۵۰	پندرہویں باب
۲۵۱	حضرت داؤد علیہ السلام
۲۵۸	حضرت زکریا علیہ السلام
۲۵۸	حضرت یونس علیہ السلام
۲۶۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۲۶۹	نام اہل بیت علیہم السلام

تیسری فصل

اہل بیات کے بیان میں

۲۸۰	حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
۲۸۳	حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۰	حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۱	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۳	حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۳	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۵	حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹۶	حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۹	حضرت امام جوادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۰۰	حضرت سید علی ہادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۰۱	حضرت سید حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۰۲	حضرت امام مہدی

چوتھی فصل

نسب نامہ سادات کے بیان میں

۳۱۱	حضرت سید جعفر بن امام علی نقی
۳۱۲	حضرت سید اسماعیل بن سید جعفر
۳۱۲	حضرت سید عقیل بن سید اسماعیل
۳۱۳	حضرت سید اشرف
۳۱۳	حضرت سید محمد شریف
۳۱۳	حضرت سید اکرم
۳۱۳	حضرت سید منصور
۳۱۴	حضرت سید امجد
۳۱۴	حضرت سید احمد

خانوادہ ہشعجان ملت

۳۱۵	حضرت سید خالد
۳۱۵	حضرت میر سید محمد کی بھوکری
۳۱۶	حضرت سید محمد بدر الدین
۳۱۷	حضرت سید محمد صدر الدین
۳۱۷	حضرت سید بدر الدین بدر عالم

۳۱۸	حضرت سید شہباز ملت
۳۱۹	حضرت محمد و شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین
۳۲۶	حضرت محمد و سید تقی الدین
۳۳۷	سادات ملکاری
۳۳۸	محمد و شاہ حسام الدین مکی دہلی
۳۴۰	محمد و شاہ محمد عتیقی جوئی دہلی
۳۴۶	شاہ سادات و مشائخ کے نسب نامے
۳۴۶	سلطان الہند سید معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۴۶	شاہ قلب الدین نقیہ کار کاکی
۳۴۷	حضرت سید ابو جعفر امیر مہراہی
۳۴۸	سادات شیشاپوری
۳۴۸	حضرت میر سید علاء الدین کتوری
۳۴۹	سادات مقلوی
۳۴۹	حضرت شاہ غنی الدین
۳۴۹	حضرت شاہ نعمت اللہ دہلی
۳۵۰	سادات ڈھیبہ
۳۵۰	حضرت میر سید سوز و صاحب بخش
۳۵۲	حضرت میر سید معز الدین
۳۵۲	سادات ڈھیبہ
۳۵۲	حضرت شیخ تاج الدین
۳۵۵	سادات دروہی
۳۵۵	حضرت میر سید سلونی
۳۵۶	حضرت میر سید محمد استقبانی

۳۵۶	حضرت سید حامد خان بٹواری
۳۵۶	حضرت میر سید شہاب الدین گرویزی
۳۵۸	حضرت میر سید علاء الدین بٹواری
۳۵۹	حضرت میر ابو البرکات
۳۵۹	حضرت شیخ شرف الدین یثلی کلندر
۳۶۰	حضرت میر سید محمد حقانی
۳۶۲	حضرت میر سید محمد معروف بہ خواجہ بندہ گیسو راز
۳۶۲	حضرت میر سید علی ہمدانی
۳۶۳	علوی حضرات
۳۶۶	سادات ترقی
۳۶۶	حضرت میر سید احمد تھتہ
۳۶۷	حضرت میر سید کمال ترقی
۳۶۷	حضرت میر سید عبدالحکیم ترقی
۳۶۷	حضرت تھرم شاہ احمد عبدالحق
۳۶۸	حضرت سید محمد کرمانی
۳۶۸	حضرت سید محمد جعفر حسینی
۳۶۹	حضرت سید یوسف بن سید جمال حسینی
۳۶۹	حضرت شاہداد علی بن علی بن علی
۳۷۰	حضرت میر شمس الدین طاہر
۳۷۱	حضرت میر سید سلطان بہرائچی
۳۷۱	حضرت میر سید ابراہیم ابرہی
۳۷۱	حضرت سید رفیع الدین
۳۷۱	حضرت میر سید مسعود عرف شاہ سیدو

۳۷۳	سادات پارک پور
۳۷۳	حضرت میر صدر جہاں جو پوری
۳۷۵	حضرت میر سید بایزید
۳۷۵	سادات ناظرہ
۳۷۵	حضرت خواجہ تقی الدین نوح
۳۷۵	حضرت مولانا تقی الدین اودھی
۳۷۶	حضرت شیخ تقی مرید شیخ شہاب الدین زاہد
۳۷۷	شیخ تقی انصاری
۳۷۷	حضرت شاہ عاتق ابدال نقوی
۳۷۷	حضرت شیخ تقی عرف شیخ مسیح کلینی
۳۷۷	حضرت شیخ نظام الدین قلی برو
۳۷۸	سادات مہراں لوہاں
۳۷۸	حضرت سید ابوالیاس حسینی
۳۷۹	حضرت سید آدم چاں باز
۳۸۱	حضرت میر سید تاج الدین
۳۸۱	حضرت تھرم شاہ زین الدین
۳۸۱	حضرت سید شیخ نعم الدین ابراہیم
۳۸۲	حضرت تھرم شاہ سید شہناج الدین حاکم الحرمین
۳۸۳	حضرت سید خان / سید چندا
۳۸۳	حضرت شیخ نظام الدین چوہری
۳۸۳	حضرت شیخ نعمان خوری
۳۸۳	حضرت شیخ معین الدین
۳۸۵	مشارک انجمنی

۳۸۵	حضرت تھرم شاہ حاکم
۳۸۶	حضرت شیخ نظام الدین عرف بندگی میاں
۳۸۶	حضرت میر سید عبدالوہاب چشتی
۳۸۶	سادات وردی پور
۳۸۶	حضرت سید شاہ محمد فرحت گوایاری
۳۸۶	حضرت میر سید بایزید
یا چھوٹے فصل:	
چاروں سلاسل طریقت کے مشائخ اور چودہ خانوہ طریقت اور ان سے لگی ہوئی شاخوں کا تعارف	
۳۹۵	خانوادہ قادریہ
۳۹۶	حضرت شیخ ابوبکر شیلی
۳۹۸	حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تھمی
۳۹۸	حضرت خواجہ عبدالواحد بن عبدالعزیز تھمی
۳۹۸	حضرت شیخ ابوالفرح طوطی
۳۹۹	حضرت شیخ ابوالحسن بکاری
۳۹۹	حضرت خواجہ ابوسید مبارک بخزوی
۴۰۰	حضرت شیخ حماد تھاس
۴۰۳	حضرت فرحت اللہ بن محبوب بھائی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۲۶	شہزادگان برکار فرحت اعظم
۴۳۵	خانوادہ سہروردیہ
۴۳۷	حضرت شیخ معروف کرخی
۴۳۹	حضرت شیخ سری قسطلی

۴۳۹	حضرت شیخ شہید بغدادی
۴۴۳	حضرت شیخ مسعود بخاری
۴۴۳	حضرت شیخ احمد اسود بخاری
۴۴۳	حضرت شیخ محمد عسوی
۴۴۳	حضرت شاہ زونیم بغدادی
۴۴۵	حضرت شیخ عبداللہ بن حقیف
۴۴۵	حضرت شیخ ابوالعباس نہادندی
۴۴۶	حضرت شیخ انبی زنجانی
۴۴۶	حضرت شیخ ابیہ الدین عمر
۴۴۶	حضرت شیخ شہاب الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی
۴۴۷	حضرت شیخ الشیخ شہاب الدین عمر سہروردی
۴۴۹	حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی
۴۵۱	حضرت شیخ عبداللہ بن عارف
۴۵۱	حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح
۴۵۲	حضرت شیخ نعم الدین ابراہیم
۴۵۲	حضرت شاہ شہناج الدین حاکم الحرمین
۴۵۳	حضرت تھرم شاہ شہناج ملت
۴۵۳	حضرت تھرم شاہ تقی الدین
ساتویں فصل	
۴۵۹	الکلام اسب نامے
۴۶۹	الکتابیات

فیاض الدین احمد کی اولاد کراچی اور حیدرآباد سندھ میں سکونت پذیر ہے۔ حضرت سید محمد ہاشم امگری قدس سرہ کے دادا کے پردادا حضرت سید محمد عثمان قدس سرہ نے خواب میں اپنے چچا علی حضرت عوث الاعظم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اسے فرزند بنو! تو چاہے ملک فاس کو جو عرب میں مشرب کی جانب ہے۔ بعد ازاں ملک فاس کی امارت آپ کے خاندان میں منتقل ہوئی اور جب حضرت سید محمد ہاشم امگری کی پاری آئی تو وہ فاضل تاجدار عالمگیر کے دور میں تحت دہانچ چھوڑ کر ہندوستان آگئے۔ جلیسر ضلع ایڈ میں سکونت اختیار کی۔ بعد ازاں کثیر منتقل ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۲۷۰ھ شوال ۱۱۳۵ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار سرنگر کثیر میں شایمار باغ کی شاہی دیوار کے نیچے ہے۔ آپ کی اولاد جلیسر ہی میں آباد رہی۔ میرے والد محترم حضرت سید احمد الدین احمد کی پیدائش بھی جلیسر ہی کی تھی۔ دادا حضرت سکندر راہ منتقل ہو گئے تھے۔ تقسیم کے بعد پورا خاندان پاکستان منتقل ہو گیا۔ البتہ میں اپنی بڑی بہن شہیرہ کے ساتھ اپنے عہد پورا (مارہرہ شریف) میں پرورش پاتا رہا، بالآخر ہمارا وطن مارہرہ ہوا۔

بنداد سے فاس اور پھر ہندوستان ہجرتوں کا یہ سفر تاتا ہے کہ انسان کرۂ ارض پر گھس بھی جا سکتا ہے اور کسی بھی مقام کو اپنا وطن بنا سکتا ہے۔ اس سفر میں ماحولیاتی اثرات کے تحت فسلوں میں تبدیلیاں بھی آتی رہتی ہیں۔ لیکن بعض بنیادی خصوصیات نسل در نسل چلتی رہتی ہیں۔ یہ تجربے اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدمۂ اور فضل میں ہمیں راہ مستقیم پر گامزن رکھے اور سادات کرام کے جو بقیات ہیں وہ فرمائیں، فقر کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ وہ ایسے نہیں کہ انہیں دیکھ کر لوگوں کو ان کے اعلیٰ روحانی رتبوں پر فائز رہوں کی یاد آئے۔ آمین!

بشاہ اللہ ہمارے محبت برادر عزیز مولانا سید جمال احمد، امام و خطیب مصطفیٰ جامع مسجد (علی گڑھ) ایسی ہی فرخوس، مہربان و مشفق شخصیت کے مالک ہیں جن کی گفتگوں کر، جن کی نیک عملی کو دیکھ کر ان کے صحیح المنہب ہونے کی سند ملتی ہے۔ بشاہ

اللہ ان کی خوشبو سے یہ بستی معمور ہے، حضرت مولانا صاحب حضرت محمد جہانیاں جہاں گشت رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے برادر صغیر حضرت سیدنا صدر الدین راجہ قتل قدس سرہ سے جا کر ملتا ہے اور حضرت صاحب تعریف کے بیٹے خانے کے محترم بیٹے زادے ہیں۔ اور آگے جا کر وہ ان کے یکہ جدی بھی ہو جاتے ہیں۔ میری بیوی جہانیاں محترمہ از وہ کالج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ بھی انتہائی سادات میں سے تھیں۔ یہ صغیر میں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری حضرت سید علی تردی، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت قطب عالم اور حضرت شاہ عالم قدس سرہ سادات کرام ہماری بیوی محترمہ کے وہ اجداد ہیں جن کو میں فاتحہ خوانی کے بعد نام بہ نام ایصال تو اب کرتا ہوں۔ مولانا سید جمال احمد صاحب کی طرف دل کیوں راضی رہتا ہے، اس کا عقیدہ اب نکلا کہ ان سے تو سب تعلق ہے، ایک تو بیوی محترمہ کے دیکھنے سے جو میری تانی (میری والدہ محترمہ کی ممانی) تھیں اور دوسرے یہ کہ مجھے میرے خال محترم سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ قدس سرہ نے مطلع کیا کہ انہوں نے احمد آباد میں حضرت شاہ عالم قدس سرہ کے خاندان میں ایک شجرہ دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ میری ایک جدہ اسی خاندان سے تھیں۔ واللہ اعلم

بات مختصر لکھی تھی لیکن بات میں سے بات نکلتی گئی۔ امید ہے انساب کا علم دلوں کو جوڑنے، انسانی رشتوں کو مشبوط کرنے میں کام آئے گا۔

طالب دعا
سید جمال الدین محمد اعظم
خانقاہ برکات، مارہرہ شریف
تاریخ: ۲۱ صفر ۱۴۳۱ھ مطابق
۲۶ فروری ۲۰۱۰ء۔
jdinlam@yahoo.com

دعائیہ کلمات

مولانا جمیل احمد لوری
مٹی ہائی اسکول، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

قاری زبان و ادب، اسلامی شخصیات کے تذکرہوں سے بالاناہل سمندر ہے۔ شیخ الانساب اسی بجز بے کناری ایک موج گہریز ہے جس میں مصنف علام نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اور حضرت عوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت شعبان ملت اور مخدوم شاہ تقی رحمۃ اللہ علیہ تک اور عرب سے لے کر غم تک بالخصوص ہندو سندھ کے سادات گھرانوں کا خصوصی اور اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت عوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف کے چچا علی حضرت مخدوم شعبان ملت رحمۃ اللہ علیہ کا قدرے مفصل اور جامع ذکر ملتا ہے۔ حضرت مصنف نے بہت سلیس رواں اور سادہ اسلوب بیان اختیار کیا ہے۔ شاعری کے جو نمونے اس میں درج ہیں، اس سے بھی مصنف علام کی قاری ادب پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تقریباً چھ سو سال پرانے اس نادر و نایاب جواہر پارے کو جو جھوٹے کی شکل میں مختلف ذہنی کتب خانوں میں روپوش تھا، اردو دلیاس دے کر منظر عام پر لانے کا سہرا مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل ضمیر امی زید مجدہ کے سر جاتا ہے۔

مفتی صاحب نے بہت سلیس، با محاورہ اور رواں دواں زبان میں اس عظیم کتاب کا شاندار ترجمہ کیا ہے۔ اس پر بہت محققانہ اور عالمانہ طرز کا گرفتار نقد حاشیہ بھی رقم کیا ہے جس سے اس کتاب کی افادیت دو چہرہ ہو گئی ہے۔

مفتی ارشاد احمد رضوی صاحب، اہل سنت کے جوان سال فاضل ہیں۔ تاریخ التعمیر ہونے کے بعد جامعہ اشرافیہ میں چھ سال اساتذہ اور مفتی رہے، پھر امین مدرسہ، پھر سید محمد امین قادری دام ظلہ کی طلب پر علی گڑھ آگئے۔ مطالعہ اور تصنیف کا شوق رکھتے ہیں۔ ماشاء اللہ! اس مختصر عمر میں ۳۵ کتابیں تصنیف، تدوین اور ترجمہ کر چکے ہیں۔ مولانا سید جمال احمد صاحب مقیم مدرسہ فیضان مصطفیٰ نے جب شیخ الانساب ترجمہ کے لیے مفتی صاحب کے حوالے کی تو میں نے اسی وقت سید صاحب سے کہا تھا، حق بخندہ از رسید۔ آپ نے بہت مناسب فرمودہ یہ ذمہ داری سپرد کی ہے۔ اللہ اللہ! مفتی صاحب نے حق ذمہ داری خوب ادا کیا۔

مفتی صاحب کا اصرار تھا، اس لیے یہ چند جملے لکھ دینے۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ پاک، تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدمۂ میں مفتی صاحب کو بصحت و عافیت کے ساتھ عمر طویل دے، زیادہ سے زیادہ اپنی رضا کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور جملہ اہل سنت کے لیے ان کے علم و فضل کو منیہ و کار کرے، آمین آمین یا رب العالمین بجاو حنیہ و نہیہ فاتحہ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور غوث الاعظم ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم۔

جمیل احمد لوری

تحریک

مولانا سید جمال احمد
مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ، علی گڑھ

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

وعلى آله وصحبه اجمعين امان بعد

انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ اہل بیت اور بزرگان امت کا تذکرہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ عند ذکری الصالحین تنزل الرحمة بزرگوں کا مشہور قول ہے۔ شیخ الانساب شریف میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ میں نے یہی سعادت حاصل کی ہے اور اس کتاب کے مترجم اور بھی مولانا اکبر ارشاد احمد رضوی ساحل ہاشمی صاحب زید مجتہد نے اس کتاب کو اردو زبان میں ڈھال کر اس کا اردو انبار سعادت میں خود کو بھی شامل کر لیا ہے۔

خاندان کے بزرگوں کی زبانی شیخ الانساب شریف کا چرچا بارہا سنا لیکن اس کی زیارت سے محروم تھا۔ اس کتاب کی اہمیت اور قدر و قیمت بار بار ذہن و دماغ کو اس کے حصول کی طرف متوجہ کرتی تھی۔ ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے کہ مولانا اکبر ارشاد احمد ساحل ہاشمی صاحب سے دوران گفتگو خاندانی بزرگوں کے علمی و فنی کی بات نقل آئی تو انہوں نے خود ہمارے اکابر کے علمی و فنی پر کام کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اب تو میرا شوق تیز ہو گیا اور بڑھ گیا۔ الہ آباد کے ایک سفر میں حضور آفتاب الہ آباد حضرت مولانا سید فیضان اللہ قادری صاحب، زید مجتہد کی تعریف ”آفتاب الہ آباد“

وہاں ہوئی۔ اس کے ماخذ کی فہرست میں شیخ الانساب کا نام دیکھا تو فوراً اس کے حصول کے لیے سید صاحب سے رابطہ کیا اور ان کی علم دوستی اور خلوص کی بدولت شیخ الانساب کے قلمی نسخے کی زیر نگرانی حاصل ہو گئی اور میں نے اپنے پاس موجودہ مراثی حادائی کی فوٹو کاپی انہیں پیش کی۔ فقہراہ اللہ احسن الجراء

علی گڑھ آنے کے بعد شیخ الانساب کا یہ نسخہ مولانا اکبر ارشاد صاحب کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے بھی بڑی عقیدت کے ساتھ اسے دیکھا اور ترجمہ کرنے کا وعدہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب عدیم الغرصت انسان ہیں اور کثیر علمی مصروفیات رکھتے ہیں۔ جب کچھ فرصت ملی تو انہوں نے گذشتہ جمادی الآخرہ میں ترجمے کا آغاز کیا اور جب میں اسے مکمل کر لیا۔ اس مختصر مدت میں ترجمے کی تکمیل مولانا صاحب کے علمی تجربے کی روشنی میں ہوئی ہے۔ پھر اس پر بہت وقیع حاشیہ اور تفصیلی مقدمہ بھی انہوں نے تحریر کیا اور مختلف نقشہ جات اور تصاویر کے اضافے سے کتاب کی افادیت اور دلچسپی میں بڑھا دیا گیا۔ یہ ان کی محنت اور عقیدت کی برکتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور دارین میں بہترین جزاء عطا فرمائے اور اپنے پیغمبران بارگاہ کے انعام و اکرام کے کھرنے ان پر بھی اپنا خاص انعام و اکرام فرمائے آمین! شیخ الانساب شریف میں انبیائے کرام، اہل بیت عظام، سادات کرام کی مختلف شاخوں اور سلسلہ قادریہ اور سلسلہ سہروردیہ کے بزرگوں کے اجمالی تذکرے ہیں الہ آباد اور جھنوی شریف کے بزرگوں کا خصوصی اور تھوڑا تفصیلی تذکرہ اس میں موجود ہے۔ ان شاء اللہ اہل علم اس سے خوب خوب فائدہ اٹھائیں گے اور بہت سی نئی معلومات ان کے علم میں آئیں گی۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے اہل خاندان کو اپنے عالی شان خاندان کے تعلق سے مستند روایات اس کتاب کے ذریعہ پڑھنے کو ملیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب مستطاب کو ملا خطہ کرنے کے بعد افراد خاندان میں سے کوئی صاحب ذوق باہت فرود آئے کھڑے ہوں اور مصنف علیہ الرحمۃ کے بعد کی شاخوں کا متصل تذکرہ ترتیب دیں۔

تقدیم

ساحل ہاشمی علیک

قرابت واریوں کے روشن سلسلے کو نسلی سلسلہ کیا جاتا ہے۔ نسل و نسب کا یہ سلسلہ برہانہ اور میں قدرت کی جانب سے ودیعت ہے۔ اس میں انسان کی کوئی خصوصیت نہیں۔ لیکن لفظ نسب صرف انسانوں کے نسلی سلسلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہم سب کے جدِ اعلیٰ سیدنا آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حدیث پاک میں تو شیخ کی تلقین کرتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الانسان بنو آدم و آدم من نوابی (ترمذی، ۱۰۹/۲)

تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم خاک کی پیداوار ہیں۔ جب نسل آدم علیہ السلام تکمیل تو آپسی شناخت برقرار رکھنے اور رابطے میں سہولت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف طبقات اور خاندان میں تقسیم فرمایا۔ ارشاد باری ہے:

يا ايها الناس انا خلقنكم من ذكروا نثى وجعلنكم شعوبا وقبائل ليعرفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم، ان الله علم خبير [الحجرات: ۱۳]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت (عورتوں علیہا السلام) سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آج میں پہچان رکھو۔ سب شہد اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ سب شہد اللہ جانتے والا ترجمہ دار ہے [کنز الایمان]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وهو الذي خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وجنسا وقبلا

[الفرقان: ۵۴]

سید شریف! اگر مولانا اکبر ارشاد احمد رضوی ساحل ہاشمی علیک صاحب کا رطلوس علمی نقادان نہ ہوتا تو ابھی یہ کتاب مستطاب اردو لباس میں منظر عام پر نہیں آسکتی تھی۔ میں شکر یہ ادا کر کے ان کے رطلوس کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔ بس بارگاہ رب اعزت میں دعا کرتا ہوں کہ اسے رب کریم! پاک سبے نیاز اے فضل و کرم سے اپنے محبوب بندوں کی یہ خدمت قبول فرما، حضرت مترجم کو بہترین جزا عطا فرما، ان کے ایمان میں جمل میں، عمر میں، رزق میں، وقت میں خوب خوب برکتیں عطا کر اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرما تا رہ آئین بحاجہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(مولانا) سید جمال احمد

مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ، زہرہ پور، علی گڑھ

تساہل من ابطاء بہ عجلہ بسر جہ نسبه [جو عمل میں مست ہوگا، فضل نسب میں آگے نہ ہوگا کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل و مجبور و مجاہد مشورہ یا شرافت و سیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز نہ آخرت میں اصلاً تابع و باعث اعزاز۔ حاشا ایسا نہیں۔ بلکہ شرعاً مطہر منہ متعدد احکام میں فرق نسب کو محترم اور سلسلہ طہارت و ذریت عاظرہ میں انسلاک، احتساب ضرورت آخرت میں بھی نفع دینے والا ہے۔ کتاب الکناح میں سارا باب کفایت تو خاص اسی اعتباراً تفریق و مزیت پہنچی ہے۔

قبیلہ قریش کی مختلف جہتوں سے احادیث مبارکہ، اقوال ائمہ کی روشنی میں تفصیل پیش کرنے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

”مشاہدہ مشاہد اور ترجمہ گواہ ہے کہ شریف تو میں، بخت تو میں، بخت تو میں دیگر اقوام سے کیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، ہیرہ شچی، تقویٰ، حوصلہ، ہمت، صفائے قریح و غیرہ اکثر اخلاق حمیدہ و مہویہ و مہویہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم و حوا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہوتا جس طرح تفاوت افراد کائناتی نہیں۔ ایک آدمی لاکھ برابر ہوتا ہے، رسوا اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس شعی بخیر من الف مثله الا الانسا نہ۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر و الضیاع فی المختار عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ [المعجم الکبیر - ۲۳۸/۶]

انسان کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے ہم جنس میں سے ہی ایک ہزار سے زیادہ بہتر ہو [یعنی انسانوں میں ایک انسان ایسا بھی ہوتا ہے جو ہزاروں انسان سے

افضل ہوتا ہے۔ ایسی افضلیت کا تناسب کسی اور مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔ ۱۲۔ اس میں [یونہی تفاوت اصناف و اقوام کا منافی نہیں، قریش کی جرات، شجاعت، سخاوت، تقویٰ، ہمت، شجاعت اسلام و جاہلیت دونوں میں شہرہ آفاق رہی ہے اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم، یونہی جاہلیت میں بنی ہاشم حضرت و نہایت سے معروف تھے۔

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیاوی دین و دینوں کی سلطنت یعنی سلطنت ملک و سلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں میں اس حصہ معدوم یا کامعدوم ہے۔ ہم میں جو شریف تو میں تھے اور ہیں، خصوصاً اہل فارس۔ تو صدیق حدیث ہے۔ علم اگر شریا پر آویزاں ہوتا تو ایک مرد فارسی وہاں سے لے آتا۔۔۔۔۔ سیدنا امام العظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فارسی ہونا کیا مضمر خصوصاً اولاد و کسریٰ کہ فارسی کی اعلیٰ نسل شمار ہوتی ہے جو ہزار ہا سال صاحب تاج و تخت رہی اور ان کی تجویز، شریف قوم کے جانے کے منافی نہیں۔ جیسے قریش کہ زمانہ جاہلیت میں ہمت پرست تھے اور بارہ شہرہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔ انہیں فارسیوں میں امام بنا کر بھی ہیں، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں۔“

پھر حضور کی قربت کی عظمتیں، اوصاف، دنیا اور آخرت میں اس نسبت رسالت کی افادیت پھر شہداء، صلحین سے کسی اور غیر کسی تعلق کی دنیا اور آخرت میں افادیت کی افادیت مبارک درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز فرماتے ہیں:

”جب عام صالحین کی صلاح، ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان علی و جعفر عباس و انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ صدیقی و فاروق و عثمانی طوی و عسکری و عباسی و انصار ہیں، کیوں نہ اسے نسب کریم سے دین و دنیا آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر! حضرات علیہ سادات کرام اولاد و اجداد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان و ارفع و اعلیٰ و بلند و بالا ہے۔“

پھر تفصیل اہل بیت مصطفیٰ و جن اہل بیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

”ان خصوص علیہ قرآن عظیم و احادیث نبی کریم علیہ و علی آلہ افضل اصلاً و بالتسليم سے روشن ہوا کہ حدیث مسلم، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بمن ابطاء بہ عجلہ لم یسر جہ نسبه [مسلم شریف ۳۳۵/۴] جو عمل میں جھپٹے ہو، اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔ میں نفع مطلق ہے، نہ کہ نفع مطلق، و نہ معاذ اللہ آیۃ کریمہ السحفنا ہم ذرینہم [طور: ۲۱] ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا، کے صریح معارض ہوگی۔

تذکرہ کریمہ: ہذا ذائقہ الصور و فلا نساب بینہم یومئذ لا یتساءلون [الرواقون: ۱۰۱] جو جب صورت چھوٹ جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات پوچھے، کہ یہ ایک وقت کے لیے مخصوص ہے۔۔۔۔۔ جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب فرق احکام و نفع آخرت بارہ ثابت تو امثال حدیث:

الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاجمر علی اسود [التزویج و التزویج، ۱۱۲/۳] [شعر بنی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی گورے کی کالے پر] و حدیث: انظر فانک لست بخیر من اجمر ولا اسود الا ان تفضلہ [تقویٰ ایضاً ایضاً]

[یہ تنگ تم کالے اور گورے سے بہتر نہیں ہو پاؤں تمہیں صرف تقویٰ سے فضیلت حاصل ہے]

میں مثل آئے کریمین اکرمکم عند اللہ اتفاقاً [الحجرات: ۱۳]

[یہ تنگ اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پر تیز گار ہے] سلب فضل کلی ہے، نہ کہ سلب کلی فضل۔

باجمل تقاضی انساب بھی یقیناً ثابت اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت، اور

الاسباب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزا ثابت اور سب کو مطلقاً محض بے قدر و ضابط و بے باق جاننا سخت مردود و باطل، خصوصاً اس نظر سے کہ ان کا عوم عرب، بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل۔ اب یہ قول اشد غضب و لاذک و عار سے ہائل اور اسی پر نظر غفر لہ القدر کو اس قدر تطویل پر حائل کہ سب عرب، نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت پر مسلمان پر فرض کامل۔“

پھر ان ذیل کی چند احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ”ہاں نسب پر غرور جائز نہیں۔ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جانا تکبر کرنا جائز نہیں۔ نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔ احادیث جو اس باب میں آئیں، انہیں معافی کی طرف نظر لیں۔ [فتاویٰ رضویہ، ۲۵۵، ۲۵۶ ملخصاً]



نسب کی شرافت کے تحفظ کا اہتمام عرصہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت باطل کو جب قاتل نے قتل کیا تو قاتل کی نسل میں کتیری کا سلسلہ چل پڑا، اس کے خاندان میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز ہوا۔ یعنی اسرائیل سے تم تھے، پھر ان کی شاخوں میں بھی شرافت و نہایت کے یہ سلسلے دراز ہوئے۔ اس لیے پوری دنیا میں خاندان اور قبیلے کی حفاظت کا اہتمام تھا، عرب اس کا تمام اہتمام فرماتے۔ عربوں کے یہاں نسب و انوں کا ایک خاص طبقہ بھی تھا جسے نہایت کھانا جاتا تھا۔ ان میں مفضل، عمیرہ، ابن اسان، زید بن اکیس، ہمار اور عبد اللہ ممتاز نسب شمار ہوتے تھے، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نسب داں تھے۔ حدیث پاک میں ہے: ان ابن ابی بکر اعلم قریش بانسابہا وان لی فہم نسا [مسلم شریف، اذخار الصحابۃ] یقیناً ابو بکر قریش کے سب سے بڑے نسب داں ہیں اور میرا نسب بھی قریش سے متعلق ہے۔

نسب کی حفاظت کی ترقیب خود اسلام نے بھی دی ہے۔ کفایت کا پورا باب اس حکم پر مبنی ہے۔ حضرت محمد شین روایت حدیث کے سلسلے میں راوی کا نسب بھی دریافت فرماتے۔ اگر وہ جھول نسب ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کرتے۔ حدیث پاک کا یہ ارشاد بھی نسب کے حفظ و تحکم کا رہنما ہے:

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: تعلموا من انسابکم ما تملون بہ یا احکم مغان صلۃ الرحم محبۃ فی الاہل مشرۃ فی المال منسۃ فی الافرار (ترمذی شریف، کتاب البر والصلۃ، ۱۹/۲) جس میں اپنی قرابت واریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔

ابن کثیر نے ابو عبد اللہ القریب میں امیر المؤمنین سیدنا محمد بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

تعلموا النسب ولا تکونوا کلب السواد ما ذاسئل احدہم عن اصلہ قال من فریۃ کلبا (العقد الفرید، ۳۷/۳۰) اپنا نسب نامہ نہ گھومو اور عراق کے کلبوں کی مانند نہ بنو جو کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم کلاب شہر کے ہیں (تاریخ تھمان عرب، ص: ۵۳)

اسی اجتماع اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور محققین نے علم الانساب پر کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ نواب صدیق حسن خان، انجیر العلوم میں لکھتے ہیں:

علم الانساب هو علم يتعرف منه انساب الناس وقواعد الکلیۃ الحزبیۃ والعرض منہ الاحتراز عن الخطاۃ فی نسب شخص۔ وهو علم عظیم النفع حلیل القدر۔ اشار الکتاب العظیم فی: "و جعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا" اللی تفہمہ وحت الرسول الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی: "تعلموا انسابکم لتصلوا احکام" علی تعلمہ۔

والعرب بہ فہد اعشقی فی ضبط نسبه الی ان کثر اهل الاسلام واحتلظ انسابہم بالاعجام فتعذر ضبطہ بالاباء فانسب کل مہجول النسب الی بلدہ او عرفہ او نحو ذلك حتی غلب هذا النوع (اجلنا العلم، ۲/۲۰۷)

علم الانساب کے ذریعہ لوگوں کے نسب کے معرفت ہوتی ہے اور اس کے سبکی اور بڑائی کو اس معلوم ہوتے ہیں۔ اس فن کی تدوین سے مقصود یہ ہے کہ کسی شخص کے نسب میں خلطی سے بچا جاسکے۔ اس علم کے بڑے طویل الشان فائدے ہیں۔ نور قرآن حکیم نے آیت کریمہ جو جعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا "میں اس فن کو کھینک کر دعوت دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس مبارک ارشاد: لعلموا انسابکم لتصلوا احکام " (اپنے نسب کی واقفیت حاصل کرو، اس سے صلہ رکھی میں اضافہ ہوتا ہے) کے ذریعہ اس فن کو کھینک کر تقنین فرمائی ہے۔ عربوں نے اپنے نسب کے حفظ و ضبط کا خوب اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہوا اور عربوں کے نسب ناموں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تو ان کے لیے اپنے آبائی سلاسل نسب کی حفاظت اور یادداشت دشوار ہو گئی تو اب ایسے جھول نسب افراد خود کو اپنے ذہن یا پیشے وغیرہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور اب تک ہزار ہا رشتہ نامہ راج ہو گئی۔ ۱۲ اسل

کنز الانساب کے مصنف لکھتے ہیں:

بدا تکم علم انساب عمارت است از ششظن اصول وفروع اہل القایم عموماً و حقیقی کتب و بکیر سادات خصوصاً علمائے ابن فن انساب را وہ طبقہ ہا وہ اند۔ اول بزم کہ اس قطع است یعنی نسبت بجائے رسد کہ از آجا تہا و حصد ربودہ اسب کثرت اختلاف و در آہ و اساء ایشاں و آن نسبت محضرت رسالت اما بعد تا ان است باطلان۔ چہ رسول فرمود: لانسب فوق قطان۔ دوم چہور یعنی اجتماع و کثرت بقال جمہرۃ الانساب ای مجموعہا سیم شعب، چہارم قبیلہ این فرور است از شعب، قال اللہ تعالیٰ: و جعلناکم شعوباً و قبائل۔

چشم عمارہ و وجع اعمار کتدہ ششمظن، بطم فظہ، ششم عشرہ، و آن تو سے را گویند کہ پلر چہارم ایشاں کیے باشند و سرہ نیز خوانندہ نم رہطہ، دم فصلیہ، و آن اہل و خاصہ شخصے را گویند و وجع بر فضا کتدہ۔ قال اللہ تعالیٰ: و فصلیۃ اللی توید۔ مثلاً نسبت بارسول اللہ بزم بنوعدان باشند و جمہور بنوزار و شعب بنی مضر و قبیلہ شریف، و عمارہ اولاد الیاس بن مضر و بنی کنانہ و قذ قریش و عشرہ بنی قصی و ربیط بنی عبد مناف و فصلیہ بنی ہاشم۔

[کنز الانساب، سید مرتضی الملقب بہ علم الہدی، ص ۳-۴-۵-۶ ناشر میرزا محمد ملک الکتاب]

علم الانساب، انسانوں کے بالائی اور زیریں نسبی سلسلے کی شناخت کو کہتے ہیں۔ اس فن میں سادات کرام کی نسبی شاخوں کا تعارف خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس فن کے علمائے انساب کے دس طبقات بیان کئے ہیں:

پہلا طبقہ بزم، جس کا مطلب قطع ہوتا ہے، یعنی سلسلہ نسب اس حد تک بیان کر دیا جائے کہ اس کے بعد حقیقی طور پر نسبی سلسلہ بیان کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کے بعد آئے کرام کے اسمائے گرامی اور تعداد میں کثیر اختلاف رہا ہے۔ جیسے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی سلسلہ عدنان یا قطان تک قطعی طور سے پہنچتا ہے۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: لانسب فسوق فخططان۔ قطان کے بعد نسب کا یقینی سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، پھر ظن و تخمین کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ جمہور یعنی کثرت و اجتماع۔ کہتے ہیں: جمہرۃ الانساب یعنی انساب کا مجموعہ۔ تیسرا طبقہ شعب۔ چوتھا قبیلہ۔ یہ شعب سے کمتر ہے۔ ارشادِ بانی ہے: جو جعلناکم شعوباً و قبائل (المجرات، ۱۳) اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا۔ پانچواں طبقہ: عمارہ، جس کی معنی عمار آتی ہے۔ چھٹا طبقہ بنی۔ ساتواں طبقہ: فظہ۔ آٹھواں طبقہ: عشرہ۔ عشرہ کا اطلاق اس خاندان پر ہوتا ہے جن کی چوٹی پشت

کہہ ایک ہوں یعنی وہ آپس میں چوٹی پشت میں جا کر یک جہدی ہو جائیں۔ اسے اسرہ میں کہتے ہیں۔ نواں طبقہ ربط۔ دسواں طبقہ قبیلہ۔ قبیلہ کسی خاص شخص کے اہل و عیال کو کہتے ہیں۔ اس کی معنی فصائل آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: و جعلناکم شعوباً و قبائل (المجاد، ۱۳) ترجمہ: اور اپنا قبیلہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ان دس طبقات کو مثال کی روشنی میں یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی نسب نامہ بنوعدان تک جزم کہلائے گا۔ بنوزار، طبقہ جمہور میں آتے ہیں، اس طرح شعب ہیں۔ شریف قبیلہ ہے۔ الیاس بن مضر کی اولاد طبقہ عمارہ ہے۔ ابو ذر بن مضر ہیں۔ قریش قبیلہ ہیں۔ بنو قصی، عشرہ ہیں۔ بنو عبد مناف، ربیط ہیں۔ بنو ہاشم قبیلہ ہیں۔ ۱۲ اسل

اس فن کی باضابطہ تدوین امام القسائین ہشام بن محمد بن سائب کلثبی (۱۱۰-۲۰۴ھ) نے کی اور اس فن میں پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں: ۱- المنزلة، ۲- شجرۃ فی الانساب، ۳- الوجیز، ۴- القریۃ، ۵- الملوک، پھر اس فن میں بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ چل پڑا اور کثیر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری کی انساب الاشراف (۲۰۰ جلدیں) عبد الملک ابن ہشام کی انساب جمہور و ملوک، ابو جعفر محمد بن یوسف بغدادی ثومی کی انساب الارشاد اور انساب الشعراء، سعید بن جبیر کی انساب قریش، محبت الدین محمد بن محمود بن حجاز بغدادی کی انساب العرب، شمس، قاسمی مہذب کی انساب کافی شہرت رکھتی ہیں۔ ان میں بلاذری کی انساب الاشراف کو خصوصی اہمیت اور قاویت کا حال سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اسلامی علوم و ادب و ہندوستان میں "کے مصنف نے علم الانساب پر ۵۶ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ ان میں بعض شخصی نسب نامے ہیں بعض میں کسی خاص قبیلے کی خاندانی تفصیل ہے۔ ان میں موسیٰ بن یحییٰ کی چند کتابیں یہ ہیں:

۱- آثار السادات۔ قاسمی ضیاء الدین برنی، ۲- بحر الانساب، شیخ محمد بن جعفر

نذر حضرت شعبان ملت کو ڈھونڈنے نکلے۔ جب نزدیک پہنچے تو کوارنگالی اور چاہا کرتوں کر دیں۔ حضرت خمدوم نے انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے پر جلال نگاہ گرم سے انہیں دیکھتے ہوئے فرمایا: اقلو یا مریخ۔ اسے ساکنان مریخ ان کافروں کو قتل کرو۔ پس سارے کافروں کا سر یکبارگی تین سے جدا ہو گیا۔ یہ خبر مردود در لہ تک پہنچی فوراً وہ خود سوار ہو کر آ گیا۔ ایک توپ چھوڑی جس سے حضرت شعبان ملت کے سات مریہ درویش شہید ہو گئے۔ اب حضرت شعبان ملت اٹھ کھڑے ہوئے اور یامریخ کافر وہ نگاہ گرم کے ساتھ لگا دیا، ہر لوگ اور اس کی فوج کے سر قلم ہو گئے۔ پھر تلہ کی طرف نگاہ گرم سے دیکھتے ہوئے تیسری بار یامریخ کافر لگا دیا، سارے تلہ کو جڑ سے الٹ دیا۔ اس کی عمارتیں تہہ و بالا کر دیں۔ وہ کافر لہ اپنی فوج کے ساتھ واصل جنم ہوئے۔ حضرت نے زم اسلام جاری کی۔ باقی سارے ہندو اس چشم دید زلزلہ کی دہشت اور اسلام کی قوت ایمانی دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ خمدوم سید شہان ملت نے وہاں طرح اقامت ڈالی۔ چند سال وہاں رہ کر گنگا پار کی حویلی پیگ میں موضع چرنی کے اندر سکونت اختیار کی اور چند فقرا نے اسلام کو چھوٹی میں رستے دیا۔



چھوٹی جس کا نام پہلے ہر لوگ پور تھا، الہ آباد میں دریا کے اُس پار مشرق جانب ٹھیک عظیم کے سامنے ہے۔ الہ آباد اپنی جغرافیائی، تاریخی اور مذہبی نوعیت کے اعتبار سے ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا ہے، اسے پہلے پیگ، پراگ یا پریگ کے نام سے جانا جاتا رہا ہے۔ حضرت مصنف نے اسے پیگ کے نام سے ہی یاد فرمایا ہے۔ مغل بادشاہ اکبر نے ۱۵۷۵ھ/۱۵۷۵ء میں اس دورے میں عظیم کے کنارے ایک عظیم الشان تلہ تعمیر کرایا اور اس کا نام الہ آباد رکھا اور اس نام سے ایک عظیم الشان شہر ودی کے مغربی سمت میں آباد کیا جو آج بھی ہندوستان کے ممتاز ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ علاقہ بودھ ازم کے زمانہ سے ہی ارباب علم و حکومت کا مرکز توجہ رہا ہے۔

Wikipedia کا مقالہ نگار اس کی قدیم جغرافیائی، ثقافتی اور مذہبی حیثیت پر روشنی ڈالنے کے لگتا ہے:

Allahabad also known as Prayag, is one of the largest cities of the State of Uttar Pradesh in India. It is situated on an inland peninsula, surrounded by the rivers Ganga and Yamuna on three sides, with only one side connected to the mainland..... The ancient name of the city is Aggra (Sanskrit for "place of sacrifice"), as it is believed to be the spot where Brahma offered his first sacrifice after creating the world. Since its founding, Allahabad has played an important role in the history and cultural life of India.....

The city was originally known as Prayaga (place of the confluences)-a name that is still often used. Excavations have revealed Iron Age Northern Black Polished ware in Allahabad. That it is an ancient town is also illustrated by references in the Vedas (the most ancient of Hindu sacred texts) to Allahabad.

The Puranas, another important group of religious texts, record that Yayati left Allahabad and conquered the region of Sapta Sindhu. His five sons Yadu, Druhyu, Puru, Anu and Turvashas became the main tribes of the Rigveda. When the Aryans first settled in what they termed the Aryavarta, Allahabad and the district of Kaushambi were important parts of their territory. The Vatsa (a branch of the early Indo-Aryans) were rulers of Hastinapur (near present day Delhi). When Hastinapur was destroyed by floods, they established the town of Kaushambi near present day Allahabad as their new capital. Many people from south India had also migrated

and permanently settled in this ancient Prayaga thousands of years ago.

In the times of the Ramayana, Allahabad was made up of a few rishi's huts at the confluence of the sacred rivers, and much of the countryside was continuous jungle. Lord Rama, the main protagonist in the Ramayana, spent some time here, at the Ashram of Sage Bharadwaj, before proceeding to nearby Chitrakoot.

The Doab region, including Allahabad, was controlled by several empires and dynasties in the ages to come. It became a part of the Mauryan and Gupta empires of the east and the Kushan empire of the west before becoming part of the Kannauj empire. Objects unearthed in Allahabad indicate that it was part of the Kushana empire in the 1st century A.D.

In his memoirs on India, Huien Tsang, the Chinese chronicler who traveled through India during Harshavardhana's reign (A.D. 607-647), writes that he visited Allahabad in A.D. 643.

Allahabad became a part of the Delhi Sultanate when the town was annexed by Muhammad of Ghor in 1193.

The Mughal invasion of India began in 1526, and Allahabad then became a part of their empire. Understanding the strategic position of Allahabad in the Doab region, at the confluence of its defining rivers which had immense navigational potentials, the Mughal emperor Akbar built a magnificent fort - one of his largest - on the banks of the holy Sangam and re-christened the town as Allahabad in 1575. The fort has an Ashukan pillar and

some temples, and was largely a military barracks.

Allahabad has many sites of interest to tourists and archaeologists. Forty-eight kilometers to the southwest, on the banks of the Yamuna River, are the ruins of Kaushambi, which was the capital of the Vatsa kingdom and a thriving center of Buddhism. One the eastern side, across the river Ganga and connected to the city by the Shastri Bridge is Prasthan Pur, capital of the Chandra dynasty. About 58 kilometres northwest is the medieval site of Kara with its impressive wreckage of Jaichand of Kannauj's fort. Shringaverpur, another ancient site discovered relatively recently, has become a major attraction for tourists and antiquarians alike. On the southwestern extremity of Allahabad lies Khusrabad, it has three mausoleums, including that of Jahangir's first wife, Shah Begum.....

Allahabad was a well-known centre of education (dating from the time of the Buddha) and into modern times. [Wikipedia, the free encyclopedia, History of Allahabad]

ترجمہ:- الہ آباد، جسے پریگ بھی کہا جاتا تھا، ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا ایک بڑا ممتاز شہر ہے۔ یہ شہر، ایک جزیرہ نما سر زمین پر واقع ہے جسے تین جانب سے گنگا اور یامونا گھیرے ہوئے ہیں، صرف ایک جانب سے اس کا سر زمین ملتا ہے۔ بڑاوا ہے۔ اس شہر کا پرانا نام آگرہ (Aggra) ہے۔ آگرہ شہر کی طرف سے اس کا نام آتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہندو مذہب کے مطابق یہاں آگاہا ہے کہ کہیں وہ جگ ہے جہاں برہمانے دنیا کی تخلیق کے بعد پہلی جگ کی۔ شہر اور الہ آبادی تاسیس کے بعد سے ہی ہندوستان کی تاریخی اور ثقافتی زندگی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہ شہر دراصل پریاگ [دریاؤں کے سنگم کا مقام ہونے] کی حیثیت سے شہریت رکھتا ہے۔ اس نام سے اب بھی کبھی کبھی اسے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں آثار قدیمہ کی کھدائی میں تین ہزار سال پرانے زمانے کے، جسے [Iron age] کہا جاتا ہے، شمالی طرز کے سیاہ پالش کئے ہوئے برتن ملے ہیں۔

یہ ایک قدیم ترین قصبہ ہے جس کے حوالے ہندو مذہب کے ویدوں میں ملتے ہیں۔ ہندو مذہب کی دوسری مذہبی کتاب پرانہ یہ بتاتی ہے کہ یاتنا [Yayati] نے الہ آباد سے جا کر سی پتھانندھو کے علاقے فتح کئے تھے۔ اس کے پانچ بیٹے، یادو، دروہیا، پورو، انو، تروشاں برگ وید کے خاص قبیلے ہوئے۔ جب آریوں نے آریا وارتا علاقے پر قبضہ بنایا تو الہ آباد کو بھی اس کے اہم حصے تھے۔ انڈو آریوں کی قدیم شاخ واتسا [Vatsa] ہستنا پور کے حکمران رہ چکے ہیں جو موجودہ دہلی سے قریب واقع تھا۔ جب ہستنا پور سیلاب سے تباہ ہو گیا تو انہوں نے کوٹھی کو اپنا نیا دارالحکومت بنایا جو موجودہ الہ آباد سے قریب واقع ہے۔ ہزاروں سال پہلے اس قدیم پریاگ میں جنوبی ہند کے بہت سے باشندے ہجرت کر کے مستقل طور پر آباد ہو گئے۔

رامائن کے زمانے میں الہ آباد میں سنگم کے کنارے رشی منیوں کی چند جمہوریہاں تھیں اور اس میں اس شہر کے بیشتر حصوں میں گناہ چل گیا تھا۔ رامائن کے خاص ہیرو رام نے بھی چھوڑ کھٹ کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہندو انشور ہمارو وان کے آشرم کے قریب یہاں پجھو وقت گزارا ہے۔

اس دو آبے کا علاقہ جس میں الہ آباد بھی آتا ہے مختلف حکمرانوں کے زیر حکومت رہا ہے۔ قونج کے بادشاہ کے زیر حکومت آنے سے پہلے یہ خطہ مورین اور گپتا خاندان کے مشرقی بادشاہوں اور مغرب کے گھن حکمرانوں کی سلطنت کا حصہ تھا۔ کھدائی میں لکھے والے سامان اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ الہ آباد پہلی صدی عیسوی میں گھن سلطنت کا حصہ تھا۔

۱۱۹۳ء میں جب اس شہر پر شہاب الدین محمد غوری نے قبضہ کیا تو یہ دہلی کا حصہ بنا دیا گیا۔

مغل تہذیب کا آغاز ۱۵۲۶ء میں ہوا جب الہ آباد میں حکمرانوں کے زیر تصرف آ گیا۔ مغل حکمران اکبر نے اس دو آبے میں عسکری نقطہ نگاہ سے الہ آباد کی اہمیت سمجھ کر اسے ہندکاس حکم پر بستے ہوئے دریا عری سفر کی عظیم اہلیت رکھنے میں ۱۵۷۵ء میں حکم کے اندازے ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا اور اس شہر کو الہ آباد کے نام سے موسوم کیا۔ اس قلعہ میں اشک سرائے کے زمانے کا ایک ستون اور چند مدر بھی ہیں۔ اس قلعہ کا اسٹریٹوگرافی چھانچھان پر مشتمل تھا۔

الہ آباد قدیم کے ماہرین اور سیاحوں کے لیے الہ آباد میں کئی دلچسپ مقامات ہیں۔ مغل عمارتوں کے کناروں سے ۳۸ کلومیٹر دور جنوب مغرب میں کوٹھی کے کھنڈرات ہیں اور واتسا [Vatsa] عہد سلطنت کا دارالحکومت اور بدھ مت کی نشوونما کا مرکز تھا۔ گاما کے مشرقی کنارے شاستری ہل کے قریب شہر سے متصل پرستھان پور ہے جو ہندو گیت کے شامی خاندان کا دارالحکومت تھا۔ الہ آباد کے جنوب مغرب میں ۵۸ کلومیٹر دور کڑا ہے جس کے وسط میں قونج کے ریلوے چنکے کے حوالے سے قلعہ کے کھنڈرات ہیں۔ شنگار پور کی دریافت سمجھتی ہے جو ایک قدیم مقام تھا۔ یہ سیاحوں اور آثار قدیمہ کی زبردست دلچسپی کا مرکز بن چکا ہے۔ الہ آباد کے جنوب مغربی کنارے میں خسرو باغ واقع ہے جس میں تین مقبرے ہیں۔ ان میں ایک شہزادہ بہاگتیکر کی پہلی بیوی شاہ بیگم کا ہے۔

گوتم بودھ کے زمانے سے لے کر اب تک الہ آباد تعلیم کا شہر مرکز رہا ہے۔

اردو و اترہ معاہدہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

''الہ آباد کا شمار ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ پہلے اسے پریاگ کہتے تھے اور ہندوؤں کے نزدیک یہ بہت تہرک مقام تھا۔ ۱۱۹۳ء میں جب غوریوں نے بنارس تک علاقہ فتح کر لیا تو الہ آباد کو سلطنت دہلی میں شامل کر لیا گیا۔ مگر گمان یہ ہے کہ اس کا ظہور ہندو راجاؤں ہی کے ماتحت رہا جو اعلیٰ طور پر خود مختار تھے۔ اس لیے اس سلطنت دہلی کی قریب ترین اہم فوجی چھاونی کڑا بھی تھی جو الہ آباد سے تقریباً بیسٹائیس میل جانب مغرب واقع تھی۔

افغانوں کے عروج پر پریاگ اور جھوٹی کے ماہین گھاٹ کی اہمیت کا احساس ہونے لگا۔ بادشاہ اکبر نے جون ۱۵۶۷ء میں جوئیہر کے باغی صوبے دارخان زمان [علی علی خان شہبانی] کو وکھست دینے کے بعد پریاگ ہی سے دریائے گنگا کو عبور کیا تھا۔ ۱۵۷۳ء میں اکبر نکال جاتے ہوئے پھر اس شہر سے گذرا تھا۔ عسکری نقطہ نظر سے اس مقام کی اہمیت کے پیش نظر اس نے یہاں ایک فوجی مرکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح یہ ایک معمولی قصبے سے بڑا شہر بن گیا۔ اکبر نے اس کا نام الہ آباد رکھا جو کثرت استعمال سے الہ آباد ہو گیا۔ ۱۵۷۹ء-۱۵۸۰ء میں جب اکبر نے اپنی سلطنت کی جدید انتظامی تنظیمات کیس تو الہ آباد اسی نام کے صوبے کا صدر مقام قرار پایا اور دائرہ معارف اسلامیہ لاہور-۳/۱۳۰۷

۱۱۹۳ء میں جب اس شہر پر شہاب الدین محمد غوری نے قبضہ کیا تو یہ دہلی کا حصہ بنا دیا گیا۔

اس زمانے میں اسلام کو ہندوستان کی سرزمین میں عروج حاصل ہو چکا تھا، اور اراکین بزرگ [۶۳۳ھ] کے خلفائے عظیم سیدنا خولید سید قطب الدین بختیار کاکی اول [۶۳۲ھ] قدس سرہ کے خلفائے ہندوستان کی سرزمین میں پیغام اسلام عام کر رہے تھے۔

دہلی میں حضرت محبوب الہی خولید سید محمد نظام الدین اولیا [۲۵ھ] بہار شریف میں حضرت مخدوم جہاں شرف الدین احمد گنجی منیری [۸۲ھ] پٹنہ وہ شریف میں حضرت مخدوم انبی سراج [۵۸ھ] سیوستان میں حضرت سید جمال الدین ہمدانی، کشمیر میں حضرت مخدوم سید علی ہمدانی، ملتان میں حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی [۶۶۶ھ] کڑا تک پور میں حضرت مولانا محسن الدین جانی شریف، مولانا خواجگی قادری [۶۹ھ] پانی پت میں حضرت بوعلی شاہ کلندر [۳۴ھ] اولوہ شمس الدین ترک پانی پتی [۱۵ھ] قدس سرہ انور بنم کے ایمانی اور دہلی لہسن کی وصی تھی۔

ہندوستان میں اسلام مشرقی علاقہ میں قونج تک ۹۳ھ میں پہنچ چکا تھا۔ محمود غزنوی نے اسے عسکری قوت سے پھیلا یا شہاب الدین غوری نے اسے باضابطگی اور وسعت دی اور سلطان ابنہد عطاے رسول خواجہ خواجگان سیدنا سید محسن الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایمانی اور اخلاقی توانائیوں کے سہارے اسلامی رونقیں متحدہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا دیں۔ حضرت شہبان ملت قدس سرہ نے جب اشارہ نبوی پر پریاگ کا رخ کیا تو

ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور حضرت شعبان ملت کے خاندان میں قدیم عرس سے رشتہ استوار ہیں۔ حضرت سید جمال الدین سرخ بخاری قدس سرہ کا دوسرا عقلمنوں، حضرت شعبان ملت کی بہن سیدہ بی بی فاطمہ کے ہمراہ ہوا تھا جن سے حضرت مخدوم سید احمد کبیر قلد ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ عقلمنوں سرکار دوسو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ نبوی پر ہوا تھا [اخبار الاخبار میں ص ۱۱۳]۔

شاید اسی نسبت خاندانی کا اثر ہے کہ مولانا سید جمال احمد صاحب نے شیخ الانساب کا قدیم مخطوط بہت کاوش سے حاصل کیا اور اسے منظر عام پر لانے کی سعی فرمائی۔ کچھ تفسیر آگے آتی ہے۔



حضرت شعبان ملت کے جانشین اور خلف اعترقدودہ العارفين سید تقی الدین قدس سرہ [۱۶۰۷ء-۱۷۰۷ء] سپہر ولایت کے آفتاب عالم تاب اور والد ماجد کا گھس جمیل تھے۔ آپ کی علمی اور روحانی عظمتوں کے لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی پیکر بیکانی ہے:

آپ [حضرت شاہ تقی] کے متعلق شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آپ صاحب حال بزرگ تھے، ہمیشہ مراقبہ اور یاد اہی میں مستغرق رہتے تھے۔ مراعات کی حالت میں آپ کو کسی چیز کی مصلحتا خبر نہ ہوتی تھی [اخبار الاخبار اردو، ص ۱۶۹]۔ بجز خارش میں بھی آپ کو بہت عالی اوصاف و کرامات سے یاد کیا گیا ہے۔ بجز خارش کے مصنف لکھتے ہیں:

شاہ شعبان پر شاہ تقی خلافت از سپرورد یافتہ، صاحب ولایت آنہا پاس لڑ آباد شدہ مکالمات و خوارق۔ وفات یافتہ در جمہونی مدفون شد۔

شیخ تقی از اعظم اولیا با کرامت عالی جانشین شدہ خلیفہ پدید بود۔ راجح آئینا نو یک نام داشت، کافر بود۔ بدون شیخ اور خوش نمی آمد، روز سے دراطوع و عورت شیخ،

کرامت بارش آورد، شیخ او فرست باطن در ریاست مارا فرمود بہر خیر و برہ، فی الحال ہر گز نہ رفت۔ از ان روز در مقام کہم شاہ تقی در می گیرند، دخل مار نمی شود۔ اس سرورنگ، معاصر سلطان سید اشرف جہانگیر بود بجز خارش و دیدہ اشرف قلمی جلد اول میں ۱۶۱۸-۱۷۱۵ء۔ اندراج: بیخودشی قارسہ۔ اخبار/ ۱۲۵

زیرا حضرت شاہ تقی کے والد ماجد حضرت شعبان ملت قدس سرہ کا کوسلئے ہوا اور یہی خلافت حاصل تھی۔ لہذا آپ کے صاحب ولایت اور کمالات و کرامات کا لہذا بزرگ تھے۔ جمہونی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ شیخ تقی کا شمار بڑے عظیم اور با کرامت اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ اپنے والد ماجد کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ آپ کے دور میں جمہونی کا راجہ سخت کافر تھا جس کا نام ایک تھا۔ حضرت شیخ تقی کی اس جگہ موجودگی اسے راس نہ آئی، ایک دن اس نے حضرت شیخ تقی کی دعوت کی اور کھانے میں سانپ کا گوشت پکا کر پیش کیا۔ حضرت شیخ تقی نے کشف اور فرست باطنی سے یہ حرکت سمجھ لی اور سانپ کے کپے کو گوشت کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: اٹھ اور بھاگ جا۔ فوراً کپے کو گوشت سے الگ کر لیا اور سانپ کی صورت اختیار کر لی اور فرار ہو گیا۔ اسی دن سے یہ اثر عام طور سے لگنا لگا گیا کہ جس جگہ بھی حضرت شاہ تقی قدس سرہ کا نام پائی لیا جاتا ہے، سانپ اس جگہ سے ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ حضرت مخدوم سید شاہ تقی الدین قدس سرہ، حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے معاصر بزرگ تھے۔ اس معاملہ حضرت شیخ تقی قدس سرہ کی بزرگی کا خاصا شہرہ تھا۔ نویں، دسویں، گیارہویں صدی کی ممتاز کتابوں میں آپ ذکر جمیل موجود ہے۔ شیخ الانساب کے مؤلف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اخبار الاخبار، شیخ ابیہ الدین اشرف کی اراکان اور ماضی قریب کی عربی تصنیف نوبۃ النواظر میں بہت تحریریں مذکورہ ملتا ہے۔

سنت کبیر داس آپ کے نیاز مندوں میں تھا۔ صاحب بجز خار نے اپنے شیخ کبیر احمد ملاحتی کے نام سے ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ لوگ اسے غیر

مسلم سمجھتے ہیں، لیکن وہ دراصل مسلمان تھے۔ اولاً شیخ تقی سے سلسلہ سپروردیہ میں نبوت کی پیکر شاہ بھیکہ سے منسلک ہوئے، مگر شیخ تقی میں مدفون ہیں۔

[دیکھئے بجز خار ۲/۱۷۳۹ء] لیکن یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ سنت کبیر کے کئی دو سہ اہانت اسلام پر مشتمل ہیں۔ وہ گیا سنت کبیر کا صوفیائے کرام کی بارگاہوں سے استفادہ، تو بہت سے جوگیوں نے صوفیہ سے روحانی معاملات میں استفادے کئے ہیں۔ اس سے ان کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ پیر کیف! کبیر داس کہتا ہے:

گفت گشت میں اینا شیخ سنی تھی تم شیخ
مانک پور میں کبیر بے ری
مدحت سن شیخ تقی کے ری
اوتی سنی جو پور تھا
جمہونی سنی بیرون کے نا

[تاریخ مشائخ لہ آباد مخدوم نظام الدین، ص ۲۰۲، بہار گنج لہ آباد] مزید تفصیل کے لئے شیخ الانساب ص ۳۲۶-۳۲۳ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت خواجہ سید بہاء الدین تھکنند قدس سرہ کی بہن سیدہ رخاہ بیگم آپ سے سزہ بخارا میں منسوب ہوئیں۔ آپ بارہ سال کے بعد اہل و عیال کے ساتھ بخارا سے سندھوستان واپس ہوئے۔ دہلی میں حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی سید نظام الدین اولیا قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں ایک سال رہ کر باطنی نعمتیں حاصل کیں۔ چشتیہ سلسلے کی اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر حضرت محبوب الہی کی ہدایت پر میر علاء الدین چوہدری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ گبرویہ کی نعمت پائی۔ حضرت قطب المدار شاہ بدیع الدین مکن پوری قدس سرہ سے بھی حضرت شاہ تقی قدس سرہ کی ملاقاتیں تھیں اور عارفانہ گفتگو کے دراز سلسلے رہے۔ حضرت شاہ تقی الدین بڑے صاحب جلال و کمال اور صاحب تصرف بزرگ گذرے ہیں۔

لہذا العارفين مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ کے دو صاحبزادے تھے:

۱۔ حضرت میر سید محمد ابو جعفر باغ علی اکبر ۲۔ حضرت میر شاہ عثمان اکبر۔
حضرت سید ابو جعفر علی اکبر کی شاخ میں مصنف شیخ الانساب آتے ہیں۔

حضرت مخدوم شاہ تقی کے دو صاحبزادے تھے۔ ۱۔ حضرت میر سید محمد ابو جعفر باغ علی اکبر اور لقب سید شاہ محمد ہے۔ آپ کی ولادت ۱۰۰۰ھ میں گھمٹی میں ہوئی۔ عمر مبارک تیس سال تھی۔ یہ حضرت مخدوم کی حیات مبارک کے اولاد تھے۔ آپ کی شادی میر سید سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد عثمانی کے خاندان میں ہوئی۔ حضرت ابو جعفر کے دو صاحبزادے تھے: ۱۔ حضرت سید سلطان شہاب الحق ۲۔ حضرت سلطان بہاء الحق۔ حضرت سلطان بہاء الحق کو ولادت انک کی حکمرانی عطا ہوئی۔ حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ گھمٹی میں اپنے آباء و اجداد کے آستانے کے صاحب جنازہ ہیں۔ دونوں صاحبزادگان گھمٹی میں پیدا ہوئے۔

حضرت سید سلطان شہاب الحق قدس سرہ کی ولادت ۵۔ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں بروز جمعرات ہوئی۔ عمر مبارک چالیس سال تھی، حضرت کا وصال دس گز گھر ۱۰۰۱ھ میں جمعرات کے دن ہوا۔ آپ کا عقلمنوں میر سید کمال الدین بن میر سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد عثمانی کے خاندان میں ہوا۔ حضرت سلطان شہاب الحق کے چچے صاحبزادے تھے: ۱۔ فقیر مبین الحق ۲۔ شاہ عثمان ۳۔ شاہ بہار کبیر ۴۔ شاہ مستان بڑی ۵۔ شاہ اشرف ۶۔ شاہ ابوالفتح۔

[شیخ الانساب ص ۳۳۱] حضرت مخدوم شاہ تقی الدین کے اختلاف کا اجمالی شہرہ یہ ہے:

ماجد سے کسی میں ہی حاصل تھی لیکن شعور کی چنگلی کے بعد روحانی اشارے پر شیخ العارفین حضرت شیخ محمد عیسیٰ جو پیوری قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور باطنی نعمتوں کی تحصیل اور راہ سلوک کی تکمیل فرمائی۔ اس مرحلے کو اپنے شیخ کے حالات کے ذیل میں آپ نے قدر سے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ رقم طراز ہیں:

حضرت قدوۃ العارفین، امام اہل حقین، مرشد کامل، غریق و رطلہ توحید، جو اس دریائے تجزیہ و تشریح، ولایت، ہنگامہ دریائے ہدایت، نیک سیرت محبوب، اہل بصیرت کے پیشوا، گروہ اولیا کے سردار، ممتاز صوفیائے متاخرین کے دفتر کے عنوان حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسیٰ جو پیوری قدس سرہ۔ آپ اس فقیر معین الحق بن سلطان شہاب الحق بن حضرت بندگی شاہ محمد ابو جعفر بن حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ العزیز کے رہنما اور ہادی ہیں۔ یہ فقیر ابھی چھوٹی عمر کا تھا کہ والد ماجد حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ اللہ کو پیار سے ہو گئے لیکن فقیر کو سلسلہ سہروردیہ کی خلافت خود والد ماجد سے حاصل ہوئی۔ لیکن بچپن کی وجہ سے سلسلہ سہروردیہ کے باطنی معاملات کچھ معلوم نہ تھے۔

حسن اتفاق کہ میں جو پیوری کی سرگودھا ہوا تھا اور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل کر رہی تھی۔ چنانچہ یہ بات عالم خواب میں معلوم ہوئی کہ حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسیٰ مجھ سے فرما رہے ہیں: اے معین الحق! چلے آؤ! میں تمہارا انتقال کر کے ہاںوں، فقیر نے عرض کی: حضرت کہاں رہتے ہیں؟ فرمایا: جو پیور شہر میں۔ میں نے پھر عرض کی: حضور کا نام مبارک کیا ہے؟ فرمایا: محمد عیسیٰ۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو رات کا ایک پہر باقی تھا۔ اسی وقت اٹھ کر روانہ ہو گیا۔ جب حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، وہی صورت جو عالم خواب میں دیکھی تھی، سامنے جلوہ فرما رہی تھی۔ چند دنوں بعد میں نے حضرت مخدوم سے عرض کی: فقیر کی کیا چیز ہے؟ فرمایا: خواب کے حالات، بیداری میں جلوہ گر ہو جائیں، اس کیفیت کو فقیر کی چیز ہے۔ میں نے عرض کی: یہ حالت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا: ہر شد کی توجہ سے۔

اس خاکسار نے پھر عرض کیا: اس فقیر کے حصے میں یہ نعمت عظمیٰ کب آئے گی۔ حکم فرمایا: آج کی رات معلوم ہو جائے گا۔ نماز کے بعد میں طلب فرمایا اور اس فقیر پر ایک نگاہ ڈالی۔ یہ فقیر دس دن تک ایسا خور ہا کہ خود اپنے وجود کی خبر نہ رہی۔ دس دن کے بعد قدر سے اتفاق ہوا، حضرت مخدوم نے مجھے پھر طلب فرمایا اور مجھ پر دوبارہ نگاہ ڈالی۔ میں پھر دس دن تک بے خور رہا۔ اسی طرح حضرت نے چار مرتبہ مجھ پر نگاہ حیرت ڈالی اور چالیس دن مددوشی میں بیت گئے اور ایک چلہ پورا ہو گیا۔ چالیسویں دن مجھے پھر تھوڑا اتفاق ہوا۔ حضرت مخدوم نے مجھے بلایا لیکن سرشاری کی کیفیت ایسی گہری تھی کہ اس کے سامنے شراب کی مستی بھی کچھ نہ تھی۔ پھر حضرت مخدوم نے فرمایا: کیا دیکھا؟ میں نے اپنی حالت بیان کی اور عرض گزار ہوا کہ حضرت والا! توجہ سے یہ نعمت عظمیٰ فقیر کو پیش آئی۔ حضرت نے فرمایا: یہ فقیر اس سے بہت بلند چیز ہے اور پھر یہ شعرا ہی وقت ارشاد فرمایا۔

عشق موی، علم حضرت انتخاب آراست ہونو
 باعروج آسمان، چوں طفلان بر بام است ہونو
 حضرت موی علیہ السلام کے عشق الہی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم لدنی کا فیضان یہاں اب تک مسلسل جاری ہے۔ اس قدر عروج حاصل ہونے کے باوجود یہ بچیز اب بھی ایک طفلان کی مانند اس کے باپ تک رسائی رکھتا ہے۔
 حضرت جب یہ فرما رہے تھے تو حضرت کے سارے موہائے مبارک اور رو گئے کھڑے ہوئے دیکھے اس کے بعد حضرت نے اس ناچیز کو اشغال و اذکار میں مصروف کیا۔ چنانچہ ایک دن اسی خیال میں، میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ باغ ہے جس میں بہت سے بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ ان حضرات سے میں نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ ان میں سے ایک صاحب نے بتایا: یہ مسجد عالم کا دربار ہے۔ میں نے پھر پوچھا: کس طرح سے یہ مسجد عالم کا دربار ہے۔ انہوں نے جواب دیا: خلافت ولایت اسی دربار سے عطا ہوتی ہے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ صاحب خانہ

کہاں ہیں؟ میں ابھی یہ سوال عرض ہی کر رہا تھا کہ حضرت مخدوم محمد عیسیٰ کی صورت مبارک سامنے جلوہ گر ہوئی۔ حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا: ہمیں ۱۱ دھرتیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتقال فرما رہے ہیں۔ پھر حضرت مخدوم میرا ہاتھ پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ چنانچہ اس فقیر نے نیاز مندانہ تسلیم گزاری اور حضور کی بارگاہ میں سوہب کھڑا رہا۔ حضرت مخدوم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: حضور! اس غلام (معین الحق) کا حصہ بیعت کہاں ہے؟ سردار انبیا، علیہ السلام، ائمہ اثنی عشر، اہل بیت، فرمایا: تمہارے پاس ہے۔ چنانچہ حضور نے مجھے پکڑ کر حضرت مخدوم کے سپرد کیا۔ ناچیز یہ معاملات حالت خواب میں دیکھے ہی رہا تھا کہ میرے والد ماجد کے مرید سید بدر نے آکر مجھے جگایا کہ اٹھئے نماز تہجد کا وقت چارہا ہے۔ آخر کار نماز تہجد کے بعد میں حضرت مخدوم محمد عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے مجھ سے دیکھتے ہی جیسیم ہو کر فرمایا: اپنا حصہ بیعت معلوم کر لیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! معلوم کر لیا۔ پھر میں قلب الاقطاب حضرت مخدوم محمد عیسیٰ قدس سرہ سے بیعت ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت نے مجھے سلسلہ چشتیہ کی خلافت اور سامع سننے کی اجازت عطا کر دی اور فرمایا: جھوٹی میں اپنے جد کریم کی درگاہ میں بیٹھ کر تلقین و ہدایت اور بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھو۔

حضرت مخدوم محمد عیسیٰ قدس سرہ کے حالات کہاں تک کہوں کہ حضرت کے فضائل و کمالات بے حد و بے شمار ہیں اور ہندوستان پھر میں مشہور۔

[شیخ الانساب، ص ۳۳۰-۳۳۳]

☆ حضرت مخدوم شیخ محمد عیسیٰ بن تاج چشتی قدس سرہ، جو پیوری کے کبار اولیا سے ہیں۔ آپ سید ناصر الدین اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان ذیشان سے ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں بیویوں کی سیاسی شورش کی وجہ سے والد جد شیخ محمد عیسیٰ تاج کے ہمراہ دہلی سے جو تہجد تشریف لائے۔ اور اولاد شیخ ابوالفتح جو پیوری سے علمی اور روحانی فیوض حاصل کئے پھر حضرت شیخ الفتح اللہ اودھی کے دامانِ کرم سے وابستہ ہو گئے۔ علوم

شرعیہ کی تکمیل ملک العسما قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے فرمائی۔ پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ روایات و فضائل شائقہ سمجھیں کہ استغراق تام کی کیفیت طاری ہوئی۔ چالیس سال تک گوشہ نشین رہے۔ بارہ سال تک چیتھڑ میں سے نہیں لگائی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہاں میں اس قدر زیادہ مشغول ہو گئے کہ ظاہر کی کچھ خبر نہ رہی۔ کہتے ہیں کہ کہ آپ کے حجرے کے سامنے ایک درخت آگاہ اور خوب بڑا ہو گیا۔ برسوں تک آپ کو اس درخت گنگے لگتے اور اس کے بڑے ہونے کی خبر تک نہیں ہوئی۔ ایک دن آپ کی نشست گاہ پر اس درخت کے پتے گرے۔ پوچھا: یہ پتے کہاں سے آگئے؟ لوگوں کی اطلاع گاہ پر اس وقت معلوم ہوا کہ حجرہ کے دروازے ہی پر ایک درخت آگ آیا ہے اور بڑا ہو گیا ہے۔ عرض کہ شیخ محمد عیسیٰ ہمیشہ مراقبہ میں رہا کرتے تھے۔ جسم کی تمام بڑیوں کے ساتھ گردن کی پڈیاں تک ابھرا آئی تھیں اور سینہ اندر کی طرف نہیں گیا تھا۔ [اخبار الاخبار، ص ۲۳۰، ترجمہ مولانا اقبال الدین احمد، دارالاشاعت، لکھنؤ، ۱۹۶۲ء]

"تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے جو تہجد" کے مولف سید اقبال احمد لکھتے ہیں: "آپ کا پتر اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ حجرہ مبارک میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔ جو کچھ تو حیات تھی، اس پر نگاہ نہ ڈالتے تھے، وہ تو حیات شام تک ختم ہو جاتی تھیں۔ سلطان ابراہیم شرقی اور سلطان محمود کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ نماز جمعہ حضرت مخدوم مسجد خالص مخلص محلہ پان درہ میں فرماتے تھے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ عرض کیا: اگر حکم ہو تو خانقاہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرادی جائے؟ فرمایا: نیت اچھی ہے۔ ہاں وجہ جامع مسجد جو پیوری کی تعمیر سلطان محمود شرقی نے شروع کی اور سلطان حسین شرقی نے اس کا ختم کیا ہے۔

آپ کا وصال ۱۱۳ ماہ ربیع الاول کو ہوا۔ سال وصال میں اختلاف ہے۔ صاحب سراج ارشدی لکھتے ہیں کہ آپ کا وصال ۸۳۵ھ/۱۴۳۳ء میں ہوا مگر اخبار الاخبار میں ۸۲۸ھ مطابق ۱۴۲۳ء لکھا ہے۔ مفتی غلام سرور نے تخریضہ الاصفیاء میں ۹۱۱ھ

شیخ الانساب کی علمی اور تاریخی اہمیت اس بات سے بھی خوب نمایاں ہے کہ اس کے بعد لکھی جانے والی اہم اور ماخذ کے طور پر استعمال کی جانے والی کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔ میں نے خود بحر ذار، خزینۃ الخواطر، آئینۃ اودھ اور دیگر کتابوں میں اس کے حوالے دیکھے ہیں، جبکہ یہ کتاب نہ مطبوعہ ہے، نہ اس کے قلمی نسخے عام طور سے دستیاب ہیں۔ اس سے ہر صاحب ذوق اس کتاب کی اہمیت اور مقبولیت کا خوب اندازہ کر سکتا ہے۔

میرے مقدمہ و کرم حضرت مولانا سید اکمل اجملی علیہ الرحمۃ نے سر زمین اللہ آباد کی مردم شناسی پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الانساب کی فنی قدردانی کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

لہذا آباد کو جو ادنیٰ مرکزیت حاصل ہے، اس سے ہر کس و تا کس واقف ہے۔ عہد قدیم کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو بھی لہذا آباد کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ یہ ہمیشہ سے علم و ادب کا گوارہ رہا۔ اس کے ارد گرد موصافعات، قصبات اور دیگر مقامات ہمیشہ علمی و ادنیٰ دنیا میں شہرت کے حامل رہے۔ عہدِ طفلی میں کڑہ ادنیٰ مرکز کی حیثیت سے ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں جھلکتا رہا۔ سید قطب الدین مدنی، شاہ کزک مجذوب اور ان جیسے نہ جانے کتنے بزرگوں کے آثار میں گئے جنہوں نے رشد و ہدایت کے ساتھ علم و ادب کی بھی مجلسیں آراستہ کیں اور تہنیف و تالیف کے دریا بہائے۔ کڑے سے مکتب پور جہاں شاہ حسام الدین مکتب پوری، سید حامد، سید نور جیسے بڑے مرشد و رہنما اور ادنیٰ دنیا میں شہرت کے حامل لوگ گذرے۔ مشرقِ جانب عہدِ تعلق میں شاہ شعبان ملت، عہدِ شرقی میں سید تقی، سید تقی کے فرزند [پوتے] مصطفیٰ شیخ الانساب کی خدمات سے روگردانی نہیں کی جاسکتی [تفصیل: دوام۔ مولانا سید محمد اکمل اجملی سابق سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل، لہذا آباد، ۱۹۸۸ء]۔

شعر و ادب سے بھی حضرت مصنف کو ربط تھا۔ شیخ الانساب میں آپ کے منظوم نسیب نامے درج ہیں، جن سے آپ کی شعری انھماں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہاں

بھی فارسی زبان کے رواں قلمی ادب سے ملاقات ہوتی ہے۔ چند اشعار دیکھئے۔
رسول ہادی و مہدی، امام جن و بشر
برو صلوات و سلام خدا بشام و سحر

☆

محمد سید اکوئین محبوب خدا دانی
علی داماد او یوہ بہ امر خالص ربانی

☆

یارب از ارواح ایشان فیض بخشے بر زمین
از کمال فضل خود جہا ہمیشہ آشکار

☆

محمد آمدہ از نسل شان بچون اللہ
معتین نوشت ہمہ نامہا کہ لائق دید

☆

رحمت و عفران یہ اجدادش یونعم القرین
تا بود خورشید روشن بر زمین ویرنا

☆

شیخ الانساب کی تلاش اہلِ علم کو عرصے سے تھی، لیکن یہ گوہر شہ تاب کی مانند انسانی سمندر کی تہوں میں روپوش تھا۔ چند نسخے تھے بھی لیکن ان کی اطلاع عام طور پر لوگوں کو نہ تھی اور وہ ان کتب خانوں میں اس کے نسخے ایسے چھپائے جاتے تھے جیسے گوہ نور کا پیرا کہ کوئی اسے ایک نلے زندگی اپنی رفتار سے آگے بڑھتی رہی، یہاں تک کہ چھ صدیاں بیت گئیں۔ نہ اصل کتاب منظر عام پر آسکی، نہ اس کا ترجمہ۔

خدا بھلا کرے مولانا سید جمال احمد صاحب کا کہ جب انہوں نے حضرت مولانا سید فیضان اللہ قادری صاحب کی کتاب ”آفتاب اللہ آباد“ میں شیخ الانساب

کا حوالہ دیکھا تو سید فیضان صاحب سے رابطہ کیا اور پھر انہیں سید صاحب کی کشادہ قلبی اور علم دوستی کی بدولت شیخ الانساب کی زیر نگرانی باجھا گئی۔

مولانا سید جمال احمد صاحب، سیدنا محمد و سیدنا عبد اللہ بن راجوقال قدس سرہ کے شہزادے ہیں اور اخلاق عالی پایا ہے، اس لئے ان سے ایک قیمتی تعلق ہے۔ پی ایچ ڈی کا مقالہ جمع کرنے کے بعد ایک ملاقات میں ان کے خاندانی بزرگوں کے تعلق سے گفتگو چل پڑی۔ میں نے گزارش کی کہ میں حضرت سیدنا راجوقال قدس سرہ کا خصوصی نیاز مند ہوں، آپ ان کے فرزند خاندان ہیں۔ اگر اکابر خاندان میں سے کسی بزرگ کا علمی سرمایہ قلمی صورت میں محفوظ ہو جسے منظر عام پر لایا جائے تو عنایت کریں تاکہ میں اس علمی خدمت کے ذریعہ حضرت سیدنا راجوقال قدس سرہ کی بارگاہ اقدس میں اپنی نیاز مندی کا خراج نذر کر سکوں۔ سید صاحب نے چند صفحے بعد شیخ الانساب کی زیارت کرائی، مصنف کتاب سے اپنا خاندانی ربط واضح کیا اور وہ نسخہ مجھے عنایت کیا تاکہ میں اپنی صواب دید کے مطابق جس طریقے سے چاہوں، اسے مناسب صورت میں منظر عام پر لے آؤں۔ میں نے اسے اپنی سعادت اور سیدنا راجوقال قدس سرہ کا روحانی فیض سمجھا اور عقیدت کے ہاتھوں اس گنج گراں مایہ کو ہاتھوں میں لیا اور سر آنکھوں پر رکھا۔

بچہ تعالیٰ ۱۳ فروری ۲۰۰۸ء کو میرا پی ایچ ڈی کا مقالہ "مساهمة العلامة فضيل حسن الخبير آبادي في الدراسات الاسلامية والفلسفية عقلی کڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ عربی میں جمع ہو گیا۔ اس کے بعد viva voce کا مرحلہ باقی تھا، جس میں پھر بیٹے سے لے کر کبھی کبھی ایک سال تک کا وقت صرف ہو جاتا ہے لیکن ایک تک خاندان کی ریشہ وراثتوں کی وجہ سے اس میں دو سال سے زائد عرصہ لگ گیا۔ کوشش یہ رہتی ہے کہ زندگی کے مستعار کے لحاظ، مفید علمی اور ذہنی کاموں میں مصروف رہیں۔ اس لئے ان وقتوں کو نشیبت جانتے ہوئے میں نے شیخ الانساب کے ترجمے کی تکمیل کا ارادہ کر لیا۔

۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ تک جون ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مصطفیٰ جامع مسجد زہرہ باغ میں حضرت سیدنا راجوقال قدس سرہ کے نام شریفی باریسال ثواب کیا، مولانا سید جمال احمد صاحب سے فاتحہ تلائی اور اسی دن نوری مسجد عباس علی گڑھ کے محفل میں ترجمے کا آغاز ہو گیا۔ بیشتر حصوں کے ترجمے اسی نوری مسجد کے محفل میں ہوئے۔ پلاٹ نمبر ۱۳/۱۱/۱۳۳۰ھ/۱۷ جولائی ۲۰۰۹ء بروز منگل اسی نوری مسجد میں ۱۳ رجب ۱۳۵۰ھ پر شب میں اس ترجمے کی تکمیل ہو گئی۔ حالات کے تشیب و فراز، طبیعت کی ناسازی، سحر کی محسوس اور یاروں کی تاہم بائیاں جھیلنے ہونے اور ذولیدہ حال سے اس پتھر کی مدت میں ترجمے کی تکمیل محض فضل الہی اور مشائخ بالخصوص سیدنا راجوقال، حضرت مصنف اور ان کے مقدس اہل و عیال کی روحانی کرم فرمائی تھی۔ جب کہ ایسا بھی تھا کہ سارے لمحات اسی ترجمے کے لئے خاص ہوں۔ ترجمے کی تکمیل کے دوران ہی اس پر حواشی کے اضافے کی ضرورت کا احساس ہوا۔ حاشیہ نگاری کی سمت متوجہ ہوا تو یہ کام خاصا وقت طلب اور وقت صرف محسوس ہوا۔ لیکن کام کی تکمیل تو ہوئی ہی تھی، اس لئے اللہ کے جہرو سے پر اس کا بھی آغاز کر دیا۔ وقتوں و تقے سے یہ کام ہوتا رہا۔ اسی دوران دو مستقل پروجیکٹ بھی مکمل ہوئے: سالانہ اہل سنت کی آواز کا چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل "اکابر مارہرہ نمبر" اور "۳۶ صفحات پر مشتمل مستقل تفسیر" دائرہ قادیہ بکرام شریف۔

آج شیخ الانساب کی تقدیم کی آخری سطریں تحریر ہو رہی ہیں۔ قلمندہ علی ذہنہ و اللہ اعلم!

ترجمہ ایک ایسا فن ہے جو بظاہر سادہ ہوتے ہوئے بھی پیچیدہ تہجد واریاں رکھتا ہے۔ یہاں تفسیر کی مانند فنی و فضاویں کی وسعت نہیں ہوتی، بلکہ قدم قدم پر متن کی پابندی، خیال مصنف کی ہم سفری، اس کی مرکزی فکر [Theme] کا لحاظ اور جس زبان سے ترجمہ ہو رہا ہے اور جس زبان میں ہو رہا ہے، دونوں زبانوں کی بھری، مترجم کی ذمہ داریوں میں خاصا اضافہ کر دیتی ہیں۔ ڈاکٹر عنوان چشتی نے جعفر فرمایا:

"ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں انتقال خیال کا سادہ عمل ہوتے ہوئے بھی ایک پیچیدہ عمل ہے۔ یہ عمل خالص فنی، ادبی اور کسی قدر تحقیقی نوعیت کا ہے۔ ترجمہ کرنے وقت مترجم اپنا علم اور تزیل کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔ اس لیے ترجمے کے عمل کے لیے تحقیقی ریاضت، تنقیدی بصیرت اور تحقیقی صلاحیت کی ضرورت ہے۔ اس شگفتہ کا ہر زاویہ اور ہر خطہ اپنی جگہ موزوں اور متوازن ہونا بھی ضروری ہے۔" [ترجمہ کا فن اور روایت، ڈاکٹر قمر رشید، ۲۰۰۷ء، جامع پبلشنگ ہاؤس، دہلی] افسر، علم و ادب کا ایک کم سوا طالب علم ہے۔ تحقیقی ریاضت، تنقیدی بصیرت اور تحقیقی صلاحیت کو معیاری دانشوروں کے حصے کی چیزیں ہیں لیکن اپنی کم سوادگی کے باوجود کوشش رہی ہے کہ ترجمہ متن کے مزاج کا ترجمان اور مصنف کی فکری مرکزیت [Theme] کا قوادارہ و ترجمے میں اعتدال، مہلاست اور توجیح کی راہ اپنائی گئی ہے، اس لیے نہ یہ پورے طور سے باخفاورہ ہے، نہ محض لفظی۔ یہ کوشش کہاں تک کامیاب ہے، اس کا فیصلہ حضرات قارئین فرمائیں گے۔

خواہی میں ضروری مقامات پر حضرت مصنف کے موقف کی تائید پیش کی گئی ہے۔ اصل کتاب میں اگر کہیں غیر راجح روایت درج ہے تو معتبر حوالوں سے اس کا راجح پکاؤ پیش کر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حضرت مصنف کی رائے، جمہور کی رائے سے مختلف نظر آتی تو اس کی تحقیقی مصادر کی روشنی میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ حواشی کے باب میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے گوشے میں خاص کاوش کی ہے، مولیٰ تعالیٰ، اپنے محبوب انبیائے کرام کی اس خدمت گاری کو خصوصی شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین، عباد سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

خواہی میں وقت کی کمی، مہولت اور معروف ایجاب ہونے کی وجہ سے عموماً مستند ثانوی مآخذ پر اتکا کی گئی ہے، لیکن جہاں تحقیق اور اصل مآخذ سے مراجعت کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہاں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھی گئی بلکہ اس گوشے کی اختصار اور جامعیت کے ساتھ مکمل وضاحت کر دی گئی ہے۔ جدید اسلامی ازم نیٹو پیڈیا،

انگریز کی مدد سے متعدد متعلقہ نقشے، تاریخی مقامات اور مزارات طیبہ کی تصاویر بھی باہر کاوش سے حاصل کر کے شامل کتاب کی گئی ہیں۔ اللہ آباد اور اس کے مضافات کے مزارات طیبات اور تاریخی مقامات کی تصاویر میں نے خود جا کر حاصل کیں۔ منہاج پور، بھروئی، مخدوم پور اور پر سکھی میں آرام فرما بزرگوں کے مزارات طیبہ کی تصاویر کے حصول میں مولانا سید جمال صاحب کے برادران اور مولانا قاسم حسین صاحب نے خصوصی تعاون فرمایا۔ فجزاھم اللہ الحسن الجزاء

بالکل اخیر مرحلے میں نذہ و الخو اطری و رقی کردانی کرتے وقت شیخ الانساب کے ایک نسخے کا سراغ ملا۔ میں اس کے حصول کے لیے لکھنؤ گیا اور اسے حاصل کرنے کے بعد دو دنوں خوشوں کا باہم مقابلہ کیا۔ یہ دوسرا لکھنؤی نسخہ ناقص اطرفین تھا۔ اس کا آغاز حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر تکمیل سے ہوتا ہے اور پانچویں فصل خانوادہ قادیہ سے پہلے پہلے یہ نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی تحریر بہت صاف تھی اور کپیوٹر کے zoom سسٹم سے اسے خوبی کے ساتھ پڑھا جاسکتا تھا۔ کتابت میں غلطیاں بھی بہت کم تھیں، جبکہ پہلا اللہ آبادی نسخہ ان اوصاف سے خالی تھا۔ اس میں کتابت کی بے شمار غلطیاں، ذولیدہ خطہ صفحات کا سائز چھوٹا اور صفحات کے اعداد ۳۱۹ تھے۔ لیکن یہ بھی ناقص لآ خیر ہے۔ اس میں پانچویں فصل اور چھٹی اور ساتویں فصل نادرہ منظوم نسب نامہ میں ۸۶ سے ۹۸ تک حاشیہ پر لکھا ہوا ہے لیکن اس کی ذرا کس صحیح نہیں آئی۔ اس لیے قابل قراءت [Readable] نہیں ہے لیکن لکھنؤی نسخے کے اخیر میں درج چھ منظوم نسب نامے ترجمے کے ساتھ ساتویں فصل کی صورت میں درج کئے گئے ہیں۔

اللہ آبادی نسخہ ۷۳x۹۴ اور لکھنؤی نسخہ ۹۴x۷۳ کے سائز پر مشتمل ہے۔ اللہ آبادی نسخے میں سطر ۱۳ ہیں اور لکھنؤی نسخے میں ۲۳ سطر ہیں اور خطی ماریک ہے۔ جو مضمون اللہ آبادی نسخے میں ۹۷-۳۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، وہ لکھنؤی نسخے میں صرف ساتھی صفحات میں سما ہوا ہے۔ اس سے لکھنؤی نسخے کے خط کی باریکی اور سائز

کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔
اصل الہ آبادی نسخہ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء کا تحریر فرمودہ ہے۔ مالک نے نسخے ابتدا میں یہ تحریر درج فرمائی ہے:
"یہ نسخہ شیخ الاسلام ہے۔ کتاب شیخ الاسلام واقع تاریخ اربعی ۱۸۸۱ء کو کہ مطابق ۱۲۹۸ھ یعنی، میں حافظ علی صاحب ساکن جمبوی سے یادائے تحریر مبلغ ۸ لکھوا کر سید محمد ظہور ولد سید غلام شاہ صاحب مرحوم و مشہور ساکن جمبوی نے لیا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے، باطل ہووے۔ سید محمد ظہور اربعی ۸۱ء"

کتاب شیخ الاسلام

کتاب شیخ الاسلام واقع تاریخ اربعی ۱۸۸۱ء کو کہ مطابق ۱۲۹۸ھ یعنی، میں حافظ علی صاحب ساکن جمبوی سے یادائے تحریر مبلغ ۸ لکھوا کر سید محمد ظہور ولد سید غلام شاہ صاحب مرحوم و مشہور ساکن جمبوی نے لیا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے، باطل ہووے۔ سید محمد ظہور اربعی ۸۱ء

کھنوی نسخے میں کاتب اور مالک کا نام تحریر نہیں، یہ نسخہ مصنف زید الخواطر کے زیر مطالعہ رہا، پھر مدوۃ العلماء کی لائبریری میں پہنچا۔ احقر نے وہیں سے اسے حاصل کیا۔ اس کا اندراج نمبر ہے: تاریخ فارسی، ۲۶۰۵/۵۱۔
کھنوی نسخے کی مدد سے بہت سے ناقابل قراءت مقامات کی تصحیح کی گئی، کہیں کہیں دونوں نسخے میں درج ناموں میں اختلاف تھا، انہیں Oblique گیر دے کر ساتھ ہی درج کر دیا گیا ہے۔ کہیں اختلافات زیادہ ہیں تو انہیں حاشیے میں واضح کر دیا ہے۔ کہیں کہیں کھنوی نسخے میں عبارتیں زائد تھیں، تو ان کے ترجمے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ غرض ہر طور سے خامیاں دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ ایک کی روٹھی ہے۔ وہ ہے حضرت مصنف کے اختلاف کی تفصیل اور دور حاضر تک کے جملہ اختلاف کے اجمالی ترجمے کا اندراج۔ ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی حاشی کی بھرپور کوشش رہے گی۔

اس مبارک کتاب کے ترجمے کی سعادت، سیدنا ابو الفضل سید صدر الدین راجو قال موجو دیا بخاری قدس سرہ [۷۴۱ھ-۸۲۷ھ] کی نسبت گرامی سے حاصل ہوئی۔ احقر ڈسکر کے لیے "تعمیر عاقلان" کا ورد رکھتا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ سیدنا راجو قال قدس سرہ کا ام گرامی لیا جاتا ہے۔ سرکار نور سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ کی گرامی تصنیف "النور والنباء لاسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء" کا ۲۰۰۲ء میں اردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس میں خاوادۃ برکاتہ کے تیر و سلاسل طریقت کا تذکرہ ہے۔ ان میں سلسلہ قادریہ قدیم، سلسلہ چشتیہ قدیم، سلسلہ سہروردیہ قدیم، سلسلہ سہروردیہ جدیدہ چار سلاسل، حضرت سیدنا راجو قال قدس سرہ کے واسطے سے ہوتے ہوئے خاندان برکات تک پہنچے ہیں۔ ان دونوں خاندانوں سے حضرت محمد سیدنا راجو قال قدس سرہ سے احقر کو ایک خصوصی تعلق حاصل ہوا۔ مولانا سید جمال احمد صاحب مہمان پوری حضرت ہی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں

آپ کے حضور مہربان رہتے تھے، زبان مبارک، سیف الہی تھی، قہر و لطف کی حالت میں جو فرماتے، ہو جاتا۔ آپ کے روئے زیا کو دیکھ کر بچوں کا فرشتہ بہ اسلام ہو گئے، بزرگوں افرانے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور بہت سے خاصان خدا نے منزل سلوک طے کی اور قرب الہی کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے سلاسل کا فیض خوب پھیلا۔ حضرت میر عبد الوادھ بنگلہ گرامی قدس سرہ سے بیخ سائل شریف میں اپنے پانچویں شیخ طریقت سیدنا راجو قال قدس سرہ کا ذکر بڑے اہتمام اور عقیدت سے فرمایا ہے۔

برادر محترم حضرت محمد جہانیاں جہاں گشت کے وصال (۱۰۱۰ھ) بعد ۸۵ھ کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے اور تقریباً پچیس سال تک ہدایت و ارشاد اور تلقین و تزکیہ کی برہم آراستہ کرنے کے بعد ۱۶/۱۳ جمادی الاخرہ ۸۲۷ھ شہینہ کی شب میں اپنے مالک و مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے رحمہ اللہ رحمتہ واسعہ۔

حضرت سید صدر الدین راجو قال بخاری قدس سرہ کے پانچ صاحبزادے تھے:
۱- قاضی سید حسام الدین کو ہی، سید ابوالخیر محمود، ۳- سید ابوالسحاق، ۴- سید جمال الدین، ۵- سید روح اللہ۔ ان میں حضرت سید حسام الدین پیلے دہلی تشریف لائے پھر فیروز شاہ کے لشکر کے ساتھ دشمنان اسلام کی سرکوبی کے لیے پرتگیزی متحمل کرا لیا۔ آباد کار رخ فرمایا اور پھر قاضی کی حیثیت سے وہیں قیام فرمایا۔ وہیں آسودۂ خواب ہیں۔ باقی صاحبزادگان کی نسلیں اوج، ہجرات پاکستان میں آباد ہیں۔

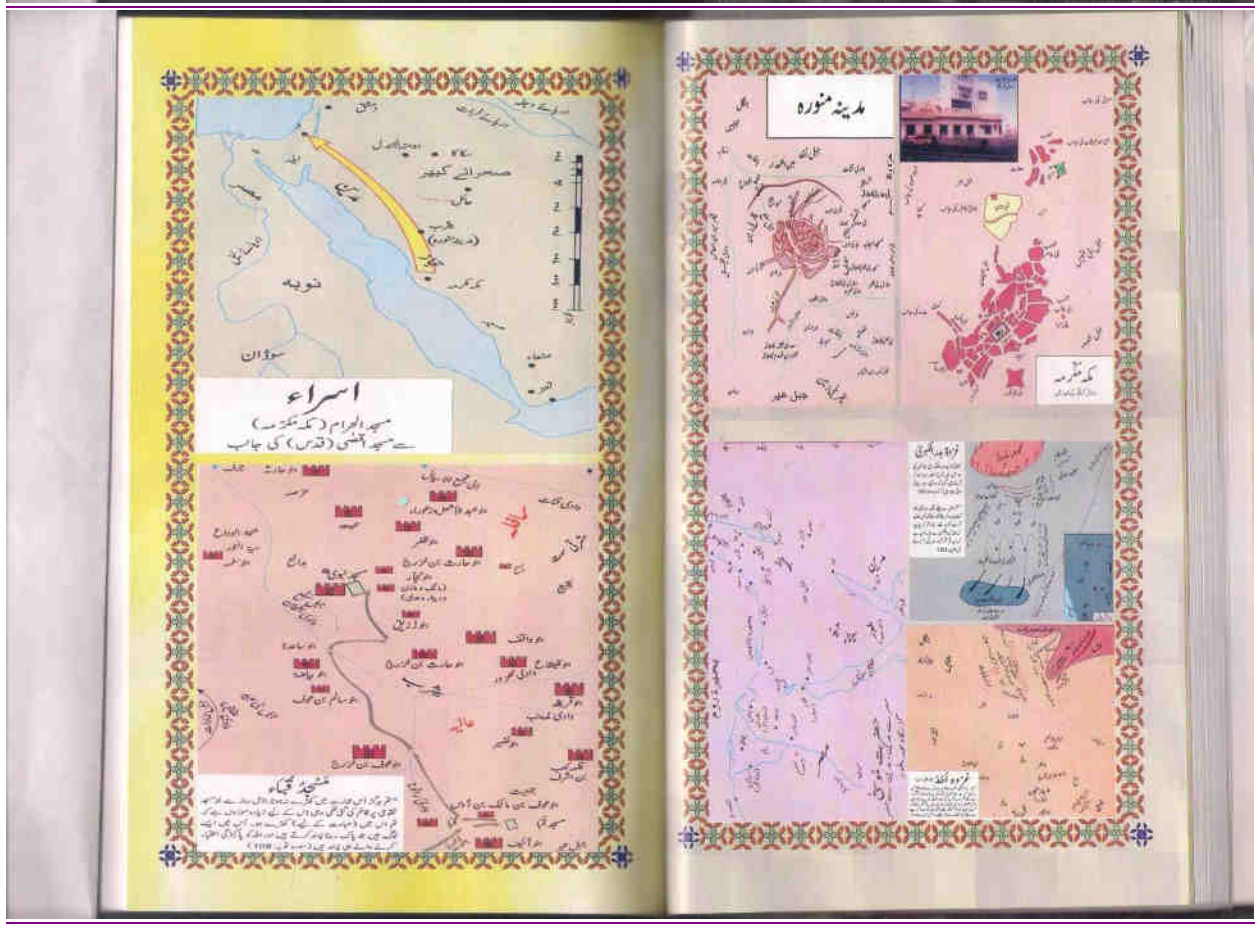
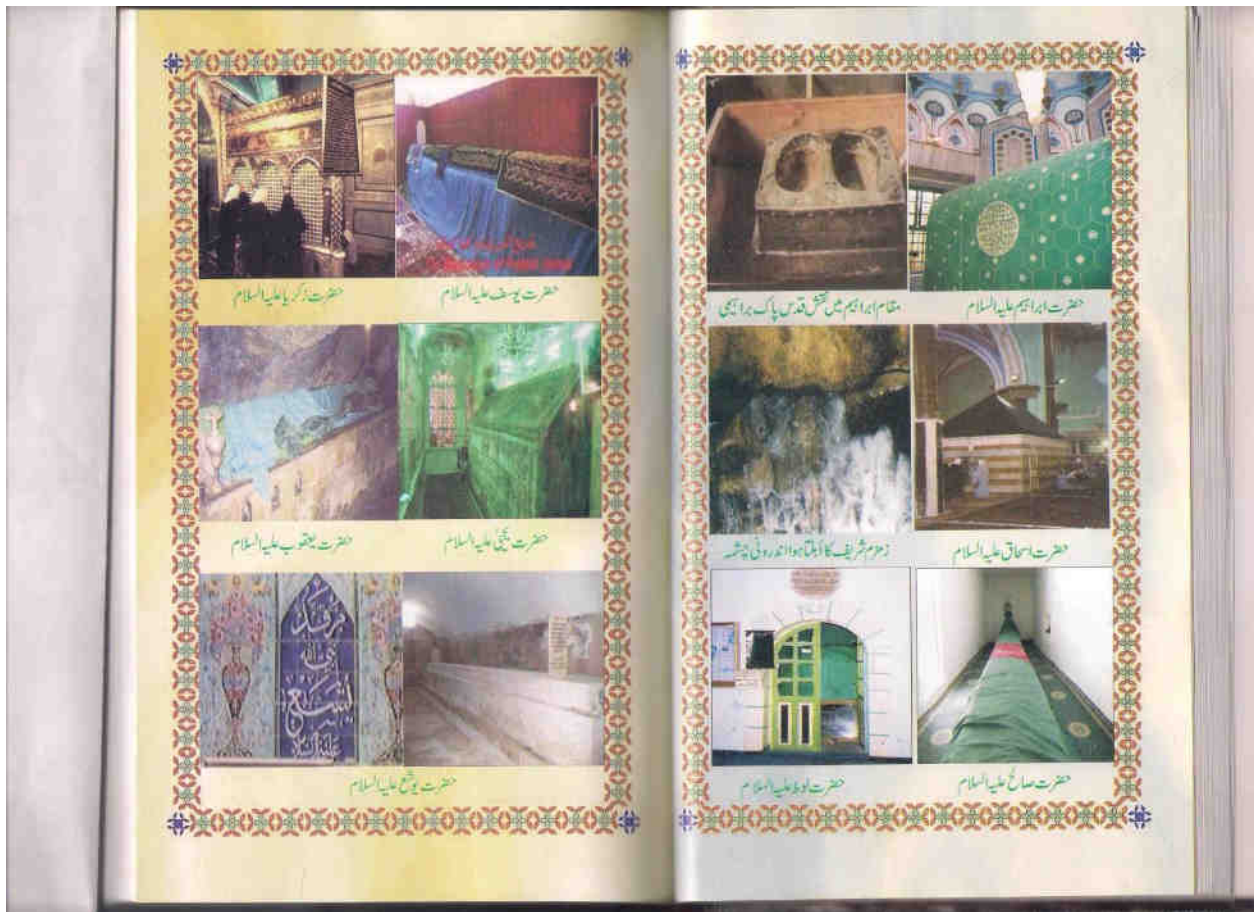
اللہ! آج یہ کاروان سعادت، منزل مقصود کو پہنچاتا ہے۔ اس منزل تک رسائی میں متعدد واجب و تکلیفین کی رفاقت، معاونت اور ہم سفری میسر رہی جن میں سرفہرست شہزادہ سیدنا محمد راجو قال، مولانا سید جمال احمد صاحب کا ام گرامی ہے۔ آپ کا تعاون قدم قدم پر ساتھ رہا اور یہ ان کا حق بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں تاویر محبت و عافیت اور سلامت روی کے ساتھ شاد و آہور کے اور دین و علم کی خدمت

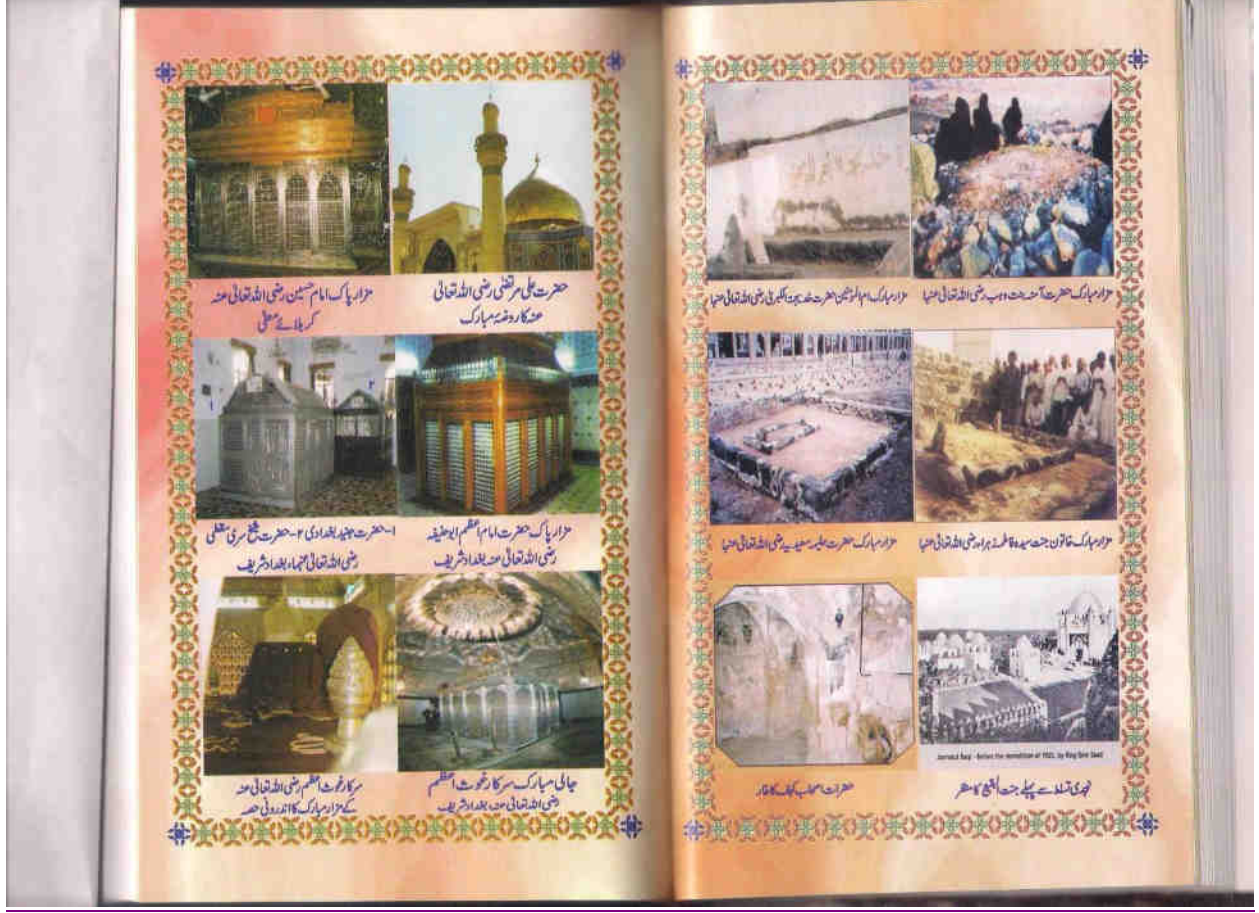
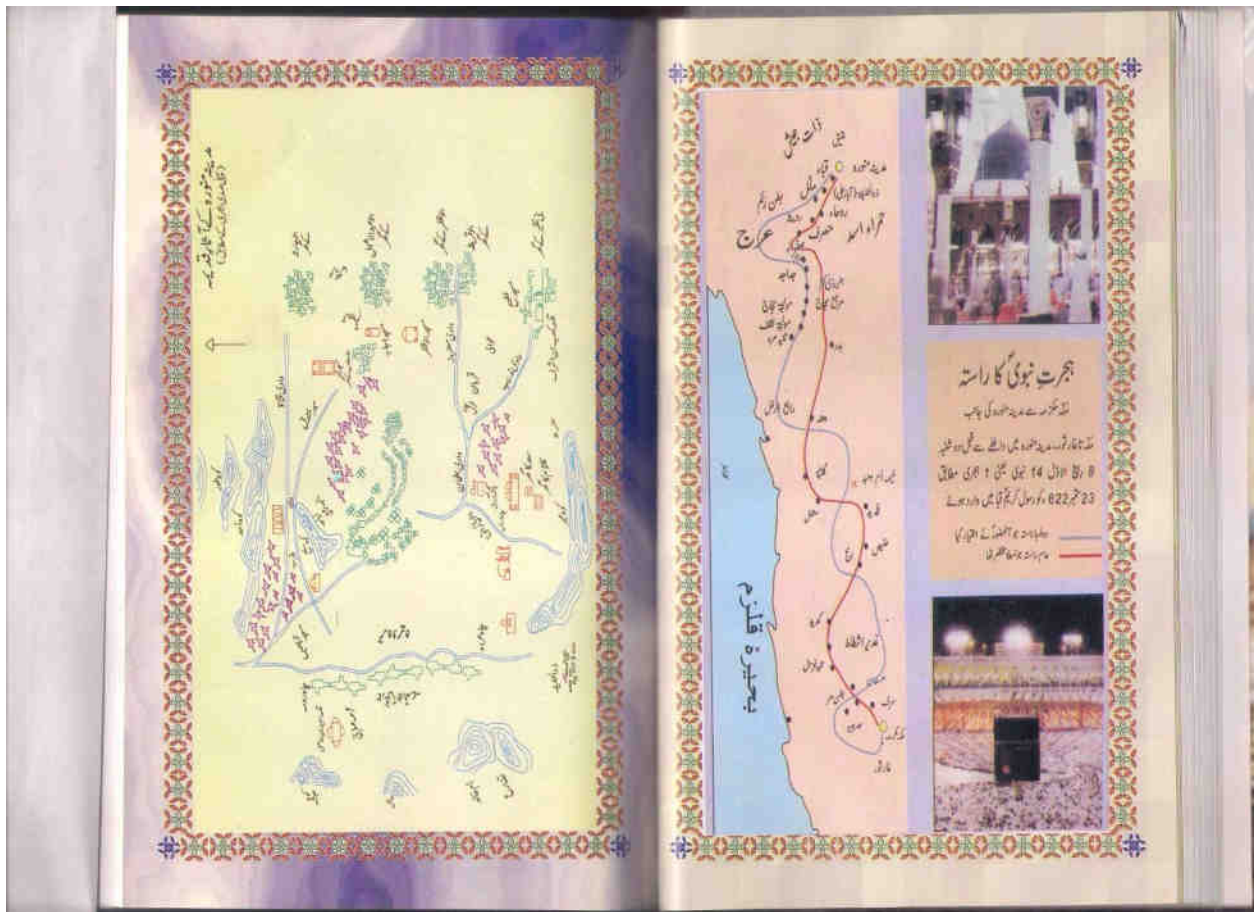
اور سیدنا محمد شہان ملت قدس سرہ آگے چل کر حضرت راجو قال قدس سرہ کے یک جدی ہو جاتے ہیں۔ دونوں بزرگوں کا سلسلہ طریقت بھی ایک ہے۔ حضرت محمد شہان ملت سلسلہ سہروردیہ میں دو واسطوں سے حضرت محمد رکن الدین ابوالفتح ممتانی قدس سرہ تک پہنچتے ہیں اور حضرت سید صدر الدین راجو قال، ایک واسطے سے۔ ان مناسبات کے پیش نظر میں نے اس گرامی ماہ کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری بڑے چاہ سے لی جو بہت ہی عقیدت کے ہاتھوں تکمیل تک پہنچی۔ اسی لیے میں نے اپنی اس کاوش کو حضرت راجو قال قدس سرہ کی خدمت اقدس میں نذر [Dedicate] کیا ہے۔

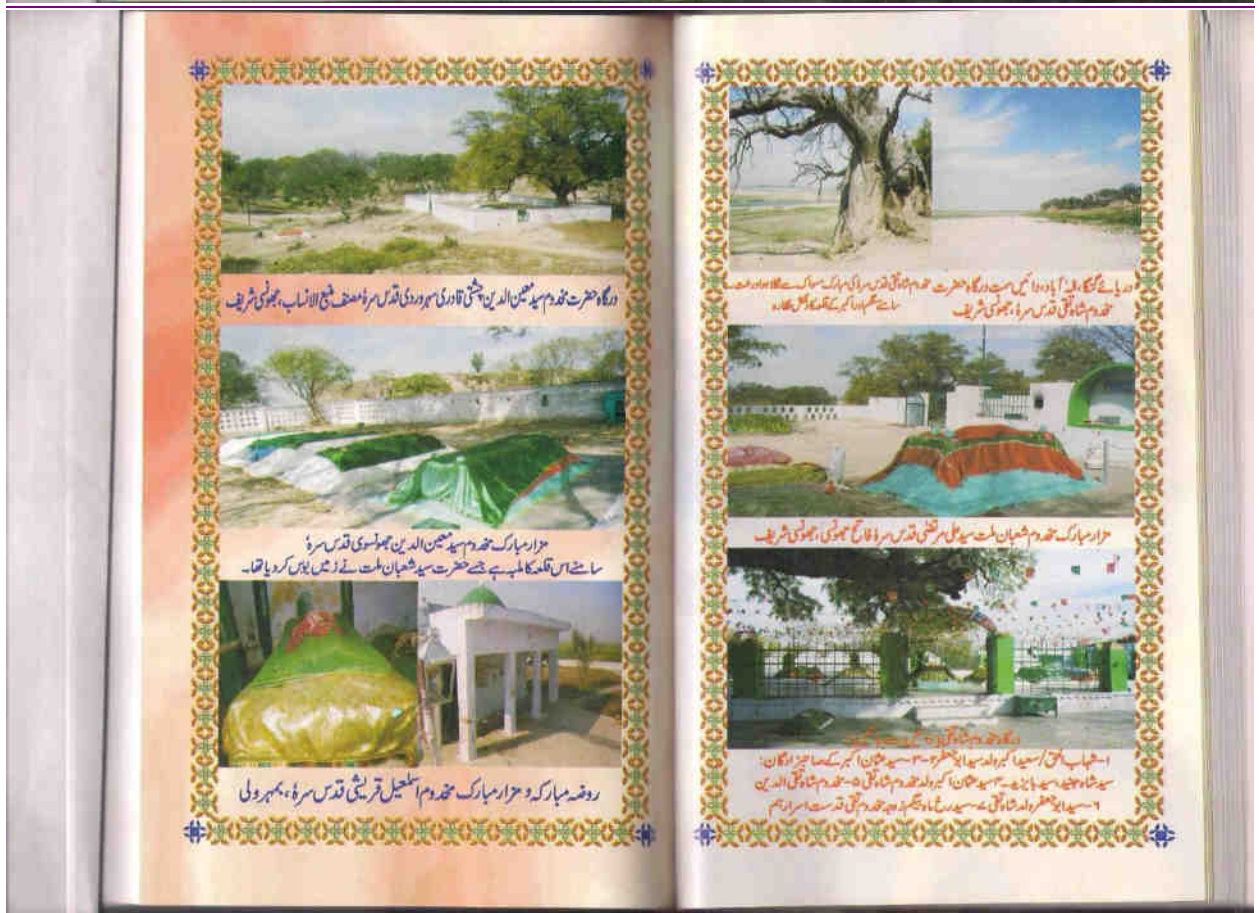
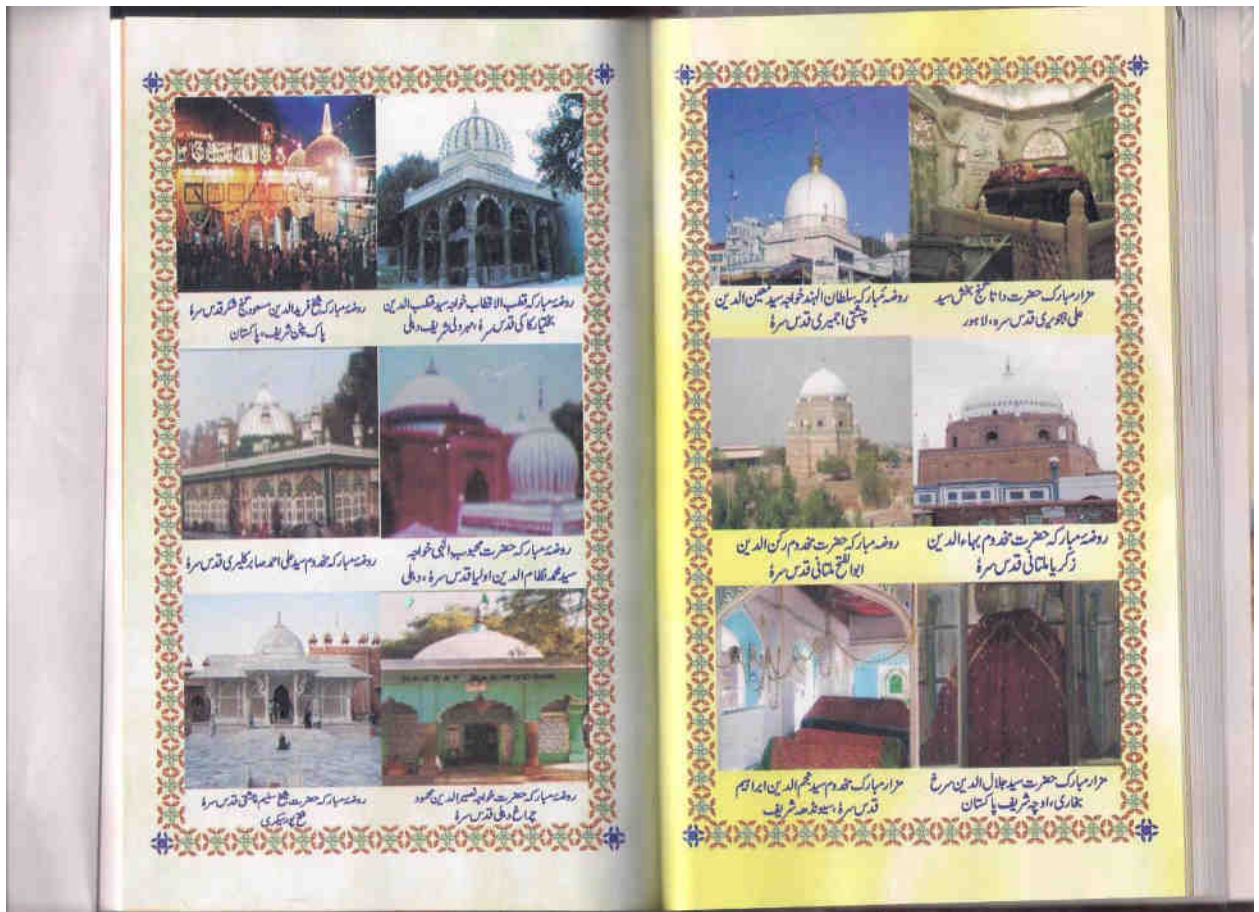
حضرت سیدنا سید صدر الدین راجو قال بخاری قدس سرہ، حضرت محمد سید احمد کبیر بخاری قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو دوسری اہلیہ سے تولد ہوئے۔ آپ حضرت محمد جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ کے چھوٹے ملائی بھائی تھے۔ یہ دونوں بھائی حضرت محمد جہانیاں جہاں گشت اور حضرت راجو قال قدس سرہ جہاں طریقت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان بزرگوں کا فیض قادری، چشتی، سہروردی سبھی سلاسل میں موجود ہے۔ حضرت راجو قال قدس سرہ [۷۴۱ھ-۸۲۷ھ] نے خرقہ خلافت والد ماجد اور برادر محترم دونوں بزرگوں سے پایا۔ آپ کی روحانی عظمتوں کے لیے حضرت محمد جہانیاں جہاں گشت کا یہ ارشاد کافی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوق کی خدمت میں مشغول رکھا ہے اور شیخ راجو کو اپنی ذات میں مصروف کر دیا ہے"
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اس ارشاد کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

سید صدر الدین پر ہمیشہ استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی اور لوگوں سے بالکل علیحدہ رہتے تھے..... سید صدر الدین بڑے باکرامت بزرگ اور صاحب تعریف ولی اللہ تھے۔ [اخبار الاشرار اردو ص ۳۳۵]
آپ کو خدا داد عظمت، جہت اور تہذیب حاصل تھی۔ بڑے بڑے سرکش









مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔

مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔

طالب دعا

ساجد

۱۷ رجب الثانی ۱۴۳۱ھ
۳ اپریل ۲۰۱۰ء



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔



مذہب ہمارے مذہب ہے ہمیں ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔ ان کی خدمت میں ہونا چاہیے۔

سائل شہسروی — ایک تعارف

- ☆ قسمی نام : سائل شہسروی (ملک)
- ☆ ما : ارشاد احمد رضوی
- ☆ ولادت : جناب اشفاق احمد برکاتی ولد موسی احمد خٹیبی
- ☆ مستقل پتہ : کاشانہ برکات رضا۔ ویمنزل محلہ مارداروہ دائرہ شہسرام 821115
- E-mail: r.sahil27@gmail.com
- sshil27@rediffmail.com
- ☆ تعلیمی بستیں : فیاضی و مصفاقی ملنگ
- ☆ بیعت طلب : احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی قدس سرہ
- ☆ بیعت ارادت : تاج الشریعہ قاضی القضاة علامہ اختر رضا قادری ازہری داماد
- ☆ اہانت خلافت : علامہ محمد امین حضرت مولانا سید ابولس مصطفیٰ دہلوی بنگلہ شریف
- ☆ تعلیمی استاد : عالیہ و فضیلت، تخصص فی لغت اچھی قرأت حفص، قرأت سیدہ
- ☆ خدمات : امام شریف مبارک پور، امامت بی انجمنی، مربی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)
- ☆ زبان دانگی : اردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی
- ☆ قادی : تقریباً ایک ہزار قادی جو فقیرانہ عقیم ہندو علامہ محمد شریف الحق امجدی
- ☆ مشق سخن : نعت و مناقب - پچاس سے زائد

تصانیف:

- (۱) خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات
- (۲) تبرکات خاندان برکات
- (۳) تصانیف خاندان برکات
- (۴) شاہ خاندانی کار و دستبرد تیسرے قرآن - ایک تنقیدی و تحقیقی جائزہ
- یہ کتاب اہل سنت پر تیسری سیدہ امین قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی اور شراکت میں تصنیف ہوئی
- (۵) مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی - حیات اور شاعری
- (۶) تاریخ ولادت نبوی
- (۷) حضرات محمد بنی کے اخلاق و کرامات
- (۸) خواجہ ہند کی صوفیانہ شاعری
- (۹) حدود سنائی کے علمی آثار
- (۱۰) قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفیٰ خٹیبی - حیات و افکار
- (۱۱) امام احمد رضا اور شہسرام
- (۱۲) مفتی اعظم
- (۱۳) صدر الشریعہ
- (۱۴) ملک العلاما
- (۱۵) شوقی تحریک اور حضرت صدرالفاضل
- (۱۶) حافظت
- (۱۷) شارح بخاری
- (۱۸) حضرت صادق شہسروی - حیات اور شاعری
- (۱۹) حکیم الاسلام مفتی مظفر الدین قادری برکاتی - حیات اور خدمات
- (۲۰) منتہی - ایک خصوصی مطالعہ

- (۲۱) عرفان عرب (زمانہ جاہلیت سے لے کر دور حاضر تک کے عربی مطبوعہ
 - ادب کی تاریخ اور اہم عربی کی تصانیف کے اردو ترجمہ)
 - (۲۲) مسالمت والحدائق فضل حق البیاد فی الدرر المسالیہ والفضلیہ غیر مطبوعہ
 - (بی انجمنی کا عربی مقالہ)
 - (۲۳) دائرہ قادری - بنگلہ شریف
 - (۲۴) صاحب عرس قاسمی
 - (۲۵) اسد العارفین سید شاہ محمد ترمذی قدس سرہ
- ترجمہ:**
- (۱) کاشف الاستار - اسد العارفین سید شاہ محمد ترمذی ہندی
 - (۲) انور و انوار الاسانید ایضاً وسائل الاولیاء (۱۳۷۵ھ)
 - (۳) سراج العارفین سید شاہ ایوب حسین احمد توری
 - (۴) وجود العاشقین - حضرت خواجہ سید محمد بندہ گورکھ پور
 - (۵) منبع الانساب سید حسین الحق، ہمدانی الادی
 - (۶) ذیلیات الاعلام سید شاہ و خوب اللہ الادی

- (۱) اشرفی شائع ہوا
- (۲) اکتوبر ۱۹۵۵ء ۱۳۲۳ھ ۲۰۰۲ء
- (۳) اسلامی بیورو کراچی، محمد بخش شری مبارک پور، ۲۰۰۲ء
- (۴) امام احمد رضا اور شہسرام - صفحات ۱۸-۳۱، اشرفی، ۱۳۱۸ھ ۲۰۰۲ء
- (۵) امام اعظم اور مطبوعہ (عربی) تقریباً ۵۰ صفحات
- (۶) بنگلہ دیش (مضمون مفتی اعظم قدس سرہ آبیٹا، شہسرام، ۱۳۱۸ھ ۱۹۹۹ء)
- (۷) تاریخ ولادت نبوی ایک تحقیقی جائزہ - صفحات ۲۶-۲۸، رمضان ۱۳۱۹ھ ۱۹۹۹ء
- (۸) اہل سنت کی آواز دار پر مضمون کے گوشے مصطفیٰ جان مرتبہ ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا
- (۹) تبرکات خاندان برکات - صفحات ۱۳-۱۱، اہل سنت کی آواز میں شائع ہوا - کراچی سے کتابچے کی شکل میں بھی شائع ہوا
- (۱۰) ۱۳۱۶ھ ۱۱ اگست ۱۹۹۵ء
- (۱۱) ماقولت - ایک تحقیقی تجزیہ - صفحات ۱۰-۱۱، رجب ۱۳۱۶ھ ۱۹۹۵ء، ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا
- (۱۲) ماقولت کی چند نثری تقریریں - صفحات ۳-۱۲، اگست ۱۹۹۹ء، ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا
- (۱۳) ماقولت کی چند تقریریں - صفحات ۶-۳۰، ربیع الاول ۱۳۱۹ھ ۱۹۹۸ء، ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا
- (۱۴) حیات پاکستان - اعظم چٹائی میں ۶-۱۱، جمادی الآخر ۱۳۲۶ھ ۲۰۰۵ء، ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا
- (۱۵) اشرفی، جامعہ نور محمدیہ میں شائع ہوا
- (۱۶) حضرت شارح بخاری کے مناظرے - صفحات ۲۸-۲۹، ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا
- (۱۷) حضرت ملک اعظم اور علامہ شہسرام، ماہنامہ جہان رسالہ، جون ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا
- (۱۸) نادران، تبرکات کا نثری تعارف - صفحات ۵-۳، جمادی الآخر ۱۳۲۶ھ ۲۰۰۵ء
- (۱۹) خاندان برکات کی تصانیف - ایک نظر میں - صفحات ۷-۸، کتابچے کی شکل میں شائع ہوا
- (۲۰) خواجہ ہند کی صوفیانہ شاعری، ۱۲ اشرفی، ۱۳۱۹ھ ۲۰۰۲ء، اہل سنت کی آواز کے گوشے خواجہ ہند پر ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا - صفحات ۳-۳
- (۲۱) دارالعلوم اہل سنت ایک تعارف - صفحات ۵-۵، کتابچے کی شکل میں شائع ہوا
- (۲۲) ذیلی مدارس میں سائنسی نصاب کی شمولیت - صفحات ۵-۳۹، جون ۱۹۹۳ء، علی گڑھ سیمینار میں پیش ہوا اور ماہنامہ تہذیب و اخلاق میں شائع ہوا
- (۲۳) ذکر کتب و حضرت احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری قدس سرہ آبیٹا، اشرفی، ۱۳۱۹ھ ۲۰۰۲ء
- (۲۴) سید الشہید حضرت امام حسین اور حضرت نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ۸، ماہنامہ اشرفیہ

مقالات:

- ۱- آم اور بیروئے کا مناظرہ - صفحات: ۷-۲۳، جمادی الآخر ۱۳۲۱ھ ۲۰۰۵ء، ماہنامہ

- ۲۱- منبت کی آواز کے گوشہ فرشتہ عظیم میں شائع ہوا۔
- ۲۲- سامان تکلیف میں تذکرہ نفس کا پیکر تخلیق: ۲۱ رجب الآخر ۱۳۱۷ھ / ۶ ستمبر ۱۹۹۶ء۔
- ۲۳- جہاں ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔
- ۲۴- منبت کی آواز کے گوشہ فرشتہ عظیم میں شائع ہوا۔
- ۲۵- شہر اشرفیہ کے ماہنامہ تہذیب الاخلاق کی گزشتہ میں شائع ہوا۔
- ۲۶- شہر اشرفیہ کے ماہنامہ کا استعارہ: ۹ ماہنامہ جام نور دہلی میں شائع ہوا۔
- ۲۷- شمالی ہندوستان کی مرکزی قادیان خانقاہ کے تیسرے سہ ماہیہ ۲۰۰۶ء۔
- ۲۸- ماہنامہ اہل سنت کی آواز نامہ پوسٹر میں شائع ہوا۔
- ۲۹- صاحب مہاشا اہل سنت کی صحیحیت اور تادیریت کے سائنسنگل میں ۶-۱۷ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ / ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۶ء کی شہینہ۔ ماہنامہ انور دہلی میں شائع ہوا۔
- ۳۰- صدر اشرفیہ کا کاشی مسز سفلیات: ۲۵-۱۹ دسمبر ۱۳۱۶ھ / ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء چھ ماہیہ جیل صدر اشرفیہ۔ حیات و خدمات دعوتی میں شائع ہوا۔
- ۳۱- صدر اشرفیہ کا کاشی مسز جاتی رسالہ کی روٹی میں۔ سفلیات: ۲۰-۲۱ محرم ۱۳۱۶ھ / ۲۱ جون ۱۹۹۵ء صدر اشرفیہ۔ حیات و خدمات میں شامل ہے۔
- ۳۲- صدر اشرفیہ کے کچھ کالی کالی سفلیات: ۱۹ صدر اشرفیہ۔ حیات و خدمات میں شامل ہے۔
- ۳۳- صدر اشرفیہ کی نئی کتاب: سفلیات: ۵-۱۰ رجب المرجب ۱۹۹۵ء صدر اشرفیہ۔ حیات و خدمات میں شامل ہے۔
- ۳۴- صدر العلماء کے منبت شاکر۔ شاعر: بخاری: ۱۹-۲۳ نومبر ۲۰۰۵ء۔
- ۳۵- علامہ کے لیے انسانی خون کا شہناں: مجتبیٰ شرفی جلد دوم مبارک پور میں شائع ہوا۔
- ۳۶- علامہ سید محمد اکرم خاں شہسرامی پوری علیہ الرحمہ کا ایک کتاب گرامی۔ سفلیات: ۳- ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔
- ۳۷- علامہ فضل حق خیر آبادی اور نظریہ وحدت الوجود: ۱۳-۱۳۱۳ھ / ۱۹۹۳ء دارالعلوم وادارہ کونوی کراچی کے کلامیہ میں شائع ہوا۔
- ۳۸- علامہ اہل سنت کی کاشی سفلیات: ۲۲-۲۳ محرم ۱۳۱۸ھ / ۲۸ جون ۱۹۹۷ء۔
- ۳۹- عمرانیہ کا شرفی فیصلہ اور مسلمان: ۱۳-۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ / ۱۳ جولائی ۲۰۰۵ء۔
- ۴۰- بروز بھہ۔ ماہنامہ انور دہلی میں شائع ہوا۔ پھر کئی صورتوں میں شائع ہوا۔
- ۴۱- غیر اسلامی صحبت کی مفاد کے حق میں کئی مضمون: ۵-۲۸ دسمبر ۲۰۰۵ء چھ ماہیہ۔
- ۴۲- ماہنامہ جام نور دہلی میں شائع ہوا۔
- ۴۳- قند واصل کی تدوین۔ اسباب و نتائج: ۱۳-۱۳۲۸ھ / ۲۲ فروری ۲۰۰۷ء۔ ماہنامہ جام نور دہلی میں شائع ہوا۔
- ۴۴- فقیر اعظم پر شائع ماہرہ کا خصوصی فیضان۔ سفلیات: ۳۰-۲۰ رجب الثور شریف ۱۳۲۱ھ۔

- ۴۵- قرآن کا تصور: ۲۱-۲۱ جولائی ۲۰۰۶ء / ۱۲ نومبر ۲۰۰۵ء۔ ماہنامہ اہل سنت کی آواز کے گوشہ فرشتہ عظیم میں شائع ہوا۔
- ۴۶- محسن اہل سنت (فقیر شریف الحق) امجدی قدس سرہ۔ سفلیات: ۸- کترا الاہل سنت کے شاعر بخاری میں شائع ہوا۔
- ۴۷- مخدوم سہانی کے مٹی آگے۔ سفلیات: ۱۳-۱۳ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ / ۲۳ مارچ ۱۹۹۷ء کی شہینہ۔
- ۴۸- ”مرے خواب نہ وہ ہیں“ پتھر و مہر: ۲۱-۲۱ جولائی ۲۰۰۶ء / ۱۸-۲۸ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ / ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء کی شہینہ۔ ماہنامہ اہل سنت کی آواز کے گوشہ فرشتہ عظیم میں شائع ہوا۔
- ۴۹- مطلق اعظم اور ذہن و حکمت۔ انوار مطلق اعظم: مرتبہ علامہ محمد سعیدی، میں شامل ہے۔
- ۵۰- مطلق اعظم کا رسالہ مسلت کا ایک نیم انسان۔ سفلیات: ۹-۱۰ جولائی ۲۰۰۵ء / ۲۶ نومبر ۲۰۰۵ء۔
- ۵۱- موسیٰ طور رضا (سید معین الحق) شہسرامی (۱۹۹۹ء) سفلیات: ۹-۹ محرم ۱۳۲۱ھ / ۲۱ جولائی ۲۰۰۲ء۔
- ۵۲- اولیٰ۔ ماہنامہ جہان رضا اور میں شائع ہوا۔
- ۵۳- نصاب۔ علامہ کا ایک تحریک، ایک تھیلے کا سفر: ۳-۳ اکتوبر ۲۰۰۰ء کی رسالے میں شائع ہوا۔
- ۵۴- یادگاہ سلفہ مولانا سید محمد سعیدی: ۲۱-۲۱ جولائی ۲۰۰۲ء۔
- ۵۵- فوت: میرے ساتھی ذبح سے بچانے ہوئے کی بابت اسی یہ بابت نام ہے۔

منبع الانساب

بندۂ عشق شہدی ترک نب کن جاتی
کہ دریں راہ فلان ابن فلان چیزے نیست
علامہ جامی قدس سرہ

تعریف

حضرت مخدوم سید معین الحق جھونسوی
قدس سرہ

ترجمہ و تصحیح

علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی
بی ایچ ڈی علیک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [الحجید: ۳]

ترجمہ: وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

[کترا الاہل سنت]

جہاں کی ساری تحریکیں دراصل حق تعالیٰ کی تحریف ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہے شاور درود سلام ہو۔

اما بعد ایک دن یہ ناچیز جھونسی [جسے پہلے ہر لوگ پور کہتے تھے] میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا: ہمارا نسب سادات کرام کے کس امام سے جا ملتا ہے؟ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنے چچا امجد حضرت مخدوم سید تقی الدین قدس سرہ سے رجوع کیا۔ حضرت کو جب اشقرانی کیفیت سے کچھ آفاقہ ہوا تو ہمارے خاندانی حالات بیان فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ حضرت میر سید محمد علی بھٹکری کی اولاد سے ہیں۔ حضرت میر صاحب کے چچا صاحب از سے تھے۔ میں حضرت میر کے صاحب از سے سید صدر الدین کی نسل سے ہوں۔ اگر تمہیں خاندانی نسب کی تحقیق کا خیال ہو تو بھٹکر [سنندھ، پاکستان] چلے جاؤ اور اپنے نسب کی تفصیل معلوم کرو۔

ایک تو چچا امجد کی ہدایت اور دوسرے اپنے پیران سلسلہ حضرت مخدوم بہاء الدین ذکر پاتانی اور حضرت شاہ رکن الدین الباقی قدس سرہا کے آستانہ جات کی زیارت، دونوں کی کشش اس فقیر فقیر سید معین الحق ولد حضرت سید شہاب الحق [ولد حضرت مخدوم شاہ محمد ابو جعفر ولد قصب الاقطاب، فرد الاقطاب، قدوۃ الطارقیں، امام اہل سنت، سراج الاولیاء، عارف اسرار الہیہ حضرت مخدوم سید تقی الدین ولد قصب الاقطاب، فرد الاقطاب، سید السادات، شیخ البرکات حضرت مخدوم سید شاہ علی مرتضیٰ

عرف شاہ شہان الملک والد دولت قدس سرہ [کولتان کی طرف کھینچ لے گئی۔
ملتان پہنچ کر حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمہ صاحب مجاہدہ اور فرزند
خانہانی حضرت مخدوم شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور چند دن
حضرت کے کاشانہ اقدس کا مہمان رہا۔ یہی صاحبزادگان خانہان سے شرف نیاز
حاصل کرنے کے بعد چند دن رہ کر بھکر کی جانب روات ہوا۔ اس کے بعد بعض بھکر کی
سادات سے ملاقات کی جو کھڑ اور گھنٹی میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرا وطن
پوچھا تو میں نے کہا: میں جھنسی [الہ آباد] سے حاضر ہوا۔ انہوں نے ملاقات کا مقصد
دریافت کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ مجھے آپ حضرات سے نسب نامے کی کتابیں
دریافت کرنی ہیں۔ اگرچہ کئی لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن قرآن
کریم کے ارشاد کے مطابق رب چارک و تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے،
اس لئے میں اپنے نسب کی تحقیق کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ آپ حضرات اللہ اور
رسول کو شاہد مان کر جو بات درست ہو مجھے بتائیں۔ اگر میں واقعی سید ہوں تو اطلاع
بخشیں اور اگر سید نہیں ہوں تو اسے بھی بتائیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں صاف آیا ہے:
لعنة الله على الداعل النسب ولعنة الله على الخارج النسب [۱]
نسب میں غلط ملط کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس لئے غلط بیانی سے خود کو سادات میں شمار کرنا بھی غلط ہے اور سید ہوتے
ہوئے خود کو سید شمار نہ کرنا بھی بہتر نہیں۔ بس اسی بات کی تحقیق کی خاطر آپ حضرات
کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ لہذا اگر میں حضرت سید محمد کی بھکر کی قدس سرہ کی نسل
سے ہوں تو بتائیے اور اگر میں حضرت کے خاندان سے نہیں تو بھی صاف صاف
فرمائیے۔ چنانچہ کھڑ میں موجود کئی چولے بڑے سادات بھکر جمع ہوئے۔ میں نے
سب سے ملاقات کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہاں سے آپ کے کون سے
بزرگ جھنسی گئے تھے؟ میں نے بتایا کہ سید شہان ملت جھنسی شریف لے گئے تھے۔
پھر پوچھا کہ حضرت شہان ملت کے والد ماجد کون تھے؟ میں نے کہا: سید بدر عالم۔

پھر دریافت کیا کہ سید بدر عالم کے والد کون تھے؟ میں نے کہا: سید صدر الدین۔ پھر
پوچھا کہ سید صدر الدین کے والد کا نام کیا تھا؟ میں نے کہا: سید محمد کی بھکر کی۔ یہ سنتے
ہی کئی اصحاب و حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ کے لگا لگایا اور فرمایا کہ آپ تو
ہمارے بھائی ہیں۔ وہاں بہت سے سادات جمع تھے۔ سب کے اسمائے گرامی کیا ذکر
کروں، سبے جا طوالت ہوگی۔ مختصر یہ ہے کہ مجھے وہ لوگ حضرت سید شہان ملت قدس
سرہ کی جو بی بی میں لے گئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے اسی جد کریم کی جو بی بی ہے۔ حضرت
شہان ملت قدس سرہ کا اصل نام بھی وہ ہیں معلوم ہوا کہ قرآن حکیم سے قائل دیکھ کر
حضرت کا ام گرامی سید مرتضیٰ دولت مجوز ہوا تھا۔ حضرت کو علی شہان اس لئے کہتے
ہیں کہ ٹھیک شب برات کے دن تولد ہوئے تھے۔

اس تعارف کے بعد میں نے ان حضرات سے اپنا نسب نامہ مانگا۔ چنانچہ
انہوں نے وہ قدیم نسب نامہ جو میر سید محمد کی کے ہمراہ آیا تھا نقل کر کے مجھے عنایت
کیا۔ کئی اصحاب اور برادران کے اصرار پر میں وہاں تقریباً چھ مہینے ٹھہرا۔ اس کے
بعد کئی اصحاب و متعلقین سے رخصت ہو کر وہ بارہ ملتان حاضر ہوا اور حضرت مخدوم
بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے روئے پر چالیس دن تک مستغرق رہا، پھر جھنسی
واپس ہوئی۔

میر سے پاس جو نسب نامہ ہے وہ قدیم ہے۔ جو شخص سید ہو، اگر اس کا نسب
اس قدیم نسب نامے کے مطابق، حضرت علی کریم اللہ وجہ سے لے کر حضرت امام حسن
عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کے بارہ ائمہ میں سے کسی ایک کی اولاد تک نہ پہنچتا ہو تو
اس کی سیادت مشکوک ہے۔ یہ کتاب سات فصلوں میں تقسیم ہے۔
پہلی فصل میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم تک نسب بیان کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں حضرت آدم سے لے کر حضور تک ہمارے نبیوں کے

حالات درج ہیں۔

تیسری فصل میں بارہ ائمہ سادات کا نسب، حضرت علی مرتضیٰ سے لے کر
امام مہدی تک کے حالات اور ان کے فرزندوں کے اسمائے گرامی ذکر کئے گئے ہیں۔
چوتھی فصل عرب، عجم، ایران اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی سادات کرام کی
شاخوں کے نسب نامے اور ان میں سے اکثر ہندوستانی سادات مشائخ کے حالات
پر مشتمل ہے۔

پانچویں فصل میں چاروں سلاسل طریقت کے مشائخ، چودہ خانوادہ
طریقت اور ان سے تعلق ہوئی دوسری شاخوں کا تعارف ہے۔

چھٹی فصل میں چاروں خلفائے کرام، چھتین پاک کا ذکر جمیل ہے، ساتھ
ہی قصیدہ خوشی بھی درج ہے۔

ساتویں فصل میں ایک طویل نظم ہے جس میں بارہ ائمہ سادات کے
فرزندوں کے اسمائے گرامی اور حضرت شاہ تقی الدین جھنسی قدس سرہ کا نسب نامہ
نظم کیا گیا ہے۔ حضرت مخدوم شاہ شہان ملت قدس سرہ کے ذیل میں کثیر سادات
کرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب کا نام ”شیخ الانساب“ مجوز کیا ہے۔

حواشی

[۱] یہ روایت مجھ سے دریافت نہ ہوئی۔ البتہ صحیحین وغیرہ میں اس مناسبت کی دو
حدیثیں بخشی نظر ہیں:

۱- سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ادعی الی غیر اہیہ فلیحیث علیہ حرام۔ رواہ احمد و البیہاری و مسلم و
ابو داؤد و ابن ماجہ عن سعد و عن ابی ہکرة معاً رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ترجمہ: جو اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے سے اپنا نسب ملائے تو اس پر جنت حرام ہے۔
یہ حدیث حضرت امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد و ابن ماجہ نے حضرت سعد اور ابی ہکرة دونوں
حضرات سے ایک ساتھ روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲- آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من ادعی الی غیر اہیہ فلیحیث علیہ لعنة الله و المعفكة و الناس اجمعین لا یقبل
الله منہ یوم القیامة صریفاً و لا عدلاً۔ رواہ السنۃ الا ابن ماجہ عن ابیر العومنین
علی بن کرم اللہ تعالیٰ و جہہ و صفیرہ احمد و ابن ماجہ و ابن حبان عن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ترجمہ: جو دوسروں کو اپنا باپ بنا لے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی
لعنت، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ناس کا فرض قبول کرے، نہ نسل۔ یہ حدیث ابن ماجہ کے
سوا اصحاب صحاح ستہ نے چولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کا ابتدائی
حصہ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کیا۔



فصل اول

سیدنا آدم علیہ السلام

سے سیدنا محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کانسیب



دیوان النسب نامی کتاب میں مذکور ہے کہ طوفان نوح کے بعد سارے انسانوں کا نسب سیدنا نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت نوح کے چار صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے جو طوفان نوح میں ہلاک ہو گئے، اس کا نام ایک روایت کے مطابق یام تھا اور دوسری روایت کے مطابق کنعان۔ باقی تین صاحبزادے یہ ہیں:

- ۱- سام ۲- حام ۳- یافث۔ دنیا کے سارے انسان انہیں تین حضرات کی نسل سے ہیں۔ حضرت سام بن نوح کے پانچ بیٹے تھے:
- ۱- ارفخشد ۲- ارم ۳- لاہ ۴- نخیلان ۵- شورو۔ ان میں صرف ارم کے حزرہ بیٹے تھے، اسلم ۲- جیدیس ۳- ویاوہ ۴- عاروہ ۵- شوروہ ۶- سمارہ ۷- ہاشم ۸- مکیل ۹- مطلق ۱۰- جزیہم ۱۱- اہیم ۱۲- ہاش ۱۳- عیشیرہ ۱۴- حول ۱۵- میویس ۱۶- علم ۱۷- نعمان۔

حضرت حام بن نوح کے کس صاحبزادے تھے:

- ۱- کوٹش ۲- قیلہ ۳- وقفا ۴- حقیشا ۵- نوبہ ۶- زنج ۷- ہند ۸- سند ۹- مصر ۱۰- کنعان۔

حضرت یافث بن نوح کے تیس صاحبزادے تھے:

- ۱- کیمرٹ ۲- مفرع ۳- قراہس ۴- شویا ۵- حوان ۶- سول ۷- تارخ ۸- لادوی ۹- وارن ۱۰- حافرہ ۱۱- یوحام ۱۲- قصعہ ۱۳- حوموی ۱۴- ملادی ۱۵- صہادی ۱۶- طلیان ۱۷- ہدان ۱۸- خراسان ۱۹- خوارزم ۲۰- قریحہ ۲۱- قویس ۲۲- زبیر۔

ان حضرات کے نام سے منسوب یہ سارے ملک اور علاقے مشہور ہیں۔

بعض صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک صاحبزادے اور تھے جن کا نام ہرطامل تھا۔ ان کے چار صاحبزادے تھے: ۱- ویش ۲- ارفار ۳- خامس ۴- کاہل۔ ان چاروں صاحبزادوں کی نسلیں دیار چین میں اب تک موجود ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نوح کے جو صاحبزادے طوفان میں ہلاک ہوئے تھے، وہ ہرطامل تھے۔

ہمارے حضور رسول اللہ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارفخشد بن سام کی نسل میں آتے ہیں۔ ارفخشد کے دو صاحبزادے تھے: ۱- قینان ۲- ہود پیغمبر علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام کے ایک صاحبزادے تھے: شارح۔ ایک روایت یہ ہے کہ ارفخشد کے دو صاحبزادے تھے: شارح اور قینان۔ ہمارے حضور حضرت شارح کی نسل سے ہیں۔ حضرت شارح کے ایک صاحبزادے تھے جنہیں عابریا قانع کہتے ہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت شارح کے صاحبزادے عابریس بلکہ حضرت ہود علیہ السلام ہیں اور عبرانی زبان آپ سے ہی منسوب ہے۔ باقی حضرات میں سے بیشتر کی زبان سریانی رہی۔

حضرت ابو القحح جامع العارف میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ہود علیہ السلام حضرت عاد کے خاندان سے تھے اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عابری کی نسل میں ہیں۔ حضرت عابری کے دو صاحبزادے تھے: قحطان اور قانع۔ قحطان کی بیشتر نسلیں دیار چین میں رہیں۔ قحطان کے ایک صاحبزادے عرب تھے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عربی زبان آپ نے استعمال فرمائی۔ بیشتر قبائل عرب قحطان کی نسل سے ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت قانع کی نسل سے ہیں۔ حضرت قانع کے چار صاحبزادے تھے:

- ۱- ارفوہ ۲- قینان ۳- بشری ۴- مدیر [۱] ہمارے حضور، حضرت ارفوہ کی شاع میں آتے ہیں۔ حضرت ارفوہ کے پانچ صاحبزادے تھے: ۱- ساروخ، ۲- نعمان ۳- بہران ۴- ہاشم ۵- طولارق [۲] ہمارے حضور حضرت ساروخ کی

نسل سے ہیں۔ حضرت ساروخ کے ایک صاحبزادے تاجور تھے۔ حضرت تاجور کے دو صاحبزادے تھے: تارخ اور غوس [۳]

سیدنا یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ کے صاحبزادگان میں شمار ہوتے ہیں۔ ابویعلیٰ ملا جامع العارف میں مجمع البیان کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ کے فرزندوں میں نہیں ہیں بلکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے فرزندوں میں آتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صاحبزادی آپ کے عقد میں تھیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت لاقان علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت تارخ کی نسل میں آتے ہیں۔ حضرت تارخ کے تین صاحبزادے تھے: ۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام ۲- ماجوہ ۳- ریان، ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شاع میں آتے ہیں۔ [۴] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ صاحبزادے تھے: ۱- حضرت اسمعیل ۲- حضرت ائحیٰ ۳- یسوع ۴- یسحاق ۵- مدان ۶- مدیان ۷- زمران ۸- قحطان۔ [۵] حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت مدیان کے فرزندوں میں آتے ہیں۔ ہمارے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ایک صاحبزادے قیدار تھے اور حضرت قیدار کے ایک صاحبزادے تھل تھے، حضرت تھل کے ایک صاحبزادے تھے، بہت نام تھا۔ ان کے ایک صاحبزادے سلابان تھے، اور سلابان کے ایک صاحبزادے کوچ اور ان کے ایک صاحبزادے اذنامی تھے۔ حضرت اذک کے ایک صاحبزادے حضرت عدنان تھے۔ مشہور ہیرت نگار محدث محمد بن ائحیٰ مطلق سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے پندرہ صاحبزادگان تھے:

- ۱- ثابت ۲- طیب ۳- اوسیل ۴- مٹی ۵- ہاشمی ۶- ماوہ ۷- ودان، ۸- بطواس ۹- حمارہ ۱۰- نقدار ۱۱- صمغ ۱۲- صمغ ۱۳- رعد ۱۴- نبوہ ۱۵- کام۔ [۶] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثابت کی نسل سے ہیں۔ حضرت ثابت

کے بیٹے تھے۔ ان کے بیٹے ہرب، ہرب کے بیٹے شرح، شرح کے بیٹے شرح، شرح کے بیٹے باخود، باخود کے بیٹے معوم آذر اور آذر کے بیٹے عدنان ہیں۔ راویوں کی کثرت اختلاف کی وجہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کذب النسابة من عدنان۔ جس نے عدنان سے آگے نسب نامہ بیان کیا، اس کا بیان درست نہیں۔ حضرت عدنان کے بارہ بیٹے تھے:

- ۱- سعد، ۲- حنک، ۳- ابی، ۴- نعمان، ۵- شہاک، ۶- ذہب، ۷- عمران، ۸- شہرہ، ۹- براء، ۱۰- وحی، ۱۱- ازد، ۱۲- سبب [۷] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد کے خاندان سے ہیں۔ حضرت سعد کے بیٹے زرار ہیں۔ حضرت زرار کے چار صاحبزادے ہیں: ۱- معز، ۲- ربیعہ، ۳- ایاد، ۴- انمار۔ [۸] ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معز کے معز خاندان سے ہیں۔ حضرت معز کے دو صاحبزادے تھے: الیاس اور سلیمان۔ [۹] سلیمان کی نسل سے بے شمار قبائل عرب ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت الیاس کی نسل سے ہیں۔

حضرت الیاس کے تین صاحبزادے تھے: ۱- عمرو، ۲- عامر، ۳- عبیر۔ [۱۰] ان کی والدہ کا نام لیلیٰ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اتفاقاً ان کے اونٹ گم ہو گئے۔ عمرو، عامر اور الیاس کی والدہ لیلیٰ اونٹ کی تلاش میں نکلیں۔ حضرت الیاس نے اپنی لیلیٰ لیلیٰ سے فرمایا: کیا بات ہے کہ تمہاری لیلیٰ جا رہی ہو؟ حضرت الیاس کو معاملے کا بالکل خیال نہیں تھا۔ آپ کے بیٹے عامر نے فریاد کیا اور عمرو اونٹوں کو تھمیں سے واپس لے آئے۔ جب عمرو نے عامر سے کہا: میں نے اونٹوں کا سراغ لگایا ہے، اس لئے تمہارے شکار کو میں لگاؤں گا۔ اسی دن سے عمرو کا لقب بدر کہ پڑ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بدر کی نسل سے ہیں۔ حضرت بدر کے دو بیٹے تھے: خزیمہ اور بڈیل۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خزیمہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت خزیمہ کے تین بیٹے تھے: ۱- کنانہ، ۲- اسد، ۳- بٹول۔ [۱۱] حضور کنانہ کی شاخ سے ہیں۔ حضرت کنانہ کے پانچ بیٹے تھے: ۱- اسفر، ۲- عبد مناف، ۳- عمر، ۴- کلان،

۵- مالک۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نضر کے خاندان سے ہیں۔ حضرت نضر کے دو بیٹے تھے: عتقاد اور مالک۔

حضرت مالک کے ایک بیٹے فہر تھے جن کا لقب قریش تھا۔ [۱۲] لفظ قریش قریش سے ماخوذ ہے۔ قریش کا معنی تجارت اور مال جمع کرنا ہے۔ چونکہ حضرت فہر تجارت کے ساتھ خصوصی وابستگی رکھتے تھے، اسی سبب سے ان کو لوگ قریش کہنے لگے۔ مہر بن دوسری وجہ بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قریش کا معنی حشرق ہونے کے بعد جمع کرنا ہے۔ چونکہ یہ لوگ منتشر ہونے کے بعد اکٹھا ہو گئے تھے، اس لئے اس قبیلے کو قریش کہنے لگے۔ [۱۳] حضرت فہر کے چار صاحبزادے تھے: ۱- غالب، ۲- محارب، ۳- عمر، ۴- حارث، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت غالب کی نسل سے ہیں۔ حضرت غالب کے دو صاحبزادے تھے: بلاذ اور لوئی۔ [۱۴] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت لوئی کی شاخ سے ہیں۔ حضرت لوئی کے آٹھ بیٹے تھے: ۱- کعب، ۲- سامر، ۳- عامر، ۴- خزیمہ، ۵- سعد، ۶- حارث، ۷- عوف، ۸- حشم۔ [۱۵] ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کعب کے خاندان میں آتے ہیں۔ حضرت کعب کے چار بیٹے تھے: ۱- سزہ، ۲- عدی، ۳- حنیض، ۴- عمر۔ [۱۶] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سزہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت سزہ کے تین بیٹے تھے: ۱- حکم، ۲- کلاب، ۳- تم، ۴- قسطل۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہم کے خاندان میں آتے ہیں۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کلاب کی نسل میں شامل ہیں۔ [۱۷] حضرت کلاب کے دو بیٹے تھے: نعمی اور زہرہ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت نعمی کی نسل سے ہیں۔ [۱۸] نعمی کے چار بیٹے تھے: ۱- عبد مناف، ۲- عبد القیس، ۳- عبد العزیز، ۴- عبد العونی، ۵- عبد الدار۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبد مناف کے خاندان سے ہیں۔ حضرت عبد مناف کے چار بیٹے تھے: ۱- ہاشم، ۲- عبد القیس، ۳- امیہ، ۴- مطلب، [۱۹] حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ کے خاندان سے ہیں۔ اور امام شافعی حضرت مطلب کی نسل سے

ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ہاشم کے خاندان سے ہیں۔ حضرت ہاشم کے چھ صاحبزادے تھے: ۱- عبد المطلب، ۲- نفلیدہ، ۳- ابویس، ۴- اسد اللہ، ۵- علی، ۶- اسد۔ [۲۰] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ اسدی بیٹی تھیں اور ہمارے حضور حضرت عبد المطلب کی نسل سے ہیں۔ حضرت عبد المطلب کے چودہ بیٹے تھے: ۱- عبد اللہ، ۲- ابوطالب، ۳- خزیمہ، ۴- عیاس، ۵- عامر، ۶- امیہ، ۷- عبد العزیز، ۸- عبد الکعب، ۹- حشم، ۱۰- حارث، ۱۱- زہیر، ۱۲- حمزہ، ۱۳- عقوم، ۱۴- سمرار۔ [۲۱] ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ کی نسل سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن عاد بن اذبن السبع بن سلیمان بن ححل بن قیدار بن اسدھل بن ابراہیم بن اذر بن تازع بن نساچہم بن نساغروغ بن ارغو بن قلع بن عامر بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لحد بن موسیٰ بن اخوتش بن برد بن مہلیل بن قینان بن اثوس بن شیب بن ادم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ [۲۲]

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے شیث علیہ السلام تھے۔ حضرت شیث کے صاحبزادے اوش قینان تھے۔ اوش قینان کے صاحبزادے مہلا نیکل/مہلیل تھے۔ مہلا نیکل کے صاحبزادے یارد تھے۔ یارد کے صاحبزادے اوریس/اوش علیہ السلام تھے۔ حضرت اوریس علیہ السلام کے صاحبزادے متوخل تھے۔ متوخل کے صاحبزادے لک تھے۔ لک کے صاحبزادے حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ حضرت نوح کے بیٹے ارفخشذ تھے۔ ارفخشذ کے بیٹے حضرت ہود علیہ السلام تھے۔ حضرت ہود کے بیٹے سام، سام کے بیٹے فالغ، فالغ کے بیٹے اشرع، اشرع کے بیٹے ارفو، ارفو کے بیٹے آذر کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

السلام تھے۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسمعیل علیہما السلام، حضرت اسمعیل کے صاحبزادے قیسار قیدار، قیسار کے بیٹے قیل، قیل کے بیٹے بیت، بیت کے بیٹے ہبع، ہبع کے بیٹے ہداد، ہداد کے بیٹے عدنان، عدنان کے بیٹے معد، معد کے بیٹے زرار، زرار کے بیٹے معز، معز کے بیٹے الیاس علیہ السلام تھے۔ حضرت الیاس کے بیٹے بدرکہ، بدرکہ کے بیٹے خزیمہ، خزیمہ کے بیٹے کنانہ، کنانہ کے بیٹے قریش، قریش کے بیٹے مالک، مالک کے بیٹے فہر، فہر کے بیٹے غالب، غالب کے بیٹے لوئی، لوئی کے بیٹے کعب اور حارث، حارث کے بیٹے وفیہ، وفیہ کے بیٹے لہب، لہب کے بیٹے خزیمہ، خزیمہ کے بیٹے عبد اللہ، عبد اللہ کے بیٹے عامر، عامر کے بیٹے ابوعبیدہ تھے۔

کعب بن لوی کے دو بیٹے تھے: سزہ اور عدی۔ عدی کے بیٹے رواح، رواح کے بیٹے فرط، فرط کے بیٹے عبد اللہ، عبد اللہ کے بیٹے ریاح، ریاح کے بیٹے عبد العزی، عبد العزی کے بیٹے مثل، مثل کے دو بیٹے: ہمز اور خطاب تھے۔ عمر کے بیٹے زید اور زید کے بیٹے سعید تھے۔ خطاب کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ کاتبی تھے۔

کعب کے ایک بیٹے شہیر تھے۔ شہیر کے بیٹے سعد، سعد کے بیٹے کعب، کعب کے بیٹے عمر، عمر کے بیٹے عثمان، عثمان کے بیٹے عبد اللہ، عبد اللہ کے بیٹے طلحہ تھے۔ کعب کے بڑے بیٹے مزہ تھے۔ حضرت مزہ کے تین بیٹے تھے: ۱- ہزرا، ۲- زہرہ، ۳- کلاب، حضرت کلاب کے ایک بیٹے سعد، سعد کے بیٹے کعب، کعب کے بیٹے عثمان، عثمان کے بیٹے ابوقاف، ابوقاف کے صاحبزادے ہیں حضور کے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

زہرہ بن مزہ کے بیٹے عبد المناف، عبد المناف کے بیٹے لہب، لہب کے بیٹے مالک، مالک کے بیٹے ابی وقاص، ابوقاص کے بیٹے سعد، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کلاب بن مزہ کے تین بیٹے تھے: زہرہ، ۲- عبد العزیز، ۳- قیس۔ زہرہ کے بیٹے حارث، حارث کے بیٹے عبد العوف، عبد العوف کے بیٹے عوف، عوف کے بیٹے

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کتاب کے دوسرے بیٹے عبدالعزی کے بیٹے تھے۔ اُدنیہ کثیر العیال تھے۔ اُدنیہ کے بیٹے تھے اسد، اسد کے بیٹے خولید، خولید کے بیٹے عوف، عوف کے بیٹے تھے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کتاب کے تیسرے بیٹے قیس کے بیٹے تھے عبدالمناف۔ عبدالمناف کے چار بیٹے تھے۔ ۱- ہاشم، ۲- عبدالغنی، ۳- امیہ، ۴- مطلب۔ مطلب کے بیٹے خولید، خولید کے بیٹے عامر، عامر کے بیٹے عقیق، عقیق کے بیٹے ہیں، حضور کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مطلب کی نسل سے ہی حضرت امام شافعی ہیں۔ ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ہاشم کی نسل سے ہیں۔ حضرت ہاشم کے بیٹے ہیں: ۱- عبدالطلب، ۲- فضیلہ، ۳- ابو طالب، ۴- اسد اللہ، ۵- علی، ۶- اسد۔ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ فاطمہ اسدی بیٹی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبدالطلب کی نسل سے ہیں۔

حضرت عبدالطلب کے چودہ صاحبزادے تھے: ۱- عبداللہ، ۲- ابوطالب، ۳- حمزہ، ۴- عباس، ۵- عمو، ۶- امیہ، ۷- عبدالعزیز، ۸- عبدالکعب، ۹- حشم، ۱۰- حارث، ۱۱- زبیر، ۱۲- عیراق، ۱۳- عقیق، ۱۴- خرار۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کے شاہزادے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابوطالب کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت ابوطالب کے تین صاحبزادے تھے: ۱- حضرت جعفر نثار جو حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں، ۲- حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، ۳- حضرت عقیق جو حضرت علی کے چھوٹے بھائی ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر العیال تھے۔ آپ کے فرزندوں کی کثیر تعداد ہے۔ چنانچہ عباسی حضرات کا طبقہ مشہور ہے کہ اکثر ائمہ سادات ان کی پیروی و امتیاز کا شکار رہے ہیں۔ اسی طرح حمزہ، عمو، امیہ، عیراق، زبیر، حارث، حشم، عبدالکعب،

عبدالعزیز، عقیق، خرار سبھی کی نسلیں خوب خوب پھیلیں۔ ان میں سے ہر ایک شاخ کا پورا گانہ تفصیلی بیان طوالت کا باعث ہوگا۔

بہر کیف اسرارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور حضراتِ خلفائے راشدین کی نسبت کی وجہ سے بھی اہل قریش کو اعزازِ انصیب ہوا، ورنہ سارا قبیلہ صاحبِ تجارت نہیں تھا۔ لیکن جس وقت ذات پاک صاحبِ لولہ اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلہ قریش میں جلوہ گر ہوئی، سبھی اہل قریش رئیس اور مالدار ہو گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضراتِ صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ عشرہ مبشرہ قطبی یعنی طور سے ملتی ہیں۔ ان سے دشمنی، خود خدا کے تعالیٰ سے دشمنی مولیٰ لینا ہے۔ خالقانِ جنتِ قاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ارشاد فرمایا: انفساطمہ بضعة منی ومن اذھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذنی اللہ۔ [۲۳] قاطمہ میری جگر گوشہ ہے، جو اسے اذیت دے گا، وہ مجھے اذیت پہنچائے گا اور جو مجھے اذیت دے گا، وہ اللہ کی سخت نازستگی میں گرفتار ہوگا۔

دوسری جگہ ارشاد رسالت ہے: علی میرا جگر گوشہ ہے۔ حضرت اہل بیت کے بارے میں ایک جگہ ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: مثل اہل بیئتی کسفینۃ نوح، من ركب فیہا لنجی ومن تخلف عنہا غرق۔ [۲۴] میرے اہل بیت سفینہ نوح کی مانند ہیں۔ جو اس سفینہ پر سوار رہے نجات پا گیا اور جو اس سے علیحدہ ہوا، وہ ڈوب گیا۔ اس لئے اہل بیت کی محبت کے بغیر کسی کا اسلام مستحضر نہ ہوگا۔

رسولِ گرامی وقار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام کے سب اور افرادِ خاندان کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں جو تفصیلات مجھے ملیں، میں نے مختصر تحریر کر دیں۔ جسے تحقیق مطلوب ہو، وہ تاریخ اور بیروت کی کتابوں سے رجوع کرے۔

حضرات انصاریہ کا تعارف:

حضرات انصاریہ کی تعبیریں ہیں:

☆ انصاریہ کہتے ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریف آوری سے پہلے ان نشانوں پر ایمان لائے ہوں جو تورات، انجیل، زبور اور دیگر کتابوں سے کرام کے مکتوبوں میں بیان ہوئی ہیں۔ ان تمام کتابوں میں یہ خوش خبری موجود ہے کہ پیغمبرِ آخر الزماں اور چوتھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحریف لائیں گے اور حضور کے آغا اور نشانیاں بھی ان کتابوں میں درج ہیں۔ پس یہ انصاریہ حضرات ان تمام آسمانی کتابوں میں بیان شدہ حامدہ مصطفویہ ان کتابوں کی ولادت سے پہلے آپ پر ایمان لائے تھے۔

☆ انصاریہ دوسری تحریف یہ ہے کہ انصاریہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی سمت ہجرت نہیں کی اور حضور سے بالمشافہ ملاقات ہوئی لیکن حضور کے کمالات اور مناقب کا چرچا لوگوں کی زبانی نہ تو حضور کی زیارت سے پہلے ہی آپ پر ایمان لے آئے۔ لیکن یہ حضرات بقبول النسب ہیں اور ساج میں شرافت و اعزاز کا وہ معیار نہیں رکھتے جو اہل بیت اور اشرافِ عرب کو حاصل ہیں۔ ان کے گروہ میں کم رتبہ پیشہ سے وابستہ افراد بھی ہیں جیسے نور باف، عذاف، لوہار، حجام وغیرہ، کچھ لوگ تجارت پیشہ بھی ہیں۔ حالانکہ ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: کسل المسومنین اخوة [۲۵] سارے اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ لیکن اہل قریش ان سے قرابت اور رشتہ داریاں نہیں قائم کرتے۔ حالانکہ حضور نے ان سے مواخات قائم فرمادی تھی اور فرمایا تھا کہ اپنی بیچیاں ان کے خاندان میں اور ان کی بیچیاں اپنے خاندان میں لیا دیا کرو۔ لیکن پھر بھی اہل قریش میں ان کے ساتھ قرابت و داری قائم کرنے کا عام رجحان نہیں۔ بعض منسل اہل قریش نے ان کی بیچوں سے رشتہ داریاں قائم کی ہیں۔ [۲۶]

مجاہز بن صحابہ انہیں کہتے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔

حواشی

- [۱] مرآة الانساب میں بھی حضرت قاتل/ قاتل کے چار صاحبزادوں کا تذکرہ ہے لیکن وہ مختلف ہیں۔ ۱- شیری، ۲- سلکان، ۳- سہیان، ۴- مدبر [ص ۱۱۸]
- [۲] مرآة الانساب میں حضرت ارغوا [مر ۲۳۹ سال] کے پانچ صاحبزادے ہی مذکور ہیں لیکن نام یہ ہیں: ۱- ہبرام، ۲- سلیمان، ۳- طولان، ۴- طاشم، ۵- سارغ۔ [ص ۱۱۷]
- [۳] مرآة الانساب میں حضرت ناجر کے تین صاحبزادوں کا ذکر ہے: ۱- اخوص، ۲- بطلان، ۳- حاران۔ حضرت ناجر کی عمر ۲۳۸ سال تھی [ص ۱۱۵]
- [۴] تورات کے مطابق تاریخ کے تین صاحبزادوں کے نام یہ تھے: ۱- ابراہیم، ۲- ناجر، ۳- ہاران، ہاران اپنے اکلوتے صاحبزادے حضرت لوط کو چھوڑ کر اپنے والد کی زندگی میں ہی دنیا سے رخصت ہوا۔ [خاندانِ مصطفیٰ، علامہ سید محمد سعید الحسن قادری، ص ۳۶-۳۷ اسلامک پبشر، دہلی]
- ابن خلدون کے بیان کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ آپ کے والد تاریخ، بھائی ناجر بن تاریخ، اس کی بیوی ملکندت ہاران، حضرت ابراہیم کے چچے حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ نے مقامِ حجاز کو ہجرت کی۔ حران میں ہی دو سو چالیس سال کی عمر میں تاریخ کا انتقال ہو گیا۔ [خاندانِ مصطفیٰ ص ۳۹]
- [۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں حضرت ہاجرہ سے ۱- حضرت اسماعیل، حضرت سارہ سے ۲- حضرت اسماعیل، ۳- حضرت ابراہیم، ۴- حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قسطور اہنت کنعان سے عقد فرمایا۔ تورات کے مطابق اس کے کلن سے چھ لڑکے ۲- زمان، ۳- بطلان، ۴- حران، ۵- مدین، ۶- امین، ۷- شریح، ۸- شریح، ۹- شریح، ۱۰- شریح، ۱۱- شریح، ۱۲- شریح، ۱۳- شریح، ۱۴- شریح، ۱۵- شریح، ۱۶- شریح، ۱۷- شریح، ۱۸- شریح، ۱۹- شریح، ۲۰- شریح، ۲۱- شریح، ۲۲- شریح، ۲۳- شریح، ۲۴- شریح، ۲۵- شریح، ۲۶- شریح، ۲۷- شریح، ۲۸- شریح، ۲۹- شریح، ۳۰- شریح، ۳۱- شریح، ۳۲- شریح، ۳۳- شریح، ۳۴- شریح، ۳۵- شریح، ۳۶- شریح، ۳۷- شریح، ۳۸- شریح، ۳۹- شریح، ۴۰- شریح، ۴۱- شریح، ۴۲- شریح، ۴۳- شریح، ۴۴- شریح، ۴۵- شریح، ۴۶- شریح، ۴۷- شریح، ۴۸- شریح، ۴۹- شریح، ۵۰- شریح، ۵۱- شریح، ۵۲- شریح، ۵۳- شریح، ۵۴- شریح، ۵۵- شریح، ۵۶- شریح، ۵۷- شریح، ۵۸- شریح، ۵۹- شریح، ۶۰- شریح، ۶۱- شریح، ۶۲- شریح، ۶۳- شریح، ۶۴- شریح، ۶۵- شریح، ۶۶- شریح، ۶۷- شریح، ۶۸- شریح، ۶۹- شریح، ۷۰- شریح، ۷۱- شریح، ۷۲- شریح، ۷۳- شریح، ۷۴- شریح، ۷۵- شریح، ۷۶- شریح، ۷۷- شریح، ۷۸- شریح، ۷۹- شریح، ۸۰- شریح، ۸۱- شریح، ۸۲- شریح، ۸۳- شریح، ۸۴- شریح، ۸۵- شریح، ۸۶- شریح، ۸۷- شریح، ۸۸- شریح، ۸۹- شریح، ۹۰- شریح، ۹۱- شریح، ۹۲- شریح، ۹۳- شریح، ۹۴- شریح، ۹۵- شریح، ۹۶- شریح، ۹۷- شریح، ۹۸- شریح، ۹۹- شریح، ۱۰۰- شریح، ۱۰۱- شریح، ۱۰۲- شریح، ۱۰۳- شریح، ۱۰۴- شریح، ۱۰۵- شریح، ۱۰۶- شریح، ۱۰۷- شریح، ۱۰۸- شریح، ۱۰۹- شریح، ۱۱۰- شریح، ۱۱۱- شریح، ۱۱۲- شریح، ۱۱۳- شریح، ۱۱۴- شریح، ۱۱۵- شریح، ۱۱۶- شریح، ۱۱۷- شریح، ۱۱۸- شریح، ۱۱۹- شریح، ۱۲۰- شریح، ۱۲۱- شریح، ۱۲۲- شریح، ۱۲۳- شریح، ۱۲۴- شریح، ۱۲۵- شریح، ۱۲۶- شریح، ۱۲۷- شریح، ۱۲۸- شریح، ۱۲۹- شریح، ۱۳۰- شریح، ۱۳۱- شریح، ۱۳۲- شریح، ۱۳۳- شریح، ۱۳۴- شریح، ۱۳۵- شریح، ۱۳۶- شریح، ۱۳۷- شریح، ۱۳۸- شریح، ۱۳۹- شریح، ۱۴۰- شریح، ۱۴۱- شریح، ۱۴۲- شریح، ۱۴۳- شریح، ۱۴۴- شریح، ۱۴۵- شریح، ۱۴۶- شریح، ۱۴۷- شریح، ۱۴۸- شریح، ۱۴۹- شریح، ۱۵۰- شریح، ۱۵۱- شریح، ۱۵۲- شریح، ۱۵۳- شریح، ۱۵۴- شریح، ۱۵۵- شریح، ۱۵۶- شریح، ۱۵۷- شریح، ۱۵۸- شریح، ۱۵۹- شریح، ۱۶۰- شریح، ۱۶۱- شریح، ۱۶۲- شریح، ۱۶۳- شریح، ۱۶۴- شریح، ۱۶۵- شریح، ۱۶۶- شریح، ۱۶۷- شریح، ۱۶۸- شریح، ۱۶۹- شریح، ۱۷۰- شریح، ۱۷۱- شریح، ۱۷۲- شریح، ۱۷۳- شریح، ۱۷۴- شریح، ۱۷۵- شریح، ۱۷۶- شریح، ۱۷۷- شریح، ۱۷۸- شریح، ۱۷۹- شریح، ۱۸۰- شریح، ۱۸۱- شریح، ۱۸۲- شریح، ۱۸۳- شریح، ۱۸۴- شریح، ۱۸۵- شریح، ۱۸۶- شریح، ۱۸۷- شریح، ۱۸۸- شریح، ۱۸۹- شریح، ۱۹۰- شریح، ۱۹۱- شریح، ۱۹۲- شریح، ۱۹۳- شریح، ۱۹۴- شریح، ۱۹۵- شریح، ۱۹۶- شریح، ۱۹۷- شریح، ۱۹۸- شریح، ۱۹۹- شریح، ۲۰۰- شریح، ۲۰۱- شریح، ۲۰۲- شریح، ۲۰۳- شریح، ۲۰۴- شریح، ۲۰۵- شریح، ۲۰۶- شریح، ۲۰۷- شریح، ۲۰۸- شریح، ۲۰۹- شریح، ۲۱۰- شریح، ۲۱۱- شریح، ۲۱۲- شریح، ۲۱۳- شریح، ۲۱۴- شریح، ۲۱۵- شریح، ۲۱۶- شریح، ۲۱۷- شریح، ۲۱۸- شریح، ۲۱۹- شریح، ۲۲۰- شریح، ۲۲۱- شریح، ۲۲۲- شریح، ۲۲۳- شریح، ۲۲۴- شریح، ۲۲۵- شریح، ۲۲۶- شریح، ۲۲۷- شریح، ۲۲۸- شریح، ۲۲۹- شریح، ۲۳۰- شریح، ۲۳۱- شریح، ۲۳۲- شریح، ۲۳۳- شریح، ۲۳۴- شریح، ۲۳۵- شریح، ۲۳۶- شریح، ۲۳۷- شریح، ۲۳۸- شریح، ۲۳۹- شریح، ۲۴۰- شریح، ۲۴۱- شریح، ۲۴۲- شریح، ۲۴۳- شریح، ۲۴۴- شریح، ۲۴۵- شریح، ۲۴۶- شریح، ۲۴۷- شریح، ۲۴۸- شریح، ۲۴۹- شریح، ۲۵۰- شریح، ۲۵۱- شریح، ۲۵۲- شریح، ۲۵۳- شریح، ۲۵۴- شریح، ۲۵۵- شریح، ۲۵۶- شریح، ۲۵۷- شریح، ۲۵۸- شریح، ۲۵۹- شریح، ۲۶۰- شریح، ۲۶۱- شریح، ۲۶۲- شریح، ۲۶۳- شریح، ۲۶۴- شریح، ۲۶۵- شریح، ۲۶۶- شریح، ۲۶۷- شریح، ۲۶۸- شریح، ۲۶۹- شریح، ۲۷۰- شریح، ۲۷۱- شریح، ۲۷۲- شریح، ۲۷۳- شریح، ۲۷۴- شریح، ۲۷۵- شریح، ۲۷۶- شریح، ۲۷۷- شریح، ۲۷۸- شریح، ۲۷۹- شریح، ۲۸۰- شریح، ۲۸۱- شریح، ۲۸۲- شریح، ۲۸۳- شریح، ۲۸۴- شریح، ۲۸۵- شریح، ۲۸۶- شریح، ۲۸۷- شریح، ۲۸۸- شریح، ۲۸۹- شریح، ۲۹۰- شریح، ۲۹۱- شریح، ۲۹۲- شریح، ۲۹۳- شریح، ۲۹۴- شریح، ۲۹۵- شریح، ۲۹۶- شریح، ۲۹۷- شریح، ۲۹۸- شریح، ۲۹۹- شریح، ۳۰۰- شریح، ۳۰۱- شریح، ۳۰۲- شریح، ۳۰۳- شریح، ۳۰۴- شریح، ۳۰۵- شریح، ۳۰۶- شریح، ۳۰۷- شریح، ۳۰۸- شریح، ۳۰۹- شریح، ۳۱۰- شریح، ۳۱۱- شریح، ۳۱۲- شریح، ۳۱۳- شریح، ۳۱۴- شریح، ۳۱۵- شریح، ۳۱۶- شریح، ۳۱۷- شریح، ۳۱۸- شریح، ۳۱۹- شریح، ۳۲۰- شریح، ۳۲۱- شریح، ۳۲۲- شریح، ۳۲۳- شریح، ۳۲۴- شریح، ۳۲۵- شریح، ۳۲۶- شریح، ۳۲۷- شریح، ۳۲۸- شریح، ۳۲۹- شریح، ۳۳۰- شریح، ۳۳۱- شریح، ۳۳۲- شریح، ۳۳۳- شریح، ۳۳۴- شریح، ۳۳۵- شریح، ۳۳۶- شریح، ۳۳۷- شریح، ۳۳۸- شریح، ۳۳۹- شریح، ۳۴۰- شریح، ۳۴۱- شریح، ۳۴۲- شریح، ۳۴۳- شریح، ۳۴۴- شریح، ۳۴۵- شریح، ۳۴۶- شریح، ۳۴۷- شریح، ۳۴۸- شریح، ۳۴۹- شریح، ۳۵۰- شریح، ۳۵۱- شریح، ۳۵۲- شریح، ۳۵۳- شریح، ۳۵۴- شریح، ۳۵۵- شریح، ۳۵۶- شریح، ۳۵۷- شریح، ۳۵۸- شریح، ۳۵۹- شریح، ۳۶۰- شریح، ۳۶۱- شریح، ۳۶۲- شریح، ۳۶۳- شریح، ۳۶۴- شریح، ۳۶۵- شریح، ۳۶۶- شریح، ۳۶۷- شریح، ۳۶۸- شریح، ۳۶۹- شریح، ۳۷۰- شریح، ۳۷۱- شریح، ۳۷۲- شریح، ۳۷۳- شریح، ۳۷۴- شریح، ۳۷۵- شریح، ۳۷۶- شریح، ۳۷۷- شریح، ۳۷۸- شریح، ۳۷۹- شریح، ۳۸۰- شریح، ۳۸۱- شریح، ۳۸۲- شریح، ۳۸۳- شریح، ۳۸۴- شریح، ۳۸۵- شریح، ۳۸۶- شریح، ۳۸۷- شریح، ۳۸۸- شریح، ۳۸۹- شریح، ۳۹۰- شریح، ۳۹۱- شریح، ۳۹۲- شریح، ۳۹۳- شریح، ۳۹۴- شریح، ۳۹۵- شریح، ۳۹۶- شریح، ۳۹۷- شریح، ۳۹۸- شریح، ۳۹۹- شریح، ۴۰۰- شریح، ۴۰۱- شریح، ۴۰۲- شریح، ۴۰۳- شریح، ۴۰۴- شریح، ۴۰۵- شریح، ۴۰۶- شریح، ۴۰۷- شریح، ۴۰۸- شریح، ۴۰۹- شریح، ۴۱۰- شریح، ۴۱۱- شریح، ۴۱۲- شریح، ۴۱۳- شریح، ۴۱۴- شریح، ۴۱۵- شریح، ۴۱۶- شریح، ۴۱۷- شریح، ۴۱۸- شریح، ۴۱۹- شریح، ۴۲۰- شریح، ۴۲۱- شریح، ۴۲۲- شریح، ۴۲۳- شریح، ۴۲۴- شریح، ۴۲۵- شریح، ۴۲۶- شریح، ۴۲۷- شریح، ۴۲۸- شریح، ۴۲۹- شریح، ۴۳۰- شریح، ۴۳۱- شریح، ۴۳۲- شریح، ۴۳۳- شریح، ۴۳۴- شریح، ۴۳۵- شریح، ۴۳۶- شریح، ۴۳۷- شریح، ۴۳۸- شریح، ۴۳۹- شریح، ۴۴۰- شریح، ۴۴۱- شریح، ۴۴۲- شریح، ۴۴۳- شریح، ۴۴۴- شریح، ۴۴۵- شریح، ۴۴۶- شریح، ۴۴۷- شریح، ۴۴۸- شریح، ۴۴۹- شریح، ۴۵۰- شریح، ۴۵۱- شریح، ۴۵۲- شریح، ۴۵۳- شریح، ۴۵۴- شریح، ۴۵۵- شریح، ۴۵۶- شریح، ۴۵۷- شریح، ۴۵۸- شریح، ۴۵۹- شریح، ۴۶۰- شریح، ۴۶۱- شریح، ۴۶۲- شریح، ۴۶۳- شریح، ۴۶۴- شریح، ۴۶۵- شریح، ۴۶۶- شریح، ۴۶۷- شریح، ۴۶۸- شریح، ۴۶۹- شریح، ۴۷۰- شریح، ۴۷۱- شریح، ۴۷۲- شریح، ۴۷۳- شریح، ۴۷۴- شریح، ۴۷۵- شریح، ۴۷۶- شریح، ۴۷۷- شریح، ۴۷۸- شریح، ۴۷۹- شریح، ۴۸۰- شریح، ۴۸۱- شریح، ۴۸۲- شریح، ۴۸۳- شریح، ۴۸۴- شریح، ۴۸۵- شریح، ۴۸۶- شریح، ۴۸۷- شریح، ۴۸۸- شریح، ۴۸۹- شریح، ۴۹۰- شریح، ۴۹۱- شریح، ۴۹۲- شریح، ۴۹۳- شریح، ۴۹۴- شریح، ۴۹۵- شریح، ۴۹۶- شریح، ۴۹۷- شریح، ۴۹۸- شریح، ۴۹۹- شریح، ۵۰۰- شریح، ۵۰۱- شریح، ۵۰۲- شریح، ۵۰۳- شریح، ۵۰۴- شریح، ۵۰۵- شریح، ۵۰۶- شریح، ۵۰۷- شریح، ۵۰۸- شریح، ۵۰۹- شریح، ۵۱۰- شریح، ۵۱۱- شریح، ۵۱۲- شریح، ۵۱۳- شریح، ۵۱۴- شریح، ۵۱۵- شریح، ۵۱۶- شریح، ۵۱۷- شریح، ۵۱۸- شریح، ۵۱۹- شریح، ۵۲۰- شریح، ۵۲۱- شریح، ۵۲۲- شریح، ۵۲۳- شریح، ۵۲۴- شریح، ۵۲۵- شریح، ۵۲۶- شریح، ۵۲۷- شریح، ۵۲۸- شریح، ۵۲۹- شریح، ۵۳۰- شریح، ۵۳۱- شریح، ۵۳۲- شریح، ۵۳۳- شریح، ۵۳۴- شریح، ۵۳۵- شریح، ۵۳۶- شریح، ۵۳۷- شریح، ۵۳۸- شریح، ۵۳۹- شریح، ۵۴۰- شریح، ۵۴۱- شریح، ۵۴۲- شریح، ۵۴۳- شریح، ۵۴۴- شریح، ۵۴۵- شریح، ۵۴۶- شریح، ۵۴۷- شریح، ۵۴۸- شریح، ۵۴۹- شریح، ۵۵۰- شریح، ۵۵۱- شریح، ۵۵۲- شریح، ۵۵۳- شریح، ۵۵۴- شریح، ۵۵۵- شریح، ۵۵۶- شریح، ۵۵۷- شریح، ۵۵۸- شریح، ۵۵۹- شریح، ۵۶۰- شریح، ۵۶۱- شریح، ۵۶۲- شریح، ۵۶۳- شریح، ۵۶۴- شریح، ۵۶۵- شریح، ۵۶۶- شریح، ۵۶۷- شریح، ۵۶۸- شریح، ۵۶۹- شریح، ۵۷۰- شریح، ۵۷۱- شریح، ۵۷۲- شریح، ۵۷۳- شریح، ۵۷۴- شریح، ۵۷۵- شریح، ۵۷۶- شریح، ۵۷۷- شریح، ۵۷۸- شریح، ۵۷۹- شریح، ۵۸۰- شریح، ۵۸۱- شریح، ۵۸۲- شریح، ۵۸۳- شریح، ۵۸۴- شریح، ۵۸۵- شریح، ۵۸۶- شریح، ۵۸۷- شریح، ۵۸۸- شریح، ۵۸۹- شریح، ۵۹۰- شریح، ۵۹۱- شریح، ۵۹۲- شریح، ۵۹۳- شریح، ۵۹۴- شریح، ۵۹۵- شریح، ۵۹۶- شریح، ۵۹۷- شریح، ۵۹۸- شریح، ۵۹۹- شریح، ۶۰۰- شریح، ۶۰۱- شریح، ۶۰۲- شریح، ۶۰۳- شریح، ۶۰۴- شریح، ۶۰۵- شریح، ۶۰۶- شریح، ۶۰۷- شریح، ۶۰۸- شریح، ۶۰۹- شریح، ۶۱۰- شریح، ۶۱۱- شریح، ۶۱۲- شریح، ۶۱۳- شریح، ۶۱۴- شریح، ۶۱۵- شریح، ۶۱۶- شریح، ۶۱۷- شریح، ۶۱۸- شریح، ۶۱۹- شریح، ۶۲۰- شریح، ۶۲۱- شریح، ۶۲۲- شریح، ۶۲۳- شریح، ۶۲۴- شریح، ۶۲۵- شریح، ۶۲۶- شریح، ۶۲۷- شریح، ۶۲۸- شریح، ۶۲۹- شریح، ۶۳۰- شریح، ۶۳۱- شریح، ۶۳۲- شریح، ۶۳۳- شریح، ۶۳۴- شریح، ۶۳۵- شریح، ۶۳۶- شریح، ۶۳۷- شریح، ۶۳۸- شریح، ۶۳۹- شریح، ۶۴۰- شریح، ۶۴۱- شریح، ۶۴۲- شریح، ۶۴۳- شریح، ۶۴۴- شریح، ۶۴۵- شریح، ۶۴۶- شریح، ۶۴۷- شریح، ۶۴۸- شریح، ۶۴۹- شریح، ۶۵۰- شریح، ۶۵۱- شریح، ۶۵۲- شریح، ۶۵۳- شریح، ۶۵۴- شریح، ۶۵۵- شریح، ۶۵۶- شریح، ۶۵۷- شریح، ۶۵۸- شریح، ۶۵۹- شریح، ۶۶۰- شریح، ۶۶۱- شریح، ۶۶۲- شریح، ۶۶۳- شریح، ۶۶۴- شریح، ۶۶۵- شریح، ۶۶۶- شریح، ۶۶۷- شریح، ۶۶۸- شریح، ۶۶۹- شریح، ۶۷۰- شریح، ۶۷۱- شریح، ۶۷۲- شریح، ۶۷۳- شریح، ۶۷۴- شریح، ۶۷۵- شریح، ۶۷۶- شریح، ۶۷۷- شریح، ۶۷۸- شریح، ۶۷۹- شریح، ۶۸۰- شریح، ۶۸۱- شریح، ۶۸۲- شریح، ۶۸۳- شریح، ۶۸۴- شریح، ۶۸۵- شریح، ۶۸۶- شریح، ۶۸۷- شریح، ۶۸۸- شریح، ۶۸۹- شریح، ۶۹۰- شریح، ۶۹۱- شریح، ۶۹۲- شریح، ۶۹۳- شریح، ۶۹۴- شریح، ۶۹۵- شریح، ۶۹۶- شریح، ۶۹۷- شریح، ۶۹۸- شریح، ۶۹۹- شریح، ۷۰۰- شریح، ۷۰۱- شریح، ۷۰۲- شریح، ۷۰۳- شریح، ۷۰۴- شریح، ۷۰۵- شریح، ۷۰۶- شریح، ۷۰۷- شریح، ۷۰۸- شریح، ۷۰۹- شریح، ۷۱۰- شریح، ۷۱۱- شریح، ۷۱۲- شریح، ۷۱۳- شریح، ۷۱۴- شریح، ۷۱۵- شریح، ۷۱۶- شریح، ۷۱۷- شریح، ۷۱۸- شریح، ۷۱۹- شریح، ۷۲۰- شریح، ۷۲۱- شریح، ۷۲۲- شریح، ۷۲۳- شریح، ۷۲۴- شریح، ۷۲۵- شریح، ۷۲۶- شریح، ۷۲۷- شریح، ۷۲۸- شریح، ۷۲۹- شریح، ۷۳۰- شریح، ۷۳۱- شریح، ۷۳۲- شریح، ۷۳۳- شریح، ۷۳۴- شریح، ۷۳۵- شریح، ۷۳۶- شریح، ۷۳۷- شریح، ۷۳۸- شریح، ۷۳۹- شریح، ۷۴۰- شریح، ۷۴۱- شریح، ۷۴۲- شریح، ۷۴۳- شریح، ۷۴۴- شریح، ۷۴۵- شریح، ۷۴۶- شریح، ۷۴۷- شریح، ۷۴۸- شریح، ۷۴۹- شریح، ۷۵۰- شریح، ۷۵۱- شریح، ۷۵۲- شریح، ۷۵۳- شریح، ۷۵۴- شریح، ۷۵۵- ش

۹- کسان ۱۰- فروغ ۱۱- ۱۲- طوقان ۱۳- نائش پیدا ہوئے۔

علامہ طبری کے بیان کے مطابق آپ کی اہلیہ قطورہ سے بی تھان پیدا ہوئے، باقی پانچ بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ رموہ سے پیدا ہوئے۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق کل صاحبزادوں کی تعداد تیرہ ہوئی۔ حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل، حضرت سارہ سے حضرت اسماعیل، قطورہ سے صاحبزادے، اور پانچ صاحبزادے برہایت کفلی، جنین یا جنم سے اور برہایت طبری رموہ سے پیدا ہوئے۔ [خانمدان مصطفیٰ علامہ سید محمد سعید ابن قادری ص ۳۷-۳۸]

[۶] توراہ کی کتاب پیدائش، باب ۲۵ میں ہے:

حضرت اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: ہابوت/ نابت، ۲- قیدار، ۳- اذکیل، ۴- بیام، ۵- شماع، ۶- رومہ، ۷- مساء، ۸- حدوہ، ۹- قہ، ۱۰- بطور، ۱۱- قیس، ۱۲- قدمہ، انہیں کے ناموں سے بستیوں نامزد ہوئیں اور پہلی بارہ بیٹے اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے۔ اس بات سے اختلاف ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم ان صاحبزادگان میں سے کس کی نسل میں ہیں۔ ابن ہشام نے نابت بن اسماعیل کو حضور کا چچا علی بنابا ہے۔ بعض کے نزدیک تیدار بن اسماعیل جد اعلیٰ ہیں [خانمدان مصطفیٰ ص ۶۳]

[۷] صاحب مراء ۱۴۵ الانساب نے حضرت عدنان کے چند صاحبزادے شمار کرائے ہیں: ۱- قہمہ، ۲- ذکوان، ۳- شیبک، ۴- آجین، ۵- آجین، ۶- آرد، ۷- عدنان، ۸- حجب، ۹- قحی، ۱۰- روث، ۱۱- عدی، ۱۲- ذئب، ۱۳- نعمان، ۱۴- عک، ۱۵- شحاک،

[مراء الانساب ص ۶۰]

بعض نے صرف دو صاحبزادے گنائے ہیں: ۱- معز، ۲- عک، معہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ ہیں اور عک بن کی جانب ہجرت کر گئے اور وہیں صاحب سلطنت بنے۔ حضرت معہ کے دو صاحبزادے تھے: ۱- نزار، ۲- قیس جن کی اولاد قحسی کہلاتی ہے۔

[۸] ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب نزار کا بھائی قحس بن معرب کا حکمران

ہوا تو اس نے نزار کو حرم کے نکال دینے کا ارادہ کیا تاکہ اس کی حکومت کو ختم نہ رہے۔ یہ کہہ کر اہل مکہ نے حضرت نزار کی بزرگی اور شرافت کے پیش نظر خود کو مکہ سے نکال دیا اور حکومت حضرت نزار کے حوالے کر دی۔ نزار نے سو وہ بنت عک بن اریث بن عدنان سے شادی کی جس سے مظہر اور ایاد پیدا ہوئے۔ حضرت نزار کی دوسری شادی عدنان بنت سلطان جرہمی سے ہوئی جس سے ربیعہ اور انمار پیدا ہوئے۔ وفات کے وقت حضرت نزار نے اپنی ملکیت اپنے چاروں صاحبزادوں میں تقسیم کر دی۔ قہمہ کو یایا، اذکیل کو جمہ و عصا، ربیعہ کو فرس اور انمار کو تھارو دیا۔ [خانمدان مصطفیٰ ص ۶۵]

[۹] چونکہ آپ کے والد نے آپ کو قہمہ یعنی یا قوت و قہمہ مرغ چتر میں عطا کی تھیں، اس لیے آپ کو قہمہ ترا بھی کہا جاتا ہے صحیحی خوانی آپ ہی کی ایجاد ہے، بہت خوش آواز تھے۔ ملت برائگی پر قائم تھے۔ حکومت و ریاست آپ ہی کے خاندان میں رہی۔

[۱۰] حضرت الیاس بن معمر نے سب سے پہلے کاندہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ اپنی پشت مبارک سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کی آواز بنا کر تے تھے۔ آپ کی اہلیہ خندف، ابن خلدون نے ان کے نام: ۱- بندر، ۲- قہمہ، ۳- طائض بتائے ہیں۔ ہر گزتا ہے۔ عمر، عامر، عیسر، صلی نام ہوں اور مدکر، قہمہ، طائض عرفی القاب ہوں۔ تلبیہ ہجرتیہ طائض/ عیسر کی نسل سے ہے [خانمدان مصطفیٰ، ص ۶۶-۶۷]

[۱۱] ابن ہشام نے حضرت خزیمہ کی کنیت ابوالاسد اور آپ کی اولاد کی تعداد چار بتائی: ۱- کنانہ، ۲- اسد، ۳- اسد، ۴- ہون، ۱۰- ابو شہین حضرت زینب دودانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسد بن خزیمہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

اور حضرت کنانہ کے بیٹوں کی تعداد ابن ہشام نے چار بتائی ہے: ۱- اسخرف، ۲- مالک، ۳- عبد مناف اور ۴- کنان۔

[۱۲] حضرت مالک کے دوسرے صاحبزادے کا نام حارث یا حارث تھا۔

[۱۳] قریش کس کا لقب ہے اور اس کی تلبیہ کیا ہے، اس سلسلے میں ارباب سیرت کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ تلبیہ بن کنانہ کا لقب قریش ہے۔ دوسرے

حضرات کہتے ہیں حضرت نصر کے پوتے حضرت فہر بن مالک بن نصر کو قریش کہتے ہیں۔ جبہ راہی دوسرے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ ابن خلدون نے دونوں طبقے کے درمیان تلبیہ پیدا کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ دراصل نصر ہی کا نام قریش تھا۔ چونکہ بعض میں سوائے فہر کے کسی کی بھی نسل نہیں چلی، اس لیے اولاد فہری، بنو نصر اور بنو قریش ہے اور اسے اس لقب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔

حضرت فہر کے صاحبزادگان کے بارے میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایت یہ ہے کہ چار صاحبزادے تھے: ۱- قاب، ۲- محارب، ۳- حارث، ۴- اسد۔ ابن خلدون نے صرف تین صاحبزادوں کے نام ذکر کئے، غالب محارب اور حارث۔ یہ صاحبزادگان اہل ملی بنت سعد بن ہاشم بن مدکر کے بیٹوں سے تھے۔

قریش کی دو دوسرے تسمیہ حضرت مصنف نے ذکر کی۔ سب سے مشہور وہ یہ ہے کہ قریش عربی زبان میں ایک قوم کی پہلی کہتے ہیں جسے کلاب، الجرح بھی کہا جاتا ہے۔ یا حتی توانا ہوتی ہے کہ پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانت سے تلواری طرح کاٹ دیتی ہے۔ چونکہ حضرت فہر بہت توانا، بہادر، معزز اور فن حرب و شرب میں ملاق تھے، اس لیے انھیں قریش کہا جانے لگا۔

تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ ان کے زمانہ میں بین کا حاکم حسان نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تاکہ خاندان کعبہ کو ختم کر کے اس کا پلہ بین لے جائے اور اسی پلہ سے وہاں خانہ کعبہ تعمیر کر دے۔ حضرت فہر نے اپنے بھائیوں اور دیگر متعلقین سے مل کر خاندان حیثیت سے بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ یعنی فرج کا مقابلہ کیا اور حسان کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ تین سال تک قید میں رکھنے کے بعد فہر نے اسے آزاد کر دیا اور وہ بین جاتے ہوئے راستہ میں مر گیا۔ اس سے فہر کی عظمت و شوکت کا وہ پلہ پورے عرب پر قائم ہو گیا [خانمدان مصطفیٰ ص ۶۹-۷۰]

[۱۴] حضرت غالب کی کنیت ابوتعمی۔ ابن ہشام نے ان تین صاحبزادوں کے نام ذکر کئے ہیں: ۱- لوی، ۲- تیم، ۳- قیس۔ یہ بیٹوں اہل بنت کعب بن عمرو کے بیٹوں سے تھے۔

[۱۵] مدارج النبیل میں تحریر ہے کہ لوی، لائی کی تفسیر ہے جس کا صحیح لقب حبش و مشرت سے زندگی گذرانا ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت لوی کے صرف چار صاحبزادے گنائے ہیں: ۱- کعب، ۲- حامر، ۳- ساء، ۴- خوف، ابن ہشام نے ایک اور صاحبزادے حارث بن لوی کا بھی ذکر کیا ہے۔ کعب، حامر، ساء کی والدہ نازیہ بنت کعب بن العتیم بن حمر خزاعیہ تھیں۔

[۱۶] ابن اسحاق، ابن ہشام نے حضرت کعب کے تین صاحبزادے: ۱- مروہ، ۲- عدی، ۳- ضعیض ذکر کئے ہیں جن کی والدہ وحشیہ بنت شیمان بن محارب بن قہر تھیں۔ بعض روایت میں: ۱- کعب، ۲- اورش، ۳- کعبی آپ کی اولاد میں شامل کیا گیا ہے، حضرت قاہوق العظیم، حضرت ابو سعید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ہشام بن العاص، حضرت عبد اللہ بن خداوقیسے مشاہیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سلسلہ نسب بھی حضرت کعب سے جاتا ہے۔ حضرت کعب کی عظمت اور وجاہت معاشرے میں اس قدر تھی کہ آپ کی ولادت کے حساب سے سالوں کی قیمیں کی جاتی تھی جیسے بن مسوی اور بن جہری رائج ہوئے۔ آپ کا سن پیدائش اصحاب کلم کے ۱۰۷ تھے جبکہ عرب میں جاری رہا [خانمدان مصطفیٰ ص ۷۱-۷۲]

[۱۷] آپ کی کنیت ابو زہرہ تھی اور نام حکیم تھا۔ آپ نے بہت سے شکاری کئے پال رکھے تھے، اس لیے کلاب کی عرفیت سے مشہور ہو گئے۔ حضرت سعیدہ آمنہ آپ ہی کی پر پائی تھیں۔

[۱۸] حضرت قحس کا نام زید تھا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ فاطمہ بنت سعد اپنے قبیلے سے بہت دور بنا وقتعا میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس لیے آپ کو اس مناسبت سے قحس کہا جانے لگا جس کا مطلب دور ہونا ہے۔ آپ بہت طویل الشان اور عظیم المرتبت صاحب علم اور مطارع و مذہب تھے۔ سرداری آپ کی میراث تھی۔ بنو قریش کی آپ نے شیرازہ بندی فرمائی، اس لیے آپ کا ایک بیٹ بھی تھا۔ نجاب، سقایہ، رفادہ اور دارالندوہ کی امیری اور جنگ پر ہم کشائی کے با عظمت سعیدہ سے آپ کے پرد تھے۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام نے آپ کے چار صاحبزادوں: ۱- عبد مناف، ۲- عبد اللہ، ۳- عبد العزی،

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کے گھروں میں سب سے بہتر بنو نجار ہیں پھر بنو عبد المطلب پھر بنو حازم بن خزرج ہیں پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار کے ہر گھر میں بہتری اور خیر ہے۔

شارح بخاری بھی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اس کی شرح میں رقم طراز ہیں: راجح اور بخاری سب سے کہ سب سے مقدم بنو نجار ہیں۔ ان کی یہ دوا ہم خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضور اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدِ کریم کی نائینال ہے۔ دوسری یہ کہ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بنو نجار ہی میں قیام فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو نجاری کے ختم و چراغ تھے [نزدہ القاری: ۱۶۳-۱۶۵]۔

حضرت ہاشم نے دوسری شادی خلیلہ بن خزرج میں بھی کی تھی اور انہی کے بیٹوں سے ابوشعیبہ پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے بھی قبیلہ خزرج میں دو شاہدیاں کی تھیں جن سے ابولہب اور نعل پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے صاحبزادگان میں مقوم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح مدینہ طیبہ میں ہوا۔ مقوم کی بیوی مالک بن نجار کے خاندان سے تھی۔ حضرت حمزہ کی دو شاہدیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں۔ ایک بیوی بنو نجار سے تھی جن کا نام خولہ بنت خنیس تھا اور دوسری قبیلہ اس سے تھی۔ [الانصار ص ۱۱۳] ان کے علاوہ سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالمطلب بن عوف وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی انصار میں شادیاں فرمائیں۔ دیگر اہل قریش نے بھی نکاح سے حضرت انصار کے خاندانوں میں رشتے قائم کئے۔ تو پھر حضرات انصار کو فروز اور جمول المنسب کیوں کر کہا جاسکتا ہے، جبکہ خود قریش کو بھی نسبت محمدی کی بنا پر فضیلت حاصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو شان سے پہلے کسی کو ملیں، وہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔ ایک تو یہ کہ میں قریش میں ہوں [یہ تمام فضائل سے ارشادِ وحی ہے] اور قریش میں ہی خلافت اور کعبہ معظمہ کی درباری اور حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ہے، اور انہیں اصحابِ قبل پر نصرت بخشی اور انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تبا

کی کہ ان کے سوا روئے زمین پر کسی اور خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے۔ [یہی تھے یا ان کے حیدر و مولیٰ] اور اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک سورت قرآن مجید کی آیت جاری کی اس میں صرف انہیں کا ذکر فرمایا اور سورۃ لایلیف قریش ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ام ہانی نے خلافت میں اور واسطہ میں سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اس کے الفاظ ان دونوں سے مختلف ہیں۔

[قادیانی رضویہ در مالدارۃ الادب انفاصل المنسب: ۲۱۲-۲۱۳] جب خاندانی نسبت کا یہ اعزاز حضرات انصار کو بھی حاصل ہے تو پھر ان کی عظمتوں کا کیا پوچھنا۔ یہ نسبت تو حضرات انصار کو کل قیامت میں بھی کام آئے گی۔ حدیث رسول ہے:

اول من اشفع له یوم القیامۃ من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم من الانصار ثم من امن بی و اتبعنی من البین ثم من سائر العرب ثم الاجناس ثم من اشفع له اولاً افضل رؤاہ الطیرانی فی الکبیر والدار القطعی فی الافراد والمخلص فی الفوائد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

قیامت کے دن میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر جو مجھ سے زیادہ قریب ہیں درجہ بدرجہ ان کی شفاعت کروں گا۔ یعنی پھر قریش پھر انصار کی پھر اہل بکن کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری چہرہ کی پھر باقی اہل عرب کی پھر اہل عجم کی اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے۔

یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی نے افراد میں اور مجلس نے فوائد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ [قادیانی رضویہ: ۲۱۲/۲۱۳] ان تین اور خاندانی قریاتوں کے علاوہ حضرات انصار منسلک و شایعہ میں بھی بنی اسرائیل سے مشابہہ تھے۔ خوبصورت، سڈول، گورے یا گندمی، میانہ قد اور صاف

جسٹ انجسامہم۔ [المنفقون: ۴] اور جب تم ان کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تم کو کھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں:

کانوا یوحی الیہم شیئاً لیس فیہم منہما بہت خوبصورت لوگ تھے۔ ظاہر ہے کہ منافقین انصاری ہی کے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے برعکس

قطانی چونکہ یمن میں رہتے تھے، اس لیے ان کا رنگ سیاہ اور قد نہایت دراز ہوتا تھا۔ چنانچہ قوم عاد کے قد و قامت کی درازی کا خود قرآن مجید میں ذکر آیا ہے انصار کے نام بھی قریش سے ملتے جلتے تھے، ان تمام شہادتوں، قریاتوں اور ممالکوں اور عظمتوں کے باوجود حضرت مصعب کا حضرت انصار کے بارے میں یہ لکھتا:

”یہ حضرات جمول المنسب ہیں اور سراج میں شرافت و اعزاز کا وہ معیار نہیں رکھتے جو اہل بیت اور شراف عرب کو حاصل ہیں۔“

انہی کی اہم سے بالاتر ہے۔ شاید ایسے ہی مقام کے لیے عربی میں منسب ہے۔ لیکل جواد کبویہ۔ ہر ماہ اور تیز شم و مار کھنکھو کر بھی لگ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



فصل دوم

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ سادات کا ذکر جمیل



حضرات انبیاء کرام کے ذیل میں اکثر بڑے مورخین ان چار جلیل الشان انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہیں: ۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام، ۲- حضرت موسیٰ علیہ السلام، ۳- حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ۴- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیکن بفرمان حدیث حضرت انبیاء کی تعداد بیشتر ہے۔ [۱]

اے عزیز! پیغمبران عظام علیہم السلام کے تذکرے کو جس دو حصے میں بیان کرتا ہوں۔ ایک حصہ اولیٰ الاحرم پیغمبران اور سرسلیکین کے تذکرے پر مشتمل ہوگا۔ دوسرے حصے میں خاتم النبیین، سید المرسلین محمد عربی رومی فدائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ممتاز اور مطہرہ تذکرہ آئے گا۔

حضور کے علاوہ ان انبیاء و رسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن و حدیث میں صراحتاً ذکر ہوئے ہیں: ۱- حضرت آدم علیہ السلام، ۲- حضرت شیث، ۳- حضرت ادریس، ۴- حضرت نوح، ۵- حضرت ہود، ۶- حضرت ابراہیم، ۷- حضرت اسمعیل، ۸- حضرت صالح، ۹- حضرت اسحاق، ۱۰- حضرت یعقوب، ۱۱- حضرت یوسف، ۱۲- حضرت خضر، ۱۳- حضرت ایوب، ۱۴- حضرت شعیب، ۱۵- حضرت موسیٰ، ۱۶- حضرت ہارون، ۱۷- حضرت یوشع، ۱۸- حضرت الیاس، ۱۹- حضرت شیخ، ۲۰- حضرت شموئیل، ۲۱- حضرت داؤد، ۲۲- حضرت سلیمان، ۲۳- حضرت عزریل، ۲۴- حضرت دانیال، ۲۵- حضرت ذوالکفل، ۲۶- حضرت یونس، ۲۷- حضرت زکریا، ۲۸- حضرت یحییٰ، ۲۹- حضرت عیسیٰ علیہم وعلیٰ نبینا وعلیٰ صلواتہ و السلام۔

تو ارجح میں چند اور پیغمبر کے اسمائے گرامی آئے ہیں۔ ان میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں صاحبزادگان حضرت سام، حضرت حام، حضرت یافث آتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہ گیارہ صاحبزادگان اسباب گنہ گار ہیں: ۱- یحییٰ، ۲- یونس، ۳- زکریا، ۴- یحییٰ، ۵- یونس، ۶- یونس، ۷- یونس، ۸- یونس، ۹- یونس، ۱۰- یونس، ۱۱- یونس۔

اور مذکورہ بالا تینوں پیغمبران، اصحاب قریب ہیں۔ [۲]

سیدنا آدم علیہ السلام کا لقب صغی اللہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آدم کا خاکی خیر گوندھنے کے لئے جنت کی زمین سے ایک مشت خاک لے آؤ۔ زمین نے انہیں قسم دی کہ میری مٹی مت لے جاؤ کہ اس سے ایک خاکی مخلوق پیدا ہوگی جو مسلسل ناشائستہ اعمال کا ارتکاب کرے گی اور اس وجہ سے کہ اس کی تخلیق میں میرا جزی بھی شامل ہوگا، گنہ گنہ میں قراب الہی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ حضرت جبرئیل، زمین کی یہ عرضداشت سن کر لوٹ گئے جن تعالیٰ نے حضرت میکائیل کو اسی فرض سے بھیجا۔ زمین نے حلف دے کر ان سے بھی وہی گذارش کی، وہ بھی لوٹ گئے، پھر حکم ربی سے حضرت اسرافیل حاضر ہوئے، وہ بھی زمین کی گذارشات سن کر لوٹ گئے۔ پھر رب تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو اسی فرض سے بھیجا۔ ان سے بھی زمین نے قسم دے کر گذارش کی کہ وہ اس کا حصہ خاک اس مقصد کے لئے نہ لے جائیں لیکن حضرت عزرائیل نے فرمایا: اے زمین! تیری قسمیہ گذارش سے بہت بڑھ کر رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کی بجا آوری ضروری ہے اور خاتمہ کبھی کیلئے مٹی اٹھالی۔ چونکہ حضرت عزرائیل نے کوئی رعایت نہ کی، اس لئے روح قبض کرنے کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی۔ [۳]

رب تعالیٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے اسی مٹی سے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی۔ چالیس دن کے بعد ان کے قالب میں روح ڈالی۔ حدیث قوی ہے:

حضرت طینة ادم بیدی اربعین صباحا۔ میں نے اپنے دست قدرت سے آدم کے قالب خاکی کو چالیس دن تک خیر کیا۔ [۴]

پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام تعلیم فرمائے۔ ارشاد ربانی

ہے تو علم ادم الاسماء کلہا [البقرہ: ۳۱] اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ [۵]

ملا کہ پر ان کی تعلیم لازم ہوئی، یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے حضرت آدم کو کعبہ تعظیم کیا۔ صرف اٹھس نے انکار کیا جو گروہ جن سے تعلق رکھتا تھا لیکن طاعت خداوندی کی کثرت کے سبب ملائکہ کی صفوں میں شمار ہوتا تھا۔ اٹھس اپنی اسی نافرمانی کی وجہ سے ملعون ہوا۔

حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں خاص مقام عطا فرمایا، آپ کی پہلی سے حضرت جوا کی تخلیق فرمائی [۶] اور ان دونوں کو گنہ گنہوں کے نام سے منع فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ گنہ گنہوں اور انکو رکھانے سے منع فرمایا۔ اٹھس جنت میں گیا اور کسی خلیفے سے ان دونوں کو خوشگندم کھلا دیا۔ حق تعالیٰ نے ان دونوں حضرات پر عتاب ظاہر فرمایا اور درشت طوئی کو حکم دیا کہ ان دونوں کو بہشت سے باہر نکال دے۔ حضرت آدم علیہ السلام ہمدردستان سرانندہ پہاڑ پر وارد ہوئے اور حضرت حوا مکہ شریف کی حدود میں اور اٹھس کو درمیان [الیہ] میں اتارا۔ جب حضرت آدم نے خود کو جنت سے باہر دنیا میں دیکھا تو سمجھ گئے کہ حق تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ [۷] ۷۰ سال تک سرانندہ پہاڑوں میں گریہ و زاری کے ساتھ عبادت الہی میں مصروف رہے اور پھر سے میں سرکھ کر دتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی گریہ و زاری سے بہت سے پودے آگ آئے جو سب کے سب امراض کی دوا ہیں۔ سو سال کے بعد عاشرہ کے دن آپ کی توبہ قبول ہوئی۔

دوسری حرم جسے عاشرہ کہتے ہیں، اس دن کے بے شمار فضائل ہیں۔ اسی دن حضرت اور تینوں علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جو دی پہاڑ پر ٹھہری۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے، اٹھس نبوت عطا ہوئی اور آتش نمرود سے نجات ملی۔ اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی سلطنت واپس ملی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو

بلا اور مصیبت سے نجات ملی اور آپ مکمل صحت یاب ہو گئے۔ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے نجات ملی۔ حضرت یونس علیہ السلام چمچل کے چہیت سے آزاد ہوئے۔ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے وغیرہ۔

پس حضرت آدم کے سبب بیت المعمور کو بہشت سے زمین پر اتارا گیا۔ جس جگہ حرم کعبہ ہے، اس جگہ کچھ نہ تھا، یک بارگی حضرت آدم علیہ السلام کے سبب وہاں حرم شریف، حج اور طواف کے معاملات ظاہر ہوئے۔ حضرت آدم نے حج کے وقت مقام عرفات میں حضرت حوا سے ملاقات کی۔ اسی وجہ سے اس جگہ عرفات [مشاخصت اور تعارف کی جگہ] کہتے ہیں۔ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اس کے بعد سرانندہ [سری انکا] کو تشریف لے گئے۔ حضرت آدم کو ایک ساتھ دو بیٹے تولد ہوئے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ آپ ایک یمن کے لڑکے کی شادی دوسرے یمن کی لڑکی کے ہمراہ فرماتے تاکہ امتیاز رہے۔ [۸] جب قاتیل، اور ان کی بہن تولد ہوئیں تو قاتیل اپنی اس جڑواں بہن اقلیمان کی بے پناہ خوبصورتی پر فریفت ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حسب سابق اقلیمان کو ہاتل سے منسوب کر دیا۔ اب اٹھس میں تنازعہ پیدا ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا کہ قربانی کرو۔ جس کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے گی، میں اقلیمان کو اس کے حوالے کر دوں گا۔ ہر ایک نے ایک بکری لی اور ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ ہاتل کی قربانی کو آسمانی آگ نے آ کر جلا دیا۔ قاتیل کی پونجی رہ گئی۔ حضرت آدم نے اپنی بیٹی ہاتل کے پردہ کر دی۔ اب قاتیل کو ہاتل سے سخت دشمنی ہو گئی۔ اس نے ہاتل کو پتھر مارا جس سے ان کی وفات ہو گئی۔ قاتیل کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ہاتل کی لاش کیسے کھانے لگائی جائے [کیونکہ یہ پہلی موت تھی] اللہ تعالیٰ نے دو پرندے ظاہر فرمائے جو لڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اس کی لاش کو تھنہ خاک چھپا دیا۔ اسے دیکھ کر قاتیل نے فتنہ باطنیہ سیکھا اور ہاتل کی لاش کو تھنہ میں اتار کر تھنہ برابر کر دی۔ پھر اٹھس نے قاتیل کو درغایا کہ آگ نور سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم اس کو

[۷] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت سے بند میں اترے تو گھبرائے۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتر کر ڈان دی۔ جب نام پاک آیا، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: مجھ کوں ہیں؟ کہا: آپ کی اولاد میں سب سے پیچھے نبی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [حلیہ الاولیاء، ۵: ۱۰۷ اور الکتاب العربی، بیروت/قادی رضویہ، ۶۳۰/۱۵]

[۸] سورہ نساء کی آیت کریمہ: ہوت، مہما رجلا کثیرا کے تحت تفسیر صاوی میں تحریر ہے کہ حضرت خواطبا السلام، میں بار یا چالیس بار عالم ہو گئے۔ ہر جمل میں دو پتے تولد ہوتے، ایک بچہ ایک بیٹی۔

مواہب لدینی کی تفسیر انوار مجید میں ذکر ہے کہ صرف حضرت شیخ علیہ السلام جمہا تولد ہوئے اور یہ جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اکرام تھا، وسعت شیشا و وحدہ کرامۃ نبیہ، نا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان نورہ النفل من ادم الی نبیہ [انوار مجید، ص ۱۱۵] حضرت خواطبا السلام کے یہاں حضرت شیخ علیہ السلام کی اکیلی ولادت ہوئی۔ ان کے ساتھ جڑواں کوئی بچی نہیں تھی، یہ صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نوڑی کریم و تقسیم کے لیے تھا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر حضرت شیخ علیہ السلام کے پاس آ گیا۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۵۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی نسل پاک میں اللہ رب العزت نے بہت جلد برکت اور وسعت عطا فرمائی۔ آپ کے ۷۰ سال کے وقت آپ کی اولاد و اولاد کی تعداد چالیس ہزار سے تجاوز ہو چکی تھی تفسیر صاوی اور دہلی میں یہ تعداد تقریباً ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ [ایضاً ایضاً]

حضرت شیخ علیہ السلام

سیدنا آدم علیہ السلام کے اکیس صاحبزادے اور بائیس صاحبزادیاں تھیں۔ لیکن صرف تین صاحبزادگان [حضرت شیخ، حضرت بائیل، اور قاتیل] کے نام ہی معلوم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت شیخ علیہ السلام [۱] کے پاس وہی آئی اور منصب نبوت عطا ہوا۔ جو آدم میں اختلاف روزناما ہوا۔ بعض نے حضرت شیخ کی اتباع کی اور بعض نے قاتیل کے فرزندوں کی پیروی کی اور آتش پرستی کرنے لگے۔ حضرت شیخ علیہ السلام نے آتش پرستی سے انہیں باز رہنے کیا۔ انہیں سے اختلاف ان کا پیشہ ہو گیا۔ حضرت شیخ علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو پتھر اور گارے سے تعمیر کیا۔ جب نو سو بارہ سال گذر گئے تو حضرت شیخ کے صاحبزادے نوح آپ کے چالیس پھیرے جن کی عمر پانچ سو یا تین سو پانچ سال ہوئی کھجور کا درخت آپ نے ہی لگایا۔ آپ کے صاحبزادے قینان نے بائیل کی تعمیر شروع کی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مہلہا نیکل / ہملیل اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے یروہی اور چالیس ہوئے۔ نو سو بائیس سال عمر پائی۔ یہ سب حضرات حضرت آدم علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں ہی دنیا میں تشریف لائے۔

حواشی

[۱] طبقات ناصری میں ہے: حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت شیخ علیہ السلام ہی کو ریاست ملی۔ وہ اللہ

کے رسول تھے اور آپ پر کتاب اتاری گئی جس میں چچاں بھیجے تھے۔ انہوں نے دنیائے مہموں کو ڈھا ڈھکیا کر لیا۔ وہ حرمون پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں عبادت میں مصروف ہو گئے۔ شیخ یہ ہے کہ حضرت شیخ علیہ السلام پر کس بھیجے نازل ہوئے اور وہ سب علم وحکمت سے بھرے ہوئے تھے۔ یونانی حکیم حضرت شیخ علیہ السلام کو حکیم عالمون کہتے تھے [طبقات ناصری، اردو، ص ۳۲۸-۳۲۹]

اس کے حرم نام رسول مہراں کے حاشیے میں لکھتے ہیں: گوہ حرمون جسے آج کل جبل اشع کہتے ہیں، فلسطین کی شمالی حد پر ہے اور اس کی بلندی نو ہزار دو سو فٹ بتائی جاتی ہے۔ آس پاس کے ٹیلوں میں حرمون بہت نمایاں اور ممتاز ہے۔ کچھ جھیل سے جسے آج کل بحیرہ طبر یہ کہتے ہیں، ان کوہ حرمون قریبا چالیس میل شمال میں ہے [طبقات ناصری، ص ۳۲۳]

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس بن یزید / اہبار علیہ السلام اولوالعزم تفسیر ہیں۔ [۱] بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ہر ہزار سال کے بعد ایک مہر سارہ نکلتا ہے جسے اولوالعزم کہتے ہیں۔ آپ کا اسم گرامی اشوخ ہے اور لقب ادریس ہے۔ صاحب الملتیہ بالعمیہ والحدیث بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے دراز عمر پائی تھی، حکیم بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ علم نجوم آپ کا مجزہ ہے۔ آپ نے ہی بنائی، بنائی، موسیٰ اور اوتوں کی سلائی کی صنعت ایجاد فرمائی۔ ہر ام مصر [۲] آپ نے بنائے اور ان پر ساری صنعتوں کی شکلیں دوبارہ ایجاد فرمیں اور آنے والے طوفان نوح کی خبر دی۔ ملک الموت سے آپ کی دوستی تھی۔ جب آپ کی عمر شریف تین سو بیس تھی ۳۶۵ سال کی ہوئی تو آپ کی درخواست پر رب تبارک و تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر کے پھر آپ کو لوٹا دی۔ جنت و دوزخ کی زیارت کرائی۔ آپ ایک شرط پر جنت کے اندر گئے اور باہر آئے لیکن اپنی عین مبارک وہیں بھول آئے، اس طور سے پھر جنت میں تشریف لے گئے اور وہیں رہ گئے۔ قرآن مجید میں آپ کے بارے میں اسی ارشاد ہے: نوز فشاہ منکانا علیا [سورہ مریم، ۵۷] اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔ [۳]

حواشی

[۱] صدر الاقاہل مولانا سید تقی الدین مراد آبادی آیت کریمہ: واذا نزل فی الکعبۃ اذریس اللہ کان صدیقنا نبیا [سورہ مریم، ۵۷] اور کتاب میں ادریس کو

عراق یا ملک شام کے قریب واقع جوہی پہاڑ پر ٹھہری۔ [۶] حضرت نوح علیہ السلام دسویں محرم الحرام کو کشتی سے باہر آئے اور ہمالی نام کا ایک قریہ آباد فرمایا۔ اس کے بعد سترہ سال حیات رہے، جب عمر مبارک ایک ہزار سات سال کو پہنچی تو اس عالم فانی کو اوداع کہا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے تیرہ سو سال کی عمر پائی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ طوفان صرف ملک عرب میں تھا، عجم اس کی زد سے باہر تھا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ دنیا کے اکثر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل مبارک سے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو آدم ثانی کہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے چار صاحبزادے تھے ان میں حضرت سام، حام اور یافث مومن تھے، کنعان کا فرزند تھا۔ طوفان کے وقت بھی حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو ایمان کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کی اور کہا: سَسَاءَ نِي الْيَوْمِ الْحَبْلُ بَيْنِي وَبَيْنَ السَّمَاءِ مَا أَنزَلَ مِنْ سَمَاءٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالنَّجْمُ مَا أَنزَلَ مِنَ الْمَوْجِ فَكَفَّارًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ [سورہ ہود: ۳۳] بلاشبہ میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں، وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: آج اللہ کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے سچ میں مومن آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رو گیا۔

طوفان آب بھیل گیا، سارے بلند پہاڑوں سے بھی گذر گیا، اس نے کنعان کو بھی ڈبوایا۔ [۷]

سام بن نوح علیہ السلام کے بارے میں بعض مورخین لکھتے ہیں کہ نبی مرسل تھے۔ اکثر تفسیر نے کرام اور سارے اہل ایران آپ کی نسل سے ہیں۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔

پہلے بیٹے ارغفہ ہیں جن کی چوتھی پشت میں قحطان اور قحلیہ / فالغ آتے ہیں۔ میرانی قوم قحلیہ کی نسل سے ہے اور بیشتر عرب قحطان کی نسل سے۔ خود زبان

عربی عرب بن قحطان کی یادگار ہے۔ آپ کا نام قحطان اس لئے معروف تھا کہ آپ قحلیہ کے ایام میں بھی بیہ حد تھے اور لوگوں کو اپنی طاقت کے ذریعہ بھوک سے نجات دلاتے تھے۔ آپ کو قحطان، قحلو، طرد، ستانہ بھی کہتے تھے لیکن قحطان آپ کا خاص نام تھا۔ قحطان کی نسلیں بھی خوب بھلیں۔ ضمری، لہمی، ہشامی [یہ جاہل قبل کلمہ سے ہیں] قحطامی، اشعری، ازدرطائی انہیں کے خاندان کی شاخیں ہیں۔

سام کے دوسرے صاحبزادے عالم تھے۔ عالم کے دو بیٹے تھے: ۱۔ خراسان، ۲۔ سامان۔ خراسان کے بیٹے عراق تھے اور کرمان اور کرمان، سامان کی اولاد ہیں۔

سام کے تیسرے صاحبزادے اسود تھے۔ اسود کے بیٹے طوان تھے اور طوان کے بیٹے فارس۔

سام کے چوتھے بیٹے لوزد تھے۔ اور باہ، وازان، وازمن اور موعان، لوزد کے صاحبزادگان تھے۔

سام کے پانچویں بیٹے ارم تھے۔ قوم عاد و ثمود انہیں کی نسل سے تھیں۔

سام کے چھٹے بیٹے لہر تھے۔ شام و روم ان کے صاحبزادگان تھے۔

حام بن نوح کے بارے میں بھی بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نبی مرسل تھے۔ سارے سیاہ قام انہیں کی نسل سے ہیں۔ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام سوئے ہوئے تھے اور بے خیالی میں سزخورت کھل گیا تھا۔ حام وہاں سے گذرا تو بستا ہوا چلا گیا اور حضرت نوح کی سز پٹی نہ کی۔ حتیٰ تعالیٰ نے اسی گستاخی کی وجہ سے خثیمہ کی سلسلہ اس کی نسل سے ختم کر دیا اور ساری نسل کو سزخ سیاہ رنگ کر دیا۔ یافث گذرا، وہ بھی بستا ہوا چلا گیا۔ حضرت سام کا گذر ہوا تو انہوں نے فرما کر حضرت نوح کی سز پٹی کی۔ اسی حسن ادب کے صلے میں رب تعالیٰ نے آپ کی نسل میں خثیمہ کی سلسلہ رواں رکھا۔

حام بن نوح کے چھ بیٹے تھے: ۱۔ بذرنگ، ۲۔ کوس، ۳۔ بندر، ۴۔ ہرمز، ۵۔ قبط، ۶۔ جیش۔

یافث بن نوح بھی بعض مورخین کے بقول نبی مرسل تھے۔ آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے: ۱۔ جریر، ۲۔ ترک، ۳۔ علاب، ۴۔ روس، ۵۔ یلیک، ۶۔ مؤطلان [ترکستانی] آپ کی نسل سے ہیں۔ یا جوج اور ماجوج بھی آپ کی نسل سے ہی شمار ہوتے ہیں۔ ۶۔ عیین، ماجین، عیین کے بیٹے ہیں۔ ۷۔ کاری، بلخاری، سرطاسی، مستکری اور قارآپ ہی سے نسل کی شاخیں ہیں۔ ۸۔ مارز، نوسار، نرنگی اور بعض روای میں آپ کی نسل سے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے خاندان کی یہ جماعتیں عرب تک باہل شہر میں رہیں۔ ایک رات بھی جماعت کی زبانیں ایک دوسرے سے مختلف الگ الگ ہو گئیں۔ چنانچہ اب ان میں سے کوئی گروہ دوسرے کی زبان نہیں سمجھ پارہا تھا، اس لئے مجبور ہو کر ایک دوسرے سے جدا ہو کر ایک ایک خاص مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں ان کی نسلیں پروان چڑھیں اور وہ جگہ ان کے جد اعلیٰ کے نام سے منسوب ہو گئی۔ [۸]

حواشی

[۱] آپ سے تا آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول تھے [قرطبی] آپ کے زمانہ کی صحیح تعیین تو مشکل ہے، لیکن بعض اندازوں کے مطابق آپ کا زمانہ ۲۸۰۰ ق م تا ۲۸۵۰ ق م ہے [ماجدی] ۱۰ [ضیاء القرآن- ۳۲/۲]

[۲] حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لہک ہے۔ وہ خثیمہ، وہ اخثوخ علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ اخثوخ حضرت اورس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس یا پچاس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے [خرائین العرفان برکنز الامان- ص ۳۵۳]

قورات کی کتاب پیدائش میں آپ کا نسب نامہ یہ درج ہے: نوح بن لہک بن متولج بن حوک بن یارد بن مصل بن ایل بن قحطان بن اوس بن سبت بن آدم۔ اس طرح

بھی آپ حضرت آدم سے دسویں پشت میں ہیں۔ علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے بھی حضرت نوح کو دسویں پشت ہی میں شمار کیا ہے اور آپ کے آباء کے ناموں میں برائے نام فرق ہے۔ نوح بن لہک بن خثوخ بن اخثوخ و عورس بن یارد بن مصل بن ایل بن اوس بن قحطان بن یحییٰ بن آدم علیہم السلام۔ وہب کہتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام مومن تھے۔ [ضیاء القرآن- ۳۲/۵]

[۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کے بعد نبوت ہوئے اور نو سو پچاس سال اپنی قوم کو دعوت فرماتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس دنیا میں رہے۔ تو آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔ اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔ [تفسیر خازن۔ خزائن العرفان برکنز الامان ص ۳۵۹]

[۴] حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم الہی سال کے درخت بوئے۔ بیس سال میں یہ درخت تیار ہوئے۔ اس عمر میں مصلطاً کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ اس سے پہلے جو بچہ پیدا ہو چکے تھے، وہ بالغ ہو گئے اور انہوں نے بھی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے۔ جب سرداران قوم آپ کے پاس سے گذرتے تو ستر سے کہتے:

اے نوح کیا کرتے ہو؟ آپ فرماتے: ایسا مکان بناؤ ہوں جو بانی پر مصلط۔ یہ ان کروہیتے کیونکہ آپ کشتی بچل میں بناتے تھے، جہاں درود و رنگ پائی نہ تھا۔ یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی۔ اس کی لمبائی تین سوڑ، چوڑائی پچاس گز، اونچائی تیس گز تھی۔ [اس میں اور بھی اقوال ہیں] اس کشتی میں تین درے بنائے گئے تھے۔ نعلی طیفے میں وحوش اور درے اور ہوا تم اور درمیانی طیفے میں پدیاے و خیرہ اور طیفہ بالا میں خود حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اور حضرت آدم علیہ السلام کا جسد مبارک اور چوڑوں اور مردوں کے درمیان خاک تھا اور کھانے و خیرہ کا سامان تھا۔ پرنے بھی اوپر ہی کے طیفے میں تھے [تفسیر خازن، مدارک و خیرہ۔ خزائن العرفان برکنز الامان- ص ۳۶۱]

[۵] عتور کے بارے میں چند قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ عتور چتر کا تھا حضرت حوا

علیہ السلام کا جو آپ کو ترک میں پہنچا تھا اور وہ یا تو شام میں تھا یا ہندوستان میں [خرائن العرقان ص ۳۶۱]

تذکرہ الانبیاء میں ہے:

یہ جو کوہ میں تھا۔ صحیح بخاری سے عام طور پر اس میں آپ کی پہلی روٹی پکانی تھی، اسی سے طوفان کی ابتدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حتی اذا جاء امرنا و فار الشور [مورد: ۳۰] یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تو راہا۔

[۲] جو مومل یا شام کے حدود میں واقع ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں دسویں رجب کو بیٹھے اور دسویں مہرم کو کشتی کوہ جودی پر ٹھہری تو آپ نے اس کے شکر کا روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی روزے کا حکم فرمایا [خرائن العرقان ص ۳۶۲]

[۴] حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند نوح بن نوح سے آپ کی اولاد اعلیٰ و اعلیٰ جو ایمان نہ لائی تھی اور آپ کا بیٹا کنعان بن نوح نے ایمان نہ لیا تھا، اس طوفان میں ہلاک ہوئے۔ حضرت شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان منافق تھا اور آپ کے سامنے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا تھا۔ اگر وہ اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے نجات کی دعا نہ کرتے۔ [خرائن العرقان برکنہ الامیران ص ۳۶۱-۳۶۲]

تفسیر کبیر میں حضرت امام باقر اور حضرت امام حسن لہری قدس سرہما کا قول یہ ہے کہ کنعان، حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ کا بیٹا کسی اور شوہر سے تھا اور آپ کا بیٹا نہیں تھا۔ [تفسیر کبیر ص ۲۳۱]

[۸] حدیث پاک میں ہے: سیدنا محمد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات ہندکان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب فرماتا ہے۔ [شرح الترمذی علی المصابیح ص ۱۷۱/۱۷۲] وہی رسول ص ۳۰۹/۳۱۰

حضرت ہود علیہ السلام

بعض مورخین حضرت ہود علیہ السلام کا دوسرا نام عابر بتاتے ہیں اور بعض لوگ انہیں قوم عاد [۱] سے شمار کرتے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے: ہود بن عبد اللہ بن یزید بن حارث بن عابد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی جانب بھی بنا کر بھیجا۔ قوم عاد بہت دراز قد تھیں و شیم اور باقوت تھے اور بت پرستی کیا کرتے تھے۔ [۲] حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد کے درمیان پچاس سال دعوت تو حید کا کارہائیم انجام دیا اور انہیں خدا سے اللہ شریک کی طرف بلایا اور فرمایا: اے میری قوم! اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرو لیکن قوم عاد منکر ہوئی اور حضرت ہود علیہ السلام سے نفرت کا اظہار کیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بدو عا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کا سلسلہ متوقف فرمادیا۔ ان کی ساری کھیتیاں سوکھ گئیں اور وہ تباہ حال ہو گئے۔ مجبور ہو کر حضرت ہود علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے بارش کی دعا کے لئے سفارش کی۔ [۳] حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: تم سب مسلمان ہو جاؤ اور حرم شریف میں جا کر اللہ کی رضا کے لئے قربانی کرو تاکہ رب تبارک و تعالیٰ حرم خرم فرمائے تاکہ بارش بھیجے۔ قوم نے عرض کی کہ ہم خود سر زمین حرم میں جا کر قربانی کریں گے تاکہ بارش کا نزول ہو۔ قوم عاد نے اپنے تین نمائندے منتخب کئے۔ ۱- حمزہ ۲- فریدہ ۳- عیسیٰ۔ عیسیٰ نے قربانی کے بعد سات گدھ مانگے، خدا نے تعالیٰ نے اس کی دعا قبول

کی۔ فرید نے قربانی کر کے خدا سے گیبوں طلب کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پر گیبوں کی بارش ہوئی۔ قیل نے قربانی کر کے بارش طلب کی تو خدا نے تعالیٰ کے حکم سے تین قسم کے بادل نمودار ہوئے اور غیب سے آواز آئی کہ ان تینوں بادلوں میں سے جسے چاہو توں میں نے سرخ رنگ کا بادل پسند کیا۔ سرخ رنگ کا بادل تھیلے عا کی طرف گیا۔ پیلے ان کے چوپائے اٹھائے تھیں لے گیا اور زمین پر سے مارا۔ اس صورت حال سے قوم عاد خوف زدہ ہو کر غار میں جا چھپی اور اس کے سوراخ بند کر لئے۔ بادل نے ان عادیوں کو غار کے سوراخ سے باہر نکالا اور فضا میں لے جا کر زمین پر سے مارا۔ یہاں تک کہ قوم عاد کے کبھی افراد ہلاک ہو گئے اور گھوڑ کی بے برگ شاخوں کی مانند پڑے ہوئے گئے۔ قرآن حکیم میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَمَّا عَادُ فَهُنَّ كَانُوا يَرْتَفِعُونَ صُرُطًا عَالِيَةً ، سَخَّرْنَا عَلَيْهِمْ سُنْبُحَ لِيَالٍ وَتَسَابِيحَ آيَاتٍ مَشْحُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صُرُطَى كَمَا أَنْهَمُ أَنْصَابًا نَحْلًا نَخْلًا وَفِيهَا فَيْحًا تَرَى لَهُمْ مِنْ نَائِفَةٍ . [الحاقة: ۶-۸]

ترجمہ: اور عا، وہ وہ ہلاک کئے گئے تھا بت سخت گرجتی آندھی سے، وہ ان پر قوت سے لگادی سات راستیں اور آٹھ دن لگا تا تو ان لوگوں کو ان میں دیکھنے چھڑے ہوئے گویا وہ گھوڑ کی بے برگ شاخیں ہیں گرتی ہوئی۔ [سوز الامیران ص ۳۶۳]

قیل جب حرم کی زمین سے باہر آیا تو بادل نے اسے بھی اٹھا کر زمین پر پٹا دیا اور ہلاک کر دیا۔ البتہ جو جماعت حضرت ہود علیہ السلام کی گرویدہ اور اطاعت گزار تھی، وہ زندہ سلامت رہی۔ [۵] قوم عاد کا مشہور ظالم بادشاہ خدا کے بیٹے شدید نے حضرت ہود علیہ السلام کی اطاعت کی اور آپ پر ایمان لے آیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کی وفات یمن میں ہوئی اور حضرت ہود کے عا میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک خاصا مشہور ہے۔ [۶]

حواشی

[۱] قوم عاد عرب کی قدیم اقوام میں سے تھی، جن کی قوت و شوکت اور حکومت کے بڑے مہاندہ آئیرافسانے زبان زد عوام تھے۔ ان کا یہ نام ان کے ایک دادا کے نام پر پڑ گیا، جس کا شجرہ یہ بتایا جاتا ہے: عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم کی ایک معزز شاخ کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت ہود بن عبد اللہ بن رباح بن ابلکہ بن عاد بن نوح (قریش) ان کا سکن احفاد کا علاقہ تھا جو یمن کا ایک حصہ ہے اور ان کا پیر تخت حضرت ہود تھا۔ [تفسیر فیہما القرآن ص ۳۵/۳۶]

حضرت ہود علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھ سو سال بعد تشریف لائے اور چار سو چھ سو سال حیات رہے۔ [تذکرہ الانبیاء ص ۱۶۶]

طبقات ناصری میں ہے: ہود بن عبد اللہ بن رباح بن حارث بن عابد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ حضرت ہود علیہ السلام قوم کی تانی کے بعد مکہ مکرمہ میں آ گئے۔ ان کی عمر چار سو چھ سو سال ہوئی [طبقات ناصری اردو ص ۵۲-۵۳]

[۲] قوم عاد کے چھوٹے قد ساتھ ذرا ع (نوسے ۹ فٹ) اور بڑے قد ایک سو ذرا ع (ایک سو پچاس فٹ) تھے۔ ان کے تین بڑے بت تھے حمزہ ۲- فریدہ ۳- عیسیٰ، جن کی یہ پرکشش کیا کرتے تھے۔ [تذکرہ الانبیاء ص ۱۶۶-۱۶۷]

[۳] جب قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب تین سال تک بارش متوقف کردی اور نہایت شدید قحط نمودار ہوا اور ان کی عورتوں کو بچا کر ڈیا۔ جب یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اور اس کے حضور توبہ واستغفار کریں تو اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا اور ان کی زمینوں کو سرسبز و شاداب کر کے تازہ زندگی عطا فرمائے گا اور قوت و ولادہ سے گا جیسا کہ سورہ ہود کی آیت ۵۲ میں ارشاد ہے:

اور اے میری قوم! اپنے رب سے صفائی پناہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، وہ تم

پر زور کا پانی پیچھے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔ [خرائن العرفان۔ ص ۳۶۳] بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کثرت رزق اور حصول اولاد کے لئے استغفار کا بیشتر بڑھانا قرآنی عمل ہے۔

[۳] کہتے ہیں کہ یہ آدھی شوال کے اخیر میں بدھ سے لے کر دوسرے بدھ تک نہایت تیز سوری کے موسم میں چلتی رہی۔ [خرائن العرفان]

[۵] اس واقعے کو صاحب خرائن العرفان نے قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے کئی گوشے روشن ہوتے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

”مختصر واقعہ یہ ہے کہ قوم عاد اخصاف میں رہتی تھی جو عمان اور حضرموت کے درمیان علاقہ یمن میں ایک ریگستان ہے۔ اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے۔ اس میں بعض مقامات پر بت اٹنی باریک ہے کہ جو چیز وہاں پہنچے، اندر چھٹی چلی جاتی ہے۔ بڑے بڑے ہم جو سیاح بھی اس کو عبور کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ انہوں نے زمین کو نسیق سے بھر دیا تھا اور دنیا کی قوموں کو اپنی جفاکاریوں سے اپنے زور قوت کے زخم میں پامال کر ڈالا تھا۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ ان کے ایک بت کا نام صداء اور ایک کا اسمودہ ایک کا سیاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے انہیں توحید کا حکم دیا۔ شرک و بت پرستی اور ظلم و جفاکاری کی ممانعت کی۔ اس پر وہ لوگ منکر ہوئے۔ آپ کی تکذیب کرنے لگے اور کہنے لگے ہم سے زیادہ ذہور آؤ لوگوں ہے۔ چند آدمی ان میں سے حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے۔ وہ چھوڑے تھے اور اپنا ایمان چھپانے رہتے تھے۔ ان مؤمنین میں سے ایک شخص کا نام مرحد بن سعد بن حصیر تھا۔ وہ اپنا ایمان چھپی رکھتے تھے۔ جب قوم نے سرکشی کی اور اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی اور زمین میں فساد کیا اور تم کارہوں میں زیادتی کی اور بڑی مشبوط عمارتیں بنا لیں۔ معلوم ہوا تھا کہ انہیں گمان ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ ہی رہیں گے۔ جب ان کی نوبت یہاں تک پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے بارش رک دی۔ تین سال بارش نہ ہوئی۔ اب وہ بہت مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور اس زمانے میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی باایا مصیبت نازل ہوتی تھی تو لوگ

بیت اللہ الحرام میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اس کے دفع کے لئے دعا کرتے تھے وہی لئے ان لوگوں نے ایک وفد بیت اللہ کو روانہ کیا۔ اس وفد میں ثعلب بن عمرو اور قحط بن جزل اور مرحد بن سعد تھے۔ یہ وہی صاحب ہیں جو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور اپنا ایمان چھپی رکھتے تھے۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں شمالی کی سکونت تھی اور ان لوگوں کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ اس شخص کا نایاب قوم عاد میں تھا۔ اسی رشتے سے یہ وفد مکہ مکرمہ کے مضافات میں معاویہ بن بکر کے یہاں مقیم ہوا۔ اس نے ان لوگوں کا بہت احترام کیا، بہت عزت و مدارات کی۔ یہ لوگ وہاں شراب پیتے اور باعدیوں کا ناچ دیکھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے عیش و دنیا میں ایک مہینہ بسر کیا۔ معاویہ کو خیال آیا کہ یہ لوگ تو راحت میں پڑ گئے اور قوم کی مصیبت کو بھول گئے جو وہاں گرفتار ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان کو یہ خیال بھی تھا کہ اگر وہ ان لوگوں سے کچھ کہے تو شاید وہ خیال کریں کہ اب ان کو مینا پانی کراں گذرنے لگی ہے۔ اس لئے اس نے گانے والی باندی کو ایسے اشعار دیے جن میں قوم عاد کی حاجت کا تذکرہ تھا۔ جب باندی نے وہ نظم سنی تو ان لوگوں کو یاد آیا کہ ہم اس قوم کی مصیبت کی فریاد کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے گئے ہیں۔ اب انہیں خیال ہوا کہ مرحد شریف میں داخل ہو کر قوم کے لئے پانی برسنے کی دعا کریں۔ اس وقت مرحد بن سعد نے کہا کہ اللہ کی قسم تمہاری دعا سے پانی نہ برستے گا لیکن اگر تم اپنے نبی کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو تو بارش ہوگی اور اس وقت مرحد نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ ان لوگوں نے مرحد کو چھوڑ دیا اور خود مکہ مکرمہ جا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے تین ابر بھیجے۔ ایک سفید، ایک سرخ، ایک سیاہ۔ اور آسمان سے نما ہوئی کہ اسے قبل اپنے اور اپنی قوم کے لئے ان میں سے ایک ابر اختیار کرے۔ اس نے ابر سیاہ کو اختیار کیا اس خیال سے کہ اس سے بہت پانی برے گا۔ اسے چھوڑ دیا اور ابر سرخ کو طرف چلا اور وہ لوگ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مگر اس میں سے ایک ابر چلی۔ وہ اس شدت کی تھی کہ اونٹوں اور آریوں کو اڑا اڑا کر لے گئے۔ انہیں لے جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ گھروں میں داخل ہوئے اور اپنے دروازے بند کر لے مگر ہوا کی تیزی سے بچ نہ سکے۔ اس نے دروازے بھی اکھڑ دیئے اور ان لوگوں کو ہلاک بھی کر دیا اور

قدرت الہی سے سیاہ پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ حضرت ہود مؤمنین کو لے کر قوم سے جدا ہو گئے تھے، اس لئے وہ سلامت رہے۔ قوم کے ہلاک ہونے کے بعد ایمانداروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ شریف لائے اور آخر عمر شریف تک وہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ [خرائن العرفان۔ ص ۳۶۸-۳۶۹/۳۶۸-۳۶۹]

[۶] طبقات ناصری میں ہے: بعض کہتے ہیں کہ حضرت کی تربت حضرموت میں اور بعض کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہے۔ غلام رسول مراد کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

سچ یہی ہے کہ حضرت ہود کی قبر حضرموت میں ہے اور اس مقام کا نام بھی آجکل بھی ہود ہے۔ یہ مقام حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے مراکز سے قریب تھا۔ [طبقات ناصری اردو ص ۵۳، ۵۴]

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام کا لوہن عابر کے صاحبزادے تھے۔ [اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوم ثمود [۳] کی جانب نبی بنا کر بھیجا تھا۔ قوم ثمود بت پرستی کرتی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بت پرستی سے روکنے کی بہت کوشش فرمائی لیکن وہ نہیں مانے۔ ایک مرتبہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے خدا کے پرستیں کریں تو دعا فرمائیں کہ پہاڑ سے ایک اونٹنی برآمد ہو اور اسی وقت بچے بنے۔ [رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے دست مبارک پر یہ مجزہ ظاہر فرمایا اور فوراً پہاڑ سے اونٹنی نے نمودار ہو کر بچہ بنا] یہ مجزہ دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے۔ قوم ثمود کا ایک پانی کا چشمہ تھا جس سے سب سیراب ہوا کرتے تھے۔ اونٹنی ہر دن اس چشمے کا سارا پانی پی جاتی تھی۔ قوم ثمود لکھا ہو کر حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور معاملہ پیش کیا۔ معاملہ کامل یہ ٹھہرا کہ ایک دن اس چشمے کا پانی قوم ثمود پیئے گی اور ایک دن اونٹنی اور اس کا بچہ پانی پیئے گا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک یہ اونٹنی تمہارے درمیان رہے گی تم لوگ عذاب الہی سے محفوظ رہو گے۔

قبیلہ ثمود میں وعد نام کی ایک عورت تھی جس پر رباب نام کا ایک نوجوان عاشق تھا۔ وعد کے ورغلانے پر رباب نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اونٹنی کے بچے نے جب یہ ماجرا دیکھا تو ایک بیچ ماری اور پہاڑ میں رو پھنس جو گیا۔ حضرت صالح علیہ

پڑے وہاں لالہ و بنفشہ آگ آئے۔ [۳] حضرت ابراہیم جب اس آتش کدے سے باہر آئے تو آپ کے گرد ایک غلقت جمع ہو گئی۔ عمرو نے آپ کو حکم دیا کہ میری مملکت سے باہر چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ سارہ اور اپنے بیٹے حضرت لوط بن ہارون علیہما السلام کے ہمراہ مصر کو روانہ ہو گئے۔ بادشاہ مصر کو جب پتہ چلا تو اس نے حضرت سارہ کو طلب کیا [حضرت سارہ حسن و جمال میں سب مشہل تھیں] حضرت ابراہیم نے بادشاہ کو [تورہ کے انداز میں] بتایا کہ سارہ میری بہن ہے۔ بادشاہ مصر نے بدینے سے حضرت سارہ پر ہاتھ رکھنا چاہا تو اس کے اعضا خشک ہو گئے۔ بادشاہ نے اپنی بدینے سے توبہ کی اور حضرت سارہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم کے سپرد کر دیا بلکہ باہر نام کی اپنی ایک کنیز بھی حضرت سارہ کی نذر کر دی۔ حضرت سارہ نے وہ کنیز حضرت ابراہیم کے حوالے کر دی۔ حضرت ابراہیم نے انہیں قبول کرتے ہوئے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام آپ ہی کے یمن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر سے چل کر چاہ قبطہ کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔ [۳] آپ کے بیٹے حضرت لوط علیہ السلام مملکت کی جانب چلے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔ [۵] حضرت سارہ سے بھی ایک فرزند تولد ہوئے جن کا نام اسحاق علیہ السلام رکھا گیا۔ اب حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کے درمیان اختلافات رونما ہونے لگے۔ حضرت سارہ نے زیادتی سے کام لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قسم دی کہ وہ حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو تراشیں اور انہیں بے آب و گیاہ سرزمین میں چھوڑ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کے کان چھیدنے کا حکم دیا اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کو کدے بے آب و گیاہ چھیل سرزمین میں چھوڑ آئے۔ [۶] حضرت ہاجرہ حضرت اسمعیل کو لے کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑتی رہیں لیکن کوئی آدم ہر ڈانظر نہ آیا۔ شیر خوار حضرت اسمعیل نے اپنی مقدس اڑیاں زمین پر مار دی تو پانی کا چشمہ چھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجرہ لوٹ کر آئیں اور اس کے گرومٹی کی دیوار کھڑی کر دی جس سے کنوئیں کی شکل پیدا ہو گئی۔ بنو ہجرہم کا

ایک قبیلہ پھر تباہ ہوا اور آبا اور پانی کا چشمہ دیکھ کر یمن آباد ہو گیا۔ حضرت اسمعیل نے اسی قبیلے کی ایک خاتون سے شادی فرمائی۔ حضرت اسمعیل کے پاس بکر یاں خاصی تعداد میں ہو گئی تھیں۔ ایک دن حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے اجازت لی کہ جا کر حضرت اسمعیل کو دیکھا کریں۔ جب حضرت ابراہیم کہ معطر تشریف لائے تو حضرت ہاجرہ وفات پا چکی تھیں۔ حضرت اسمعیل شکار کو گئے ہوئے تھے۔ حضرت اسمعیل کی اہلیہ [۷] نے حضرت ابراہیم کی طرف توجہ نہیں کی۔ حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا: جب تمہارے شوہر آ جائیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی دہلیز بدل لیں۔ اتنا کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام جب شکار سے واپس آئے تو اہلیہ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت اسمعیل نے اس بیوی کو طلاق دیدی اور دوسری شادی فرمائی۔ اس کے بعد ایک عرصہ گزرا، حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے۔ حضرت اسمعیل کی دوسری اہلیہ نے خوش اخلاقی سے آپ کو بچھوایا اور آپ کی خدمت بجالائی۔ حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا: جب تمہارا شوہر واپس آئے تو ان سے کہنا کہ اس دہلیز کا خیال رکھیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت سارہ بھی وفات پا گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مستقل طور سے کہ معطر تشریف لے آئے اور یمنی اقامت اختیار کر لی۔ اب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کو رب تبارک و تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ خانہ کعبہ تعمیر فرمائیں۔ دونوں حضرات نے مل جل کر خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل فرمائی۔ [۸] پھر حکم ربی ہوا کہ اللہ کی راہ میں حضرت اسمعیل کو قربان کریں۔ حضرت ابراہیم حضرت اسمعیل کو لے کر کوہ منیٰ کے درمیان تشریف لے گئے تاکہ آپ کا منگھم کر کے کھم ربی بجالائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمعیل کے فدیہ میں جنت سے ایک ذریعہ بجا۔ مفسرین اور اہل تاریخ اس سلسلے میں اختلاف کرتے ہیں کہ کون کون تھا۔ بعض حضرت اسمعیل کو ذبح ٹھہراتے ہیں اور بعض حضرت اسحاق کو۔ [۹]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک جب ایک سو بیس سال ہوئی تو رب تبارک و تعالیٰ نے آپ کو دوسرا فرزند عطا کیا۔ جب آپ کی عمر تشریف ایک سو پچاس سال ہوئی تو ایک دن آپ نے ایک آدمی دیکھا جو ایک قبر کھود رہا تھا اور ایک بوڑھا آدمی اس قبر پر بیٹھ کر کوئی چیز کھا رہا تھا۔ وہ قلمہ بھی منہ میں رکھتا اور بھی کان میں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ شخص بڑھاپے کی وجہ سے خیا احماس ہو گیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس شخص کی عمر کتنی ہے۔ لوگوں نے عرض کی: ایک سو پچاس سال۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی: اگلی ایسی شخصیت اس سے زیادہ عمر نہ عطا کر۔ اسی وقت حضرت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔ آپ بیت المقدس میں مدفون ہیں۔

حواشی

- [۱] جیسا کہ سورہ مریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
وَذَكِّرْهُمْ لَعَلَّ يُعْتَبَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ
ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو، بے شک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ جب اپنے باپ سے بولا: اے میرے باپ! اے ملک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تو میرے پیچھے چلا آ، میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہیں، بے شک شیطان، رخن کا فرمان ہے۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رخن کا کوئی غلاب پیچھے لے تو شیطان کا رقیق ہو جائے [مریم: ۳۱-۳۵]
- [۲] عمرو بن لہی نے آپ کو قید کر دیا اور قریہ کوئی میں ایک عمارت بنائی اور ایک مینیند تک بکوشش تمام قسم کے لکڑیاں جمع کیں اور ایک ٹھکانہ آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے چل جاتے تھے اور ایک تخیق تیار کی اور آپ کو باندھ کر اس میں رکھ کر آگ میں پھینکا۔ اس وقت آپ کی زبان مبارک پر حبسی اللہ و نعم الوکیل جاری تھا۔ تبریکل امین نے آپ سے عرض کیا: کیا کچھ کام ہے؟ آپ نے فرمایا: تم سے

نہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا تو آپ نے رب سے سوال کیجئے۔ فرمایا: سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کافیت کرتا ہے۔ [خرائن العزراۃ ص ۱۰۰]

[۳] تذکرہ الانبیاء میں مرقوم ہے:
حضرت منہال بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں چالیس یا پچاس دن رہے۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ آگ میں رہنے کے دنوں میں جنتا میں خوش باور میں نے خوش پیش زندگی گذاری، وہ پھر دوبارہ پوری زندگی میں بسر نہ آسکی [تذکرہ الانبیاء ص ۱۸۳]

[۴] طبقات ۲ صریحہ کے مصنف لکھتے ہیں:
حضرت ابراہیم علیہ السلام ذہن سے نکلے اور شام چلے گئے۔ سرزمین فلسطین میں پہنچے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یمن بھیجے نازل کئے جن سے حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہو گئی۔ جو دس حمل [۱-۱۰] تک کرنا، ۲۰-۳۰ مسواک کرنا، ۳۰-۴۰ ناک میں پانی ڈالنا، ۴۰-۵۰ لبوں کے بال ترشوانا، ۵۰-۶۰ سر میں کھنٹی کرنا، ۶۰-۷۰ بھل کے بال موٹے کرنا، ۷۰-۸۰ زیر ناف بال صاف کرنا، ۸۰-۹۰ گرن کے بال ترشوانا، ۹۰-۱۰۰ استنجا کرنا، ۱۰۰-۱۱۰ ناخن ترشوانا، ہمارے دین میں سنت ہیں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فرض تھے۔ انہوں نے ستر سال کی عمر میں تیشے سے خودنقتہ کی۔ ایک روایت کے مطابق نقتہ اس وقت کی جب آپ کی عمر اسی سال کی تھی۔ مہمانوں کا اعزاز و اکرام ان پر فرض تھا۔ روزہ نماز اور حج بھی فرض تھے۔ آپ حبرون کے ایک کھیت میں جو آپ کی ملکیت تھا، دفن ہوئے [طبقات ۲ صریحہ اردو ص ۱۲۳]

اس کے حاشیے میں علامہ زمول مہر لکھتے ہیں:
حبرون، بروہم سے تقریباً پچاس میل جنوب میں فلسطین کا مشہور مقام ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرکز تھا۔ یہیں انہوں نے عمر کے پہلوں میں ذرہ والا تھا۔ یہیں ایک کھیت خرید کر آپ نے ایک غار میں حضرت سارہ کو دفن کیا تھا جسے تو رات میں 'مکلفیہ' کہا گیا۔ یہ کھیت مفرون تھی سے خرید گیا تھا۔ یہیں بعد میں خود حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق دفن ہوئے۔ حضرت موسیٰ مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تو حضرت

یعقوب اور حضرت یونس علیہ السلام کے تابوت کو ساتھ لائے تھے۔ یہ تابوت بھی اس غار میں رکھے گئے۔ اسلامی عہد میں اس غار پر بہت بڑی مسجد بن گئی لیکن اس میں کوئی جگہ نہیں مل سکتی۔ آج کل حرمون نام کا قلعہ زیادہ مشہور ہے۔ شہر سے تین میل پر ایک بہت بڑا اولاد ہے۔ خیال ہے کہ یہاں وہ بلوط ہے جس کے بیجے حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر سے تھے اور یہیں مرے کے بلوط تھے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ [ایضاً ص ۶۷-۶۸]

[۵] موت نکات سے مراد قوم عاد کی پانچ بیٹیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں: ۱- سدوم، ۲- عمورا، ۳- آدم، ۴- صومیم، ۵- صوغر۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر آگ اور گندھک کی بارش برساتی، زمین سے بدبودار بخارات نکلنے لگیں اور ان کو ڈھانپ لیا۔ پھر کبھی بخارات پانی میں تحلیل ہو کر ایک چھوٹے سے سمندر کی شکل میں جمع ہو گئے۔ اسی کو آج بحر میت (Dead Sea) کہتے ہیں۔ اسی کی تہ میں قوم عاد کی اپنی ہوئی بیٹیاں ہیں جن پر جس سال مسات سات اور آندھون آندھمی پلٹی رہی۔ [شیاء الغریبہ، ۳۳۹/۵۰]

حضرت علیہ السلام نے انہیں بیٹیوں کا رخ کیا۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران بن تارخ کے صاحبزادے ہیں۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۰۳]

زینبہ القاری میں ہے:

حضرت علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، ان کے ساتھ ہجرت کر کے مصر گئے پھر انہیں کے ساتھ شام واپس آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں یوں بادشاہ اختیار فرمائی اور حضرت لوط نے اردن میں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اہل سدوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ یہ بارہ بیٹیاں تھیں جن میں سب کو ہتکرت کیا جاتا ہے۔ یہ شام اور حجاز کے درمیان تھیں۔ [زینبہ القاری، ۱۰/۵۳۳]

[۶] زینبہ القاری میں اس واقعے کی تفصیل مذکور ہے:

حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیہ کر دیا۔ حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئیں۔ اس پر حضرت سارہ کو بغیر آئی تو انہوں نے قسم کھائی کہ ان کے تین مضمون کو کھا میں گی۔ اس سے بھرا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر چھوڑ کر باہر نکل گئیں اور

اپنے خلاق کے پھیلنے کو زمین تک لٹکا دیا تاکہ ان کے نشان قدم چھٹے جائیں۔ حضرت ابراہیم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے حضرت سارہ سے سفارش کی اور فرمایا: ان کے دونوں کانوں میں سوراخ کر دے اور ان کا عقد کر دے۔ چنانچہ حضرت سارہ نے اس پر عمل کیا پھر حکم الہی حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو لے کر مکہ معظمہ آئے [زینبہ القاری، ۱۰/۵۱۷]

[۷] ابن خلدون نے آپ کی اس اہلیہ کا نام ہاجرہ بنت سعد بن اسامہ بن اکیل ذکر کیا ہے جو خاندان قحطانی سے تعلق رکھتی تھیں۔ دوسری خوش اخلاق اہلیہ کا نام گرامی سیدہ بنت مفاض بن عمرو جرہمی تھا جو اہلیہ کی وجہ سے بلند اخلاق اور پاکیزہ خاتون تھیں۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ساری اولاد سیدہ بنت مفاض کے نطفہ اقدس سے ہی پیدا ہوئیں۔ [خاندان مصطفیٰ، ص ۶۱-۶۲]

بخاری شریف، کتاب الانبیاء میں یہ واقعہ من ورن مذکور ہے۔ یہ حدیث سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ اس کی شرح میں حضرت مفتی شریف ابن امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

پہلی بیوی کا نام کیا تھا، اس میں شدید اختلاف ہے، اسی طرح یہ کسی صاحبزادی تھیں اس میں بھی اختلاف ہے۔ سبیل نے کہا: ان کا نام ہاجرہ بنت سعد تھا۔ ابن اقلیہ سے روایت ہے کہ ان کا نام ہاجرہ بنت سعد بن اسامہ تھا۔ ابو جہم کی حدیث میں ہے کہ یہ صدائی کی بیٹی تھیں۔ اس میں نام مذکور نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم کے مطابق آپ نے پہلی زوجہ کو طلاق دے دی اور دوسری بیوی کی دوسری لڑکی جن کا نام شامہ بنت کلثوم تھا۔ بت ہشام تھا۔ ان کے بارے میں اور بھی روایتیں ہیں۔ انہیں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ [زینبہ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی محمد شریف ابن امجدی، ۱۰/۵۱۸]

[۸] بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ الہی میں عرض کی: للہم ان ابراہیم حرم مکہ وانی استرم ماہین

لا بدہ۔ اہلی نے شک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ معتقد کرم کر دیا اور میں دونوں سکستان مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے، اسے حرم بنا تا ہوں [مناوی رضوی، ۳/۵۰۰]

[۹] جنور کا مذہب یہ ہے کہ حضرت اسماعیل ذبح اللہ ہیں۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ ذبح کے بعد حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت دی گئی۔ وَتَسْمُوْنَ بِاسْمِ حَقِّ نَبِيِّنَا نَبِيَّ نَبِيِّنَا الصَّالِحِينَ [مُحَمَّدٌ ۱۳۰] اور ہم نے اسے خوش خبری دی اسحاق کی فریب کی خبریں بتانے والا۔ حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل سے چودہ سال چھوٹے ہیں۔ [خزانة العرفان ص ۳۳۳] حضرت اسماعیل اس واقعہ کے وقت نوخیز تھے۔ دوسری تائید حدیث رسول سے ہوتی ہے کہ فرمایا: ابن النبی حنین۔ میں دو ذبح کا بیٹا ہوں۔ ایک ذبح تو حضرت عبداللہ حضور کے والد ماجد ہیں کہ آپ کے والد حضرت عبدالطلب نے دحرم شریف کے کنوئیں کی تلاش کرتے ہوئے یہ منٹ مائی تھی کہ اگر میں نے وہ مقدس کنواں دریافت کر لیا تو ایک بیٹے کو خدا میں قربان کروں۔ کنواں دریافت ہوا اور قرعہ حضرت عبداللہ کے نام لکھا پھر اشارہ شبی پر آپ کے بدسلو سواقت قربان کئے۔ اور دوسرے ذبح حضرت اسماعیل ہیں کیونکہ حضور آپ ہی کی نسل میں آتے ہیں، حضرت اسحاق کی نسل میں نہیں۔ ۱۲ اسماں

حضرت پیر کرم شاہ ازہری نے دو وجہیں اور بیان فرمائی ہیں۔ آپ تم طراز ہیں: یہودی اس امر کی مدعی ہیں کہ یہ فرزند حضرت اسحاق تھے۔ چنانچہ کتاب بیہدائیں باب ۲۲ میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس باب میں کسی جگہ کسی مرتبہ یہ تصریح بھی ہے کہ جس بیٹے کو قربانی کے لئے آپ لے گئے تھے، وہ آپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ کیا یہودی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت اسحاق لکھو تے بیٹے تھے۔ بلکہ کتاب بیہدائیں باب ۲۱ میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ حضرت اسحاق سے پہلے حضرت ہاجرہ کے نطفہ میں سے آپ کا ایک فرزند لڈ ہوا تھا۔ [ملاحظہ ہو آیت تورات، ص ۸-۹].....

تیز جب اسحاق کی ولادت کا مژدہ سنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی ان کے بیٹے حضرت یعقوب کی بشارت دی جاتی ہے۔ فیشر نہما اسحق ومن وراء اسحاق یعقوب۔ [مورد: ۱۰] اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسحاق صاحب اولاد ہوں گے اور ان کے فرزند کا

نام یعقوب ہوگا۔ ذرا غور فرمائیے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدہ ملتا ہے کہ اسحاق اور اس کے بیٹے یعقوب ہوں گے اور دوسری طرف انہیں جو ان ہونے سے پہلے قربان کرنے کا حکم ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں یہ تضاد تصور نہیں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت اسحاق کو قربانی دینے کے لئے آپ اس وقت لے گئے جب حضرت یعقوب تولد ہو گئے۔ یہ جواب قطعاً قابل تسلیم نہیں، کیونکہ قرآن حکیم میں ہے: فلما بلغ معه السعی [اصفاکات ۱۰۳] اور جب وہ فرزند ماں بنا ہوا تو آپ کے ساتھ ڈر دھوپ کر سکتے، تو آپ [سیدنا ابراہیم] نے فرمایا: اے میرے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں]

اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ وہ ذبح جو آپ کے ذہب کے طور پر ذبح کیا گیا، اس کے سنگ خانہ کعبہ میں آدیاں تھے اور حضرت ابراہیم نے جس میدان میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش کی، وہ بھی کا میدان ہے اور یہ مکہ میں ہے۔ یہ تاریخی واقعہ عرب میں ساڑھے چار ہزار سال سے معروف و مشہور تھا اور تاریخ میں کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے پتہ چلے کہ حضرت اسحاق مکہ میں شریف لائے ہوں۔ مکہ میں آنے والے حضرت اسماعیل ہیں اور وہی ذبح ہیں۔ ولکن اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ [شیاء الغریبہ، ۱۲/۲۱۳-۲۱۴]

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام موصوفات میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی تھی۔ موصوفات کے دائرے میں سات بڑے شر آتے تھے۔ وہاں کے باشندے بت پرستی کرتے تھے اور شیطان نے انہیں لوطیت سکھادی تھی۔ سب کے سب کھڑکی اور بکاری میں جٹکا تھے اور غوروں کو چھوڑ رکھا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سنبھالی لیکن یہ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان خبیثانہ کو جٹکا سے عذاب کرنا چاہا تو حضرت جبرئیل امین کو دیگر چتر فرشتوں کے ساتھ خوبصورت نوجوان کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے درگاہ پر بھیجا۔ یہ فرشتے امر و نہی کی شکل میں جب حاضر ہوئے تو شیطان نے لوگوں میں افواہ پھیلائی کہ وہ لوط لوط تم لوگوں کو تو متع کرتے ہیں اور خود خوبصورت لوگوں کو اپنے گھر میں جمع کر رکھا ہے۔ اس افواہ کے پھیلنے ہی ایک خلقت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سامنے متع ہو گئی اور یہ لوگ ان فرشتوں کو مانگنے لگے جو خوبصورت لوگوں کی شکل میں موجود تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! یہ لوگ میرے مہمان ہیں، ان سے تعرض نہ کرو۔ میری بیچیاں ہیں، میں ان سے تمہاری شادی کروں گا، لیکن حضرت کی یہ پیشکش ان خبیثانہ نے قبول نہ کی۔ جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ حضرت لوط اپنی قوم کے درمیان سے نکل کر باہر چلے جائیں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت جبرئیل امین نے ان ساتوں شیروں کے دونوں کناروں کو اپنے پر میں سمیٹا اور فقط میں لے جا کر پلٹ دیا، اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش ہوئی اور حضرت لوط اور آپ کے چتر ہفتا کے سوا سب ہلاک ہو گئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام و حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام بنی جرہم کے درمیان قیام پذیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بارہ فرزند عطا فرمائے۔ آپ ان لوگوں کے سردار ہو گئے۔ عربوں میں آپ سب سے پہلے پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری سے سرفراز کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دینے کے آسمانی مہینے آپ کا دستور العمل تھے۔ حضرت اسماعیل کو شکار کا بہت شوق تھا۔ آپ نے چاہے مہم کو باضا پیغمبر کیا اور اسے صاحبزادے قید اور کو اپنا جانشین بنایا۔ جب آپ کی عمر مبارک ایک سو پینتیس سال ۱۳۳ کی ہوئی تو آپ وفات پا گئے اور محسن کعبہ میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد پیغمبری عطا ہوئی۔ آپ اخیر عمر میں تاجعنا ہو گئے تھے۔ آپ نے نعمات الہیہ ان [۱] کے ہمراہ شادی فرمائی اور کنعان کو اپنا وطن بنایا۔ آپ کی کنعانی المیہ کو ایک ساتھی جزواں بچوں کا حمل ظہیر امین وقت ولادت ایک صاحبزادے کو ولد ہوئے۔ بچہ کچھ دنوں کے بعد دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ پہلے صاحبزادے کا نام عیسیٰ اور دوسرے کا یعقوب علیہ السلام تھا۔ والد ماجد حضرت اسحاق کو حضرت عیسیٰ زیادہ محبوب تھے، اور والدہ حضرت یعقوب کو زیادہ بپا کرتی تھیں۔ جب یہ دونوں صاحبزادے بڑے ہو گئے تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے عیسیٰ سے فرمایا کہ چاہا اللہ کی راہ میں قربانی پیش کرو، میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کروں گا کہ تمہیں پیغمبری عطا ہو۔ حضرت عیسیٰ قربانی پیش کرنے کے بعد اس کی فوج میں رہے۔ اس زمانے میں

دستور تھا کہ جسے کوئی حاجت درپیش ہوتی، وہ بکری کی قربانی راہ خدا میں پیش کرتا، آسمان سے ایک آگ آتی اور اس قربانی کو نکل جاتی اور وہ دعا مقبول اور حاجت پوری ہو جاتی۔ جب حضرت عیسیٰ قربانی کے لئے گئے تو والدہ ماجدہ نے حضرت یعقوب کو قربانی کا حکم دیا۔ حضرت یعقوب قربانی کر کے والدہ ماجدہ کے پاس لائے۔ حضرت اسحاق نے خیال فرمایا کہ عیسیٰ ہیں۔ ان کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پیغمبری عطا فرمائے۔ اس قربانی کو آسمانی آگ نے نہیں کھلایا اور حضرت یعقوب چلے گئے۔ پھر حضرت عیسیٰ قربانی لے کر حاضر خدمت ہوئے تب حضرت اسحاق علیہ السلام کو حکوم ہوا کہ پہلے حاضر ہونے والے حضرت یعقوب تھے۔ آپ نے حضرت عیسیٰ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بے مثل قوت عطا فرمائے، طاقت میں تیرا کوئی ثانی نہ ہو۔ اس کے بعد آسمانی آگ نے قربانی قبول کر لی اور آگ سے نکل گئی۔ حضرت یعقوب اپنے بڑے بھائی حضرت عیسیٰ کے خوف سے رات کو ہی گھر سے نکل گئے اور اپنے ماموں لولیان کے پاس ملک روم جا پہنچے۔ ان کے ماموں نے اپنی صاحبزادی اولیا کی شادی آپ کے ہمراہ کر دی۔ حضرت یعقوب کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا سے بکریوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر مبارک جب ایک سو تیس سال ہوئی [۲] تو آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے وصال کے بعد حاضر ہوئے اور والد ماجد کے جانشین ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سرزمین کنعان میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال اور ریوڑ کی فراوانی عطا فرمائی تھی۔ آپ کے ماموں نے اپنی صاحبزادی لیا کی بہن راحیل بھی آپ کے عقد میں دیدی۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت راحیل ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بعد میں ایک اور صاحبزادے بنیامین حضرت راحیل سے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ہی راحیل کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد حضرت یعقوب کو پیغمبری عطا فرمائی اور ان کا نام اسرائیل تجویز فرمایا اور صحف ابراہیم میں عمر نام رکھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گم شدگی اور بھائیوں کی دغا بازی کا واقعہ پیش آیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام اتاروئے کہ کاہینا ہو گئے۔ قحط کے زمانے میں اپنے دیگر صاحبزادگان کو آپ نے مصر کی طرف روانہ فرمایا اور خود بھی مصر میں وفات پائی۔ حضرت یوسف کو ان کے بھائی کنعان لے گئے۔

حواشی

- [۱] مرآة الانساب میں آپ کی المیہ کا نام ربیعہ بنت جویل بن ناجور ذکر ہے۔
 - [۲] مرآة الانساب ص ۷۵
 - [۳] مرآة الانساب میں تحریر ہے:
- ۳۶۰۳ ہجرت میں عمر ایک سو تیس سال آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت یعقوب نے قدس علیہ السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دفن کیا [ص ۷۶]

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بارہ فرزند عطا فرمائے [۱] لیکن آپ ان سب میں حضرت یوسف کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ حضرت یوسف کی والدہ وفات پا چکی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بہن تھیں۔ انہوں نے حضرت یوسف کو ان کے والد ماجد سے مانگ لیا اور خود ان کی پرورش کی۔ جب ایک مدت گذر گئی تو حضرت یعقوب نے اپنی بہن سے حضرت یوسف کو لینا چاہا لیکن ان کی

بہن کی خواہش نہیں تھی کہ حضرت یوسف ان کے پاس سے کہیں اور جائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن کے پاس ایک قیمتی موتی تھا جو انہیں اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ نے وہ موتی حضرت یوسف علیہ السلام کے لباس کے اندر باندھ دیا اور انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ حضرت یوسف واپس آئے اور عرض کی کہ حضرت اسحاق والا موتی تم ہو گیا۔ انہوں نے حضرت یوسف کو ٹٹول کر دیکھا۔ ان کی شریعت کا حکم یہ تھا کہ اگر کسی سے کوئی چیز تم ہو جاتی ہے تو وہ شخص صاحب مال کا غلام ہو جاتا ہے۔ حضرت یعقوب کی بہن نے اس تدبیر سے حضرت یوسف کو اپنے پاس رکھا لیا اور وہ ان کی وفات تک وہیں رہے۔ اپنی پھوپھی کی وفات کے بعد حضرت یوسف پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ گیا رہ ستارے اور چاند اور سورج آپ کو بندھ کر رہے ہیں۔ [۳۶] یہ خواب انہوں نے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا: یہ خواب اپنے بھائیوں سے مت کہنا ورنہ وہ تجھے ہلاک کرنا چاہیں گے۔ لیکن اتفاق سے یہ خواب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہہ دیا۔ برادران یوسف حسد کی آگ میں مل رہے تھے اور والد ماجد سے درخواست کی کہ ہم لوگ یوسف کو اپنے ساتھ جنگل کی سیر کو لے جانا چاہتے ہیں۔ ان کے بے حد اصرار پر حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی۔ [۳۷] اور تاکید کر دی کہ یوسف کا خیال رکھنا، کہیں اسے بھیڑ یا نہ کھل جائے۔ حضرت یوسف کے بھائی انہیں لے کر جنگل کو چلے اور آپس میں ان کے قتل کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ ان کے بڑے بھائی یھودا نے حضرت یوسف کو قتل کرنے سے منع کیا اور یہ تدبیر پیش کی کہ راستے میں شداد بن عاد کا کتوں پر تار ہے، یوسف کے کپڑے اتار کر اسے توں میں ڈال دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ [۳۸] اور ایک پہاڑی بکرے کو مار کر اس کے خون میں حضرت یوسف کا لباس تریکا، پھر ایک بھیڑ یا

بکڑا اور اس کے منہ کو خون آلودہ کر کے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میرے بچے کو تو نے کیوں کھلایا۔ پھر میرے نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے کس کھلایا ہے۔ میرا ایک بھائی غائب ہو گیا ہے، میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ حضرت یعقوب نے قسم دیا کہ اس بھیڑے کو چھوڑ دیا جائے۔ [۳۹]

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی جب کنوئیں میں ڈال کر چلے گئے تو مصر کا ایک قافلہ اس مقام پر پہنچ کر ٹھہرا۔ لہذا نام [۴۰] کے ایک غلام نے ڈول اسی کنوئیں میں ڈالا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسی ڈول کی رسی پکڑ کر کنوئیں سے باہر آ گئے۔ وہ لوگ انہیں امیر کاروان کے پاس لے گئے۔ برادران یوسف بھی آگئے اور امیر کاروان سے کہنے لگے کہ یہ میرا بھائی ہے، پھر حضرت یوسف کو امیر کاروان کے ہاتھوں فروخت کر دیا [۴۱] اور شرط یہ لگائی کہ وہ اس غلام کو پانچ زنجیر رکھیں۔

انہوں نے حضرت یوسف کی گردن میں طوق ڈالا اور روانہ ہو گئے۔ جب حضرت یوسف قافلہ کے ہنر اور مصر کو چلے تو راستے میں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر اطمینی آپ نے خود کو ادھ سے گرا دیا۔ مالک کے دوسرے غلام آپ کو اٹھالے گئے اور ادھت پر بٹھا کر مصر کو روانہ ہوئے۔ حضرت یوسف کے صن و جمال کا غلط پورے مصر میں تھا۔ لوگ آپ کے دے زیا کی زیارت کو گھروں سے نکل آئے اور دل و جان سے تڑپا ہو گئے۔

عزیز مصر کی بیوی زینب نے آپ کو منک کی سات تھیلیوں کے عوض خریدا۔ [۴۲] شامدار لباس زیب تن کرائے اور آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر سو جان سے عاشق ہو گئی۔ اس عشق کا چرچا پورے مصر میں پھیل گیا۔ زینب نے مصر کے مالداروں کی بیویوں کو دعوت دی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک تھیلی اور چھری رکھ دی۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو سنانا کر ان کے سامنے لے آئی۔ حضرت کے جمال کو دیکھتے ہی وہ ہوش کھو بیٹھیں اور بیویوں کے ہنجانے اپنی انگلیاں تراش بیٹھیں۔

ایک مرتبہ پورا محل خالی تھا۔ زینب نے حضرت یوسف علیہ السلام کو لہجیا اور اپنی سمت آنے کی دعوت دی، حضرت نے نیکسرا نکال فرمایا اور اس کے سامنے سے

بھاگے۔ زینب آپ کے پیچھے بھاگیں اور حضرت کا دامن پکڑ کے اپنی سمت کھینچا، یہاں تک کہ اس کا کشاکش میں آپ کا دامن تار تار ہو گیا۔ بھاگتے ہوئے جب گھر کے دروازے تک پہنچے تو عزیز مصر دروازے پر موجود تھا۔ زینب فریادیں پڑی کہ دیکھو یہ تمہارا کتلیا غلام تمہارے اہل کے ساتھ دست دراز کی کر رہا تھا۔ [۴۳] پھر عزیز مصر کے حکم پر آپ کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ بادشاہ مصر اپنے دو اور غلاموں پر تھپناک ہوا۔ ایک بادشاہ کو شراب پیش کرتا تھا اور دوسرا باورچی تھا۔

ایک طویل مدت کے بعد رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت جبرئیل امین نے آپ کو خواب کی تعبیر تعلیم فرمائی۔ ان دو محتوب غلاموں میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ وہ انگور پھوڑ رہا ہے اور دوسرے باورچی نے خواب دیکھا کہ روٹی کا ایک طبق اس نے سر پر اٹھا رکھا ہے اور پرندے اس کو کھا رہے ہیں۔ ان دونوں نے اپنے خواب قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بتائے۔ حضرت نے ان کی تعبیر یہ بتائی کہ شراب پلانے والا غلام دوبارہ اپنے منصب پر بحال ہوگا اور باورچی کو سوسنی دی جائے گی اور پرندے اس کا گوشت کھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادشاہ نے دونوں کو قید خانے سے نکالا۔ حضرت یوسف نے شراب دار سے فرمایا: مجھے بھی یاد رکھنا۔ بادشاہ نے باورچی کو سوسنی دیدی اور شراب دار کو پھروسی ملازمت عطا کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد کو شراب دار کے دل سے سات سال تک بھلا لے رکھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے ایک شب خواب دیکھا اور اسے بھول گیا۔ دوسرے دن شراب دار نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر خواب کا واقعہ بادشاہ کو سنایا۔ جب کہ تعبیر خواب بتانے والوں نے بادشاہ سے اس کے خواب کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ خواب پریشاں ہے۔ اس کی کوئی واقعی تعبیر نہیں۔ شراب دار سے حضرت یوسف کا واقعہ سننے کے بعد بادشاہ نے ایک ہرکارہ بھیجا کہ حضرت یوسف کو قید خانے سے نکال لے۔ [۴۴] حضرت یوسف نے فرمایا کہ جب تک میں

اپنے اوپر لگائے گئے بے بنیاد الزامات سے براہت ظاہر نہ کروں، قید خانے سے قدم باہر نہیں نکالوں گا۔ لوگوں نے مصر اور دوسری جگہ کی غولوں کو زینب کے ساتھ بلا دیا۔ سب نے حضرت یوسف کی پاکدامنی اور بے گناہی کی گواہی دی۔ اب حضرت یوسف بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے آپ سے اپنا خواب بیان کیا کہ سات کزور گائے اور سات موٹی تازی گائے دیکھیں۔ موٹی گائیں مکروں کا یوں کو کھاری تھیں۔ چاند کی سات خشک اور سات تازہ ہالیاں دیکھیں جو پھڑ پھڑتیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ سات سال مصر میں غلے کی بہت فراوانی اور اڑھائی سال قحطی رہے گی اور سات سال قحطی رہے گا۔

انہی میں بادشاہ مصر نے معاملات سلطنت حضرت یوسف کے حوالے کئے۔ [۴۵] فراموشی کے سات سالوں میں گنہگاروں کو خوشی کے ساتھ جمع کرتے رہے۔ جب سات سال گذر گئے تو قحط نمودار ہوا۔ مصر کے لوگوں نے سامنے زرہ مال حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے کئے اور اس کے بدلے میں غلہ حاصل کیا، دوسرے سال ساری جاگد جاگد کے بدلے غلہ حاصل کیا، تیسرے سال سات سال سے مصر نے غلہ نکالی لکھ کر حضرت یوسف کے حوالے کر دیا۔ یہ قحط ساری دنیا میں تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے صاحبزادوں کو کچھ مال و متاع دے کر مصر بھیجا۔ یہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس مال کے بدلے غلہ عطا کریں۔ حضرت نے غلہ بھی عطا فرمایا اور ان کا مال بھی ان غلوں کے ہوتے کے درمیان چھپا کر واپس کر دیا۔ انہیں اعزاز و اکرام کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا کہ جب دوبارہ آئیں تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لیتے آئیں۔ یہ لوگ کنعان کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب غلہ اتار اور اس کے اندر اپنا مال دیکھا تو بہت متعجب ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت بنیامین کو ان بھائیوں کے ساتھ مصر بھیج دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس بٹھایا اور دوسرے بھائیوں کو علیحدہ نشیمن دیں۔ واپسی کے وقت غلہ ناپنے کا برتن حضرت

اس مصیبت سے نجات دی تو تجھ کو سو کوڑے ماروں گا۔ تو مجھے حکم دیتی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر زنج کروں اور انہیں بھی بھگا دیا اور تھارہ گئے۔ اس وقت یہ دعا فرمائی: رب انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمن۔

اے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سارے مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے [بخاری ۵۳۳/۵]

[۳] حضرت ایوب علیہ السلام سے رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ زمین میں پاؤں مارے۔ انہوں نے پاؤں مارا، ایک چشمہ ظاہر ہوا۔ حکم دیا گیا، اس سے غسل کیجئے۔ غسل کیا تو ظاہر بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں پھر آپ چالیس قدم چلے پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا پھر آپ نے پاؤں مارا۔ اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی نہایت سرد تھا۔ آپ نے حکم مانگا گیا۔ اس سے باطن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو اعلیٰ درجہ کی صحت حاصل ہوئی۔ اس کو سورہ ص میں فرمایا گیا: اِرْحَمْنَا بِرَحْمَتِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ۔ [ص ۱۳۲] ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مارے یہ ہے چشمہ چشمہ نہانے اور پینے کو۔

[۳] حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر مشرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمایا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اہلیہ حضرت کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے کثیر اولاد میں ہوئیں۔ [بخاری العرفان میں ۵۲۷-۵۲۸]

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام، مثنون بن مثنون بن مدین بن ابراہیم کے صاحبزادے تھے۔ [اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدین والوں میں نبی بنا کر بھیجا۔ آپ کی بیٹی جاتی رہی تھی۔ آپ کی قوم بھی سرکشی کرتی اور آپ تول میں خیانت کرتی تھی۔ حضرت شعیب انہیں بہت سمجھاتے لیکن وہ ایک نہ سنتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَدَّمُونَ يُغْفَبُونَ لَهُم مِّن ذُنُوبِهِمْ ذُرِّيَةً ذَاتَ نَجَاتٍ مِّن ذُنُوبِهِمْ أَذُوهُمُ الَّذِينَ يُبَيِّنُونَ لَهَا مَن ذُنُوبِهِمْ لِيَنصَحُوا لَهَا وَيَكْفُرُوا بِهَا وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلُوا لَإِنَّ لَهُم مِّنْ آلِهَةٍ لَّا يُخْفُونَ عَنهَا وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ [سورہ صافات: ۲۱-۲۲] اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم اللہ کو پوجو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور بناپ تول میں کی نہ کرو۔ [کنز الایمان فی ترجمہ القرآن]

قوم کی بد قسمی کا یہ عالم تھا کہ جو شخص بھی مدین آتا تو مدین [۲] والے راستوں پر بندھ جاتے اور اسے درغلائے کہ شعیب دیوانہ ہے اور کوشش یہ کرتے کہ کوئی شخص حضرت کے دین میں داخل نہ ہونے پائے۔ بالآخر مدین کے بڑے بڑے بوجھے ہوئے اور حضرت سے کہا: اے شعیب! ہم تجھے شہر سے باہر نکال دیں گے ورنہ تو ہمیں ہمارے دین میں واپس لوٹا دے۔ حضرت شعیب نے فرمایا: میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب انبیاء کہتے ہیں۔ جب قوم کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

فَأَنزَلْنَا لَهُمُ الْعَذَابَ يَوْمَ الظُّلَّةِ [اشعراء: ۱۸۹] تو انہیں شامیانے والے

دن کے عذاب نے آ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط کر دی۔ ساری مخلوق شہر سے باہر نکل گئی۔ بادل ان کے سروں پر آتا۔ گرمی کی وجہ سے ان کی زبانیں باہر نکل پڑتیں اور ان کے سروں پر آگ کی بارش ہوتی۔ حضرت جبرئیل نے ان پر تیرہ بیچ ماری جس کی دہشت سے یکبارگی سب کے سب مر گئے۔ [۳] جب یہ سب ہلاک ہو گئے تو حضرت شعیب اور آپ کے مؤمن رفقاء شہر کے اندر داخل ہوئے۔ مؤمنین کی تسلیں خوب چلیں چھوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کبریاں کے یوز خوب عطا فرمائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک حیات رہے۔ ان حضرات کا قصہ خاصا مشہور ہے۔

حواشی

[۱] حضرت کے نسب کے بارے میں اختلاف ہے۔ طبقات نامہ صری اردو کے مطابق میں ہے:

قوات میں شعیب علیہ السلام کا نسب یہ دیا ہے: شعیب بن مثنون بن مثنون بن ثابت بن مدین بن ابراہیم۔ مسعودی نے لکھا ہے: شعیب بن قوت بن ریحان بن مرز بن مثنون بن مدین بن ابراہیم۔ ابن اسحاق نے لکھا: شعیب بن میکائیل جو مدین کی اولاد میں سے تھے [طبقات نامہ صری اردو میں ۶۷]

[۲] مدین ایک شہر کا نام تھا جو بحر احمر کے کنارے کوہ طور کے جنوب مشرق کی طرف آباد تھا جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم رہائش پذیر تھی۔ اصل میں مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا نام تھا جو آپ کی اہلیہ حضرت قیلور کے لاپٹن سے تھے اور یہ قوم ان کی نسل سے تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی پستی کا نام اپنے جد امجد کے نام پر رکھا تھا۔ یہ قوم تجارت پیشہ تھی اور ان کی بستیاں وہاں تھیں جہاں جزیرہ نماے عرب کی دو

مشہور شاہراہیں [یعنی یمن سے شام اور عراق سے مصر جانے والی شاہراہیں] آ کر ملتی تھیں۔ اس لیے ان کی شہرت ایک مشہور تجارتی میڈی کی تھی، جہاں آنے جانے والے تجارتی قافلے اپنا سامان بیچنے بھی تھے اور اپنی ضروریات کی چیزیں خرید بھی تھے۔ اس لیے اہل مدین معاشی لحاظ سے بڑے خوش حال تھے یمن کی جانب اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جو عیش فرمایا جو اپنے حسن استدلال اور فصاحت و بلاغت کا کام کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہے جاتے تھے۔ [نبیاء القرآن ۵۵/۴]

[۳] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر جہنم کا دروازہ کھولا اور ان پر دوزخ کی شدید گرمی بھیجی جس سے سانس بند ہو گئے۔ اب نہ انہیں سایہ کام دیا تھا، نہ پانی۔ اس حالت میں وہ تھم خانے میں داخل ہوئے تاکہ وہاں انہیں کچھ امن ملے لیکن وہاں باہر سے زیادہ گرمی تھی۔ وہاں سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس میں نہایت سرد اور خوشگوار ہوا تھی۔ اس کے سامنے میں آئے اور ایک نے دوسرے کو پکار پکار کر منع کر لیا۔ مرد عورتیں بچے سب بچتے ہو گئے تو وہ حکم الہی آگ بن کر بھڑک اٹھا اور وہ اس میں اس طرح مل گئے جیسے بھاز میں کوئی چیز جھن جاتی ہے۔

قناد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اصحاب ایک کی طرف بھی مبعوث فرمایا تھا اور اہل مدین کی طرف بھی۔ اصحاب ایک تو ابر سے ہلاک کئے گئے اور اہل مدین زلزلہ میں گرفتار ہوئے اور ایک ہولناک آواز سے ہلاک ہو گیا [بخاری العرفان میں ۲۶۱]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کبھی دو آدمی ایک ہی عذاب میں جتا آئیں کی گئے پھر حضرت شعیب و صالح علیہما السلام کی امتوں کے لیکن قوم صالح کو ان کے نیچے سے ہولناک آواز نے ہلاک کیا اور قوم شعیب کو ابر سے [یعنی ص ۳۷۲]

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام، عمران کے صاحبزادے تھے۔ [۱] فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بنی اسرائیل کے درمیان سے ایک آگ آئی اور اس نے فرعون کو جلادیا۔ فرعون [۲] نے حکم دیا کہ جو بچہ بھی اس سال پیدا ہو، اسے مار ڈالا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حمل سے ہوئیں۔ [۳] جب حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو صندوق میں بند کر کے دریائے نیل کے حوالے کیا۔ پانی کی موجیں اس صندوق کو فرعون کے گل کے نیچے لے آئیں۔ فرعون اور اس کی اہلیہ آپ کے دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس صندوق کو چکر کے باہر نکالو۔ جب حضرت موسیٰ کو اس صندوق سے باہر نکالا گیا تو فرعون نے آپ کو گل کر دینے کا حکم دیا۔ لیکن اس کی اہلیہ آپ نے حضرت موسیٰ کو چھرا کر گولے لیا اور حضرت موسیٰ کی پرورش کی۔ ایک دن فرعون حضرت موسیٰ کو گولے دے کر تھا کہ حضرت موسیٰ نے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ فرعون غضب ناک ہو گیا۔ اس کی اہلیہ نے کہا: یہ بچہ ناصح ہے۔ اس کے پاس شعور ہے نہیں، اس لئے اس پر غضب ناک نہ ہو۔ حضرت موسیٰ کی آزمائش کے لئے ایک طباق میں کھجور اور ایک طباق میں آگ رکھ کر حضرت موسیٰ کے پاس لے گئے۔ حضرت موسیٰ نے کھجور اٹھائی چاہی لیکن حضرت جبرئیل امین نے آپ کا ہاتھ آگ سے قریب کر دیا۔ آپ نے تھوڑی سی آگ اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ یہ ماجرا دیکھ کر فرعون نے حضرت موسیٰ کو اپنی فرزندگی میں لے لیا۔ حضرت موسیٰ جب بڑے ہوئے تو ایک یہودی کی ایک قبیلے کے

ہاں لڑائی ہو گئی۔ حضرت موسیٰ نے یہودی کی حمایت کرتے ہوئے قبیلے کو ایک گھونٹہ دیا گیا جس سے قبیلے مر گیا۔ حضرت موسیٰ چلے گئے، کسی اور کو اس واسطے کی اطلاع نہ ہوئی، اسی طرح ایک دوسرا یہودی ایک مصری کے ساتھ لڑائی کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ وہاں پہنچ گئے اور اس یہودی کو بچھایا۔ مصری نے کہا: آپ نے کل ایک شخص کو مار ڈالا، آج مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں؟ حضرت موسیٰ یہ سن کر کچھ خوف زدہ ہو گئے۔ [۴] کہ گلتا ہے اس قبیلے کی [۵] پھر آپ مصر سے نکل کر مدین جا پہنچے۔ وہاں ایک کنوئیں پر گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں کنوئیں پر جا رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے کنوئیں سے پانی بنا کر ان صاحبزادوں کی کنوئیں کو پلایا۔ دونوں صاحبزادیاں اپنے والد ماجد حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس گئیں اور حضرت موسیٰ کا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت شعیب نے ایک صاحبزادی کو بچھیا کہ موسیٰ کو پلایا لائیں۔ وہ حضرت موسیٰ کو حضرت شعیب کے پاس لے گئیں۔ حضرت شعیب نے اپنی صاحبزادی حضرت موسیٰ سے مشورہ کر دی۔ حضرت موسیٰ عرصہ دراز تک حضرت شعیب کی کنوئیں کی رکھوالی کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ حضرت شعیب نے اپنی بیٹی حضرت موسیٰ سے بیاد دی۔ آپ نے اپنے پاس سے شہ کر باریاں ہو گئیں تب آپ نے حضرت شعیب سے مصر جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا وہ عصا جو ان کا وارث بنا تھا حضرت موسیٰ کو عطا فرمایا۔ حضرت موسیٰ اپنی اہلیہ اور کنوئیں کے ریز کے ساتھ مصر واپس ہوئے۔ راستے میں ایک رات بھیرے نے حضرت موسیٰ کے ریز پر حملہ کر دیا اور آپ کی اہلیہ کو روزہ شروع ہو گیا۔ آپ نے چنچاق سے ریزے کو بھیرا ریزا لکین آگ نہ چلی۔ ناگاہ دور سے ایک آگ کی جھلک نظر آئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میں آگ لانے کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ ان سب کو چھوڑ کر گورہ طور پر تشریف لے گئے۔ ایک درخت پر آگ ملاحظہ کی، شیب سے ندا آئی کہ میں تمہارا مقدس خدا ہوں۔ اپنی جوتیاں اتار دو۔ حضرت موسیٰ نے اپنی اٹلیں اتار لیں۔ آواز آئی: تمہارا سے ساتھ میں کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: میرا عصا ہے۔

عنوان: خدیجہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا
صفحہ: ۲۰۴

قرآن حکیم میں: لَمَّا يَسْتَبِيحُ تَأْتُوا مَوْسَىٰ، قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَّخَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَنِ غَضَبٍ فَتَجِدُنِي رَاغِبًا فِيهَا مَارَاتٍ أُخْرَىٰ [طہ: ۱۷-۱۸]

یہاں علی غیبی ہے وہ اپنے ہاتھ میں کیا ہے اسے موسیٰ عرض کی: یہ میرا عصا ہے۔ اور اس کی اہلیہ اور اس سے اپنی کنوئیں پر بیٹھ بھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اس پر تکیہ رکھا [کنز الایمان]

میں اور کام میں: عصا کو نیچے ڈال دے۔ حضرت نے ڈال دیا تو فوراً اڑھا بن گیا۔ خداوند زود ہو گئے، آواز آئی: اسے اٹھا لے، حضرت نے اسے ہاتھوں حضرت موسیٰ بھی عصا تھا۔

میں لے لیا، پھر اسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیٹھیری عطا کی اور فرعون کی جانب اللہ تعالیٰ نے روانہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں دعوت و تبلیغ کیا۔

عرض کی: بَٰتِ الشَّرْحِ لِيْنَ صِنْدُوقِي، وَيَسْرُئِلُ أَمْرِي، وَاسْتَلِ غَفْطَةَ مَنْ قَالُوا قَوْلِي، وَاسْتَعْلَلِي وَزَيَّرَا مِنْ أَهْلِي، هَذَا وَنَ أُحْيِي، اسْتَدْبُرَ لُنْسَانِي، يَتَقَدَّمُ أَمْرِي [طہ: ۲۵-۳۲]

آزادی، وائش، آبرے رب امیر سے لے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام اس کی زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے لئے آسان کرادے۔ میں سے ایک وزیر کو دے، وہ کوں میرا بھائی ہارون۔ اس سے میری میرے گھر واپس میرے کام میں شریک کر۔ [کنز الایمان]

کر مضبوط کیا آئی: اپنا اپنا ہاتھ بٹھل میں ڈالو، جب حضرت نے اپنا دست مبارک پھر چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ [۳] آپ آگے بڑھے، مصر پہنچے اور بنیل سے نکلا ہاتھ لے کر فرعون کے دربار میں گئے۔ اطلاع گرائی پھر دربار میں جا کر حضرت ہارون لے بھجایا۔ اخیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آسمان وزمین کے فرعون کو پریشان

عنوان: خدیجہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا
صفحہ: ۲۰۶

باللہ خدا نے تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ فرعون نے مجھ کو طلب کیا، حضرت موسیٰ نے عصا ڈال دی۔ فوراً اڑھا بن گیا۔ فرعون تخت سے اتر کر بھاگا۔ [۵] پھر اپنے خواروں سے کہا کہ یہ موسیٰ کا جادو تھا، فرعون نے بھی اپنے ملک کے سارے جادوگر بلائے اور جادوگری کے کماٹے کا مقابلہ رکھا۔ عید کا دن تھا۔ سب لوگ میدان میں جمع ہوئے۔ حضرت موسیٰ نے عصا زمین پر ڈالا، فوراً اڑھا بن گیا اور جادوگروں کے سارے طلسماتی سحر کو کھل گیا۔ فرعون تو اپنی سرکشی اور تکبر سے باز نہ آیا لیکن جادوگر حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے ایمان لانے والے ان جادوگروں کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئی ہجرات رہنا ہوئے۔ سب سے پہلے غلہ میں بہت تنگی پیدا ہو گئی۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضرت نے دعا فرمائی، قحط دور ہوا اور حالات حسب سابق ہو گئے۔ پھر ان کے سارے پانی خون بن گئے۔ دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے دعا فرمائی، حالات معمول پر آ گئے۔ اللہ رب العزت نے ان پر قحط، مٹی، مینڈک، جوں مسلط کر دیں۔ یہ لوگ بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے دعا فرمائی اور یہ بلائیں ان سے دور ہوئیں۔ [۶] لیکن یہ ایمان نہ لائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جائیں۔ یہ حضرات شب عاشورہ کو مصر سے نکلے، حضرت یوسف علیہ السلام کا جاہلوت ان کے ساتھ تھا۔ یہ سب دریائے نیل کے پانی کو مہور کر گئے۔ فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے اپنا لشکر ان کے قبا میں روانہ کیا۔ حضرت موسیٰ اور ان کے رفقا کو دریائے نیل عبور کئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا، اور دریائے نیل کے راستے کا پانی ابھی باہم نہیں ملا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکر بھی پانی میں کود پڑے، پھر پانی مل گیا اور سب کے سب فرعون اور فرعون ذوب ہو گئے۔ دوسرے دن دریائے فرعونوں کے سارے احوال و اسباب کنارے پر ڈال دیئے۔ [۷] اس کے بعد حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو اپنا نائب بنایا اور خود

سزا دینی اسرائیلیوں کے ساتھ کہ طور پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ہم کاری کا شرف عطا فرمایا اور نہ ہر جہتی تفتیشوں پر آپ کو تورات کا مقدس آسمانی سینہ عطا فرمایا۔ رب سے ہم کاری اور مناجات کے لئے جب حضرت موسیٰ کو طور پر تشریف لے گئے تو اصرار بعض بنی اسرائیل نے سامری کے گنہگاروں کی پریشانی شروع کر دی۔ جب حضرت موسیٰ طور سے واپس لوٹے تو یہ منظر دیکھ کر جلال میں آگئے اور حضرت ہارون کی ریش مبارک پکڑ کر اچھے کرادیا اور سخت غضب ناک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم فرمایا کہ گنہگاروں کو چھوڑ دیا جائے اور جن لوگوں نے گنہگاروں کی پوجا کی ہے، وہ آئیں میں ایک دوسرے کو قتل کریں۔ [۸] اس کے بعد خدا نے تعالیٰ نے ان لوگوں کو جتنا عذاب کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بیت المقدس کی سرزمین پر تشریف لے گئے۔ یام بن باہورا کی بددعا کی وجہ سے جہاروں کا گروہ بیاناً ہیہ میں بھٹکا رہا۔ اس جگہ سے قرعہ میں حضرت موسیٰ تشریف لے گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ افراد کو بھیجا تا کہ قوم کی نر لائیں۔ اتفاق سے عروج بن صخر ان لوگوں تک پہنچے اور سب کو گرفتار کر لیا اور اس جگہ سے شہر میں لے گئے، اس کے بعد انہیں چھوڑ کر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا سزا بیان کیا۔ اور کہا ہم ان لوگوں کے پاس جنگ کرنے میں جا نہیں گئے۔ حضرت موسیٰ تمہارا تشریف لے گئے اور اس پہاڑ تک جا پہنچے جہاں عروج نے حضرت موسیٰ کے تینوں گروہ کو مارا تھا۔ حضرت موسیٰ نے عروج کے تختے پر عصا مارا جس کی شرب سے عروج گر کر مر گیا۔ حضرت موسیٰ، ہارون اور عروج علیہم السلام اس بیاناً ہیہ میں نہیں ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر بردن من و سلوٹی اتارنا۔ ایک دن حضرت ہارون علیہ السلام ایک پہاڑ کے دامن میں بیٹھے۔ ایک تخت دیکھا، اسی تخت پر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حضرت ہارون کی رحلت کی اطلاع دی، تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ آپ نے حضرت ہارون کو مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ نے رب تبارک و تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے حضرت ہارون کو حیات بخشی اور انہوں نے خود اپنا

رحلت کی روداد بیان فرمائی، پھر اسی تخت پر جاسوے اور وفات پا گئے۔ حضرت ہارون کے بعد حضرت موسیٰ نے بھی اسی بیاناً ہیہ میں وفات پائی۔ [۹] حضرت موسیٰ نے اپنے نواسے حضرت یوشع کو اپنا جانشین بنایا اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کیا۔

حواشی

[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نسب میں اختلاف ہے۔ مثلاً مسعودی لکھتے ہیں: موسیٰ بن عمران بن قاہت بن لاوی بن یعقوب۔ صاحب مجمل لکھتے ہیں: موسیٰ بن عمران بن یسیر بن قاہت بن لاوی بن یعقوب۔ طبری لکھتے ہیں: موسیٰ بن عمران بن یسیر بن قاہت بن لاوی بن یعقوب [طبقات ص ۷۷، ح ۷۷، ح ۷۷]

طبقات ص ۷۷ میں ہے: حضرت موسیٰ کا نسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن یسیر بن لاوی بن یعقوب۔ ہارون بن عمران حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام انیہ تھا اور وہ بھی لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے تھی۔ تورات کی روایت کے مطابق ان کی والدہ کا نام یوڈیا یوکت تھا۔ حضرت موسیٰ کی بہن ہیرا کا نام مریم تھا اور مریم، کالون بن یوڈیا بن یوڈا بن یعقوب کے کچھ میں تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک کا نام حنفورا تھا جو شیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں [طبقات ص ۷۷، ح ۷۷]

[۲] قوم قہن و عیالیک سے جو مصر کے بادشاہ ہوا، اس کو فرعون کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کو فرعون کا نام ولید بن مہعب بن ربان ہے۔ یہاں ہی کا ذکر ہے۔ اس کی عمر چار سو برس سے زیادہ ہوئی [مجلد دوم، تفسیر خزائن العرفان، مرکز ایمان ص ۱۳]

[۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام یوڈیا بن لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں۔ انہوں نے خاموشی کے ساتھ حضرت موسیٰ کو تین روز دودھ پلایا۔ اس امر سے میں نہ آپ روئے تھے، نہ ان کی گود میں حرکت کرتے تھے، نہ آپ کی بہن مریم کے سوا کسی کو

آپ کی ولادت کا علم تھا۔ جب فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو آپ کو ایک مخصوص صندوق میں رکھ کر رات کے وقت دریائے نیل میں بہا دیا [خزائن العرفان ص ۱۱۶-۱۱۷]

[۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ان کی نبوت کی نوشتہاں عطا فرمائیں (بنی اسرائیل ص ۱۰۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا وہ نوشتہاں یہ ہیں: ۱- عصا ۲- پیریشا ۳- وہ عقده جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو صل فرمایا ۴- دریا کا پھٹنا اور اس میں راستے بننا ۵- طوفان ۶- لڑائی، ۷- گھن ۸- مینڈک ۹- خون [خزائن العرفان ص ۳۶۸]

[۵] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصا ڈالتا تو وہ ایک بڑا ڈوہان بن گیا، زر رنگ، منہ کھولے ہوئے، زمین سے ایک نیلا اونچا میٹھی مہر پر کھرا ہوا، اور ایک جیز اس نے زمین پر رکھا اور ایک تفر شاہی کی دیوار پر پھرا۔ پھر اس نے فرعون کی طرف رخ کیا تو فرعون اسے تخت سے کود کر بھاگا اور ازاد سے اس کی رخ نکل گئی اور لوگوں کی طرف رخ کیا تو ایسی بھاگ پڑی کہ ہزاروں آدمی آپس میں نکل کر گئے۔ فرعون گھر میں جا کر بیٹھے گا: اے موسیٰ! تمہیں اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا، اس کو چھڑو۔ میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اٹھا لیا تو وہ شل سابق عصا تھا۔ [خزائن العرفان ص ۲۶۳]

[۶] اس کا تذکرہ اللہ رب العزت نے سورہ الاعراف کی آیت ۱۳۲-۱۳۶ میں فرمایا ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، ترجمہ: اور یوں ہے تم کسی بھی نطانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جاو کرو، ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور مینڈکی اور مینڈک اور خون، جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ پھر تم تھی۔ اور جب ان پر عذاب پڑتا ہے، کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو، اس جہد کے سبب جو تمہارے پاس ہے۔ بے شک اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر

جب ہم ان سے عذاب اٹھا لیتے ایک مدت کے لیے جس تک انہیں پہنچتا ہے، جمعی وہ پھر ہاتھ توڑتے ان سے بدل لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا۔ اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے بے خبر تھے [کنز الایمان ص ۳۶۷-۳۶۸]

اس کی تفسیر میں صدر الاقائل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

جب جاوہ گروں کے ایمان لانے کے بعد بھی فرعون نے اپنے تکبر و سرکشی پر رہے تو ان پر آیات الہیہ جیسے وارد ہونے لگیں، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی کہ یا رب! فرعونوں زمین میں بہت سرکشی ہو گیا اور اس کی قوم نے مجھے غفلت کی۔ انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جو ان کے لیے سزا ہو اور میری قوم اور بعد ازاں کے لیے ہجرت، تو اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا۔ ابر آیا، اندھیرا ہوا، کثرت سے بارش ہونے لگی۔ قبیلوں کے گروں میں پائی بھر گیا، یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رو گئے اور پانی ان کی گردنوں کی پٹلیوں تک آ گیا۔ ان میں سے جو بیٹھا، ڈوب گیا۔ نہل سکتے تھے، نہ کچھ کام کر سکتے تھے۔ سچے سے سچے تکسماں روز تک اسی مصیبت میں مبتلا رہے اور جاوہ گروں کے کہ بنی اسرائیل کے گروں کے کھروں سے متصل تھے، ان کے گروں میں پانی نہ آیا۔ جب یہ لوگ عاجز ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: ہمارے لیے دعا فرمائیے کہ یہ مصیبت دُفع ہو تو ہم آپ پر ایمان لائیں اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ طوفان کی مصیبت رفع ہوئی، زمین میں وہ سرسبز و مٹا دینی آئی جو پہلے زرخیزی تھی۔ کھیتیں خوب ہوئیں، درخت خوب پھلے تو فرعون نے پانی تو توت تھا، اور ایمان نہ لائے۔ ایک مہینہ تو عافیت سے گزر رہا پھر اللہ تعالیٰ نے مٹی کی بجلی۔ وہ کھیتیاں اور پھل، درختوں کے پتے، درکاتوں کے دروازے پھینچے، تختے سامان جن کی کلوہے کھیلیں تک کھا گئیں اور قبیلوں کے گروں میں بھر گئیں اور بنی اسرائیل کے یہاں نہ لگیں۔ اب قبیلوں نے پریشان ہو کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کر درخواست کی، ایمان لانے کا وعدہ کیا، اس پر عہد و پیمانہ کیا۔ سات روز مٹی شہر سے شہر

تک لڑی کی مصیبت میں جتنا ارہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نجات پائی۔ کعبتوں اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے، انہیں دیکھ کر کہنے لگے: یہ ہمیں کافی ہیں، ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ ایمان نہ لائے، عہد وفاق نہ کیا اور اپنے اعمال خبیث میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مہینہ عاقبت سے گذرا پھر اللہ تعالیٰ نے قتل بھیجے۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قتل گھن ہے، چنانچہ کہتے ہیں جو، بعض کہتے ہیں ایک اور چھوٹا سا کبڑا ہے۔ اس کبڑے نے جو کعبتوں اور پھل باقی رہے تھے، وہ کھائے۔ کبڑوں میں گھس جاتا تھا اور ہلکا کاتا تھا، کھانے میں پھر جاتا تھا۔ اگر کوئی دس بوری گیہوں بکلی پر لے جاتا تو تیس ہونگے، باقی سب کبڑے کھا جاتے، یہ کبڑے فرعونوں کے بال بھنوں میں چبکس چاہتے گئے۔ جس پر چبکس کی طرح بھرتا جاتا، سونا ڈھار کر دیا تھا۔ اس مصیبت سے فرعونی بیچ پڑے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: ہم تو بڑے کرتے ہیں۔ آپ اس بلا کے دفع ہونے کی دعا فرمائیے۔ چنانچہ سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی حضرت کی دعا سے رفع ہوئی لیکن فرعونوں نے پھر عہد شکنی کی اور پہلے سے زیادہ خبیث تر عمل شروع کئے۔ ایک مہینہ ان میں گذرنے کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میزک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدی بیٹا تھا تو اس کی مجلس میں میزک بھر جاتے تھے۔ بات کرنے کے لیے صفحہ کھولتا تو میزک کو دکھانے میں چھینتا، ہاتھوں میں میزک، کھانوں میں میزک، چٹاپوں میں میزک بھر جاتے تھے آگ بچھ جاتی تھی۔ لہذا یہ میزک کوکھانوں اور سوار ہوتے تھے۔ اس مصیبت سے فرعونی روپڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: اب کی بار ہم کبھی تیرے کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے عہد و پیمانہ کر کے کہ دعا کی تو سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی دفع ہوئی اور ایک مہینہ عاقبت سے گذرا لیکن پھر انہوں نے عہد توڑ دیا اور اپنے لٹری طرف لے گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بددعا فرمائی تو تمام کتوں کا پانی نہروں اور چشموں کا پانی دریا سے نکل گیا غرض ہر پانی ان کے لیے تازہ خون بن گیا۔ انہوں نے فرعون سے اس کی شکایت کی تو کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو سے تمہاری نظر بند

کر دی۔ انہوں نے کہا: کیسی نظر بند؟ ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نام و نشان ہی نہیں، تو فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی لیں تو اب بنی اسرائیل نکالنے تو پانی لکھنا، قبلی نکالنے تو اسی برتن سے خون لکھنا۔ یہاں تک کہ فرعونی مورخین پیاس سے عاجز ہو کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے پانی مانگا تو وہ پانی ان کے برتن میں آتے ہی خون ہو گیا۔ تو فرعونی عورت کہنے لگی کہ تو پانی اپنے گھونٹوں میں لے کر میرے منہ میں گلی کرے۔ جب تک وہ پانی اسرائیلی عورت کے منہ میں رہا، پانی تھا، جب فرعونی عورت کے منہ میں پہنچا، خون ہو گیا۔ فرعون خود پیاس سے مضطرب ہوا تو اس نے تڑپتوں کی رطوبت چھڑی، وہ رطوبت منہ میں پہنچنے ہی خون ہو گئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز بیٹے کی بیسرت آئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا کی اور خداست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی۔ یہ مصیبت بھی رفع ہوئی مگر ایمان پھر کبھی نہیں لائے۔۔۔ ہر مذاب ایک ہفتہ قائم رہتا اور دوسرے مذاب سے ایک مہینہ کا قاصد ہوتا۔ جب وہ کسی عہد پر قائم نہ رہے اور ایمان نہ لائے اور کفر نہ چھوڑا تو وہ عہد پوری ہونے کے بعد جو ان کے لیے مقرر فرمایا گئی تھی، انہیں اللہ تعالیٰ نے فریق کر کے ہلاک کر دیا۔ [سکڑ ۱۱ بیان ص ۲۶-۲۷]

۱۷۱ یہ فرعونی حرم کی دسویں تاریخ کو ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکرانے کا روز رکھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک بھی یہ وہاں دن کا روز رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن اس کا روز رکھا اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی خوشی منانے اور اس کی شکر گواہی کرنے کے ہم یہ روز سے زیادہ مقدس ہیں [اس ۱۱۲]

فرعونوں کی فرعونی، باطل پرستی کی فتح، تقسیم تھی اور اللہ تعالیٰ کی بردست ہائیدار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ججزے کے ذریعہ قبیلوں پر آپ کی حقانیت اور رسالت کی حجت کا قہر قائم فرمادیا تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا تقسیم حجروں کا دن اس کی ساری دولت کے ساتھ زمین میں زندہ و ہمدرد بنا دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں درج کر دوں تاکہ اللہ کے چشموں اور سرنگوں کا شکر تاج انجام

دیکھ کر دل صحت لیں۔ اس سزا میں شام بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نعت القاری شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رشتہ کیا تھا۔ اس بارے میں چند اقوال ہیں حضرت موسیٰ کا چچا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا سہم کا بیٹا تھا، ان کی خال کا بیٹا تھا۔ یہ نہایت خوبصورت حسین و جمیل آدمی تھا۔ اسکو منور کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریہ کا سب سے بڑا قاری تھا لیکن یہ سامری کی طرح منافق بھی تھا۔ ناداری کے زمانہ میں نہایت متوجس اور باعلاق تھا۔ دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال بدل گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا۔ یہ وہی بادعیب و بد بخت ہے جس نے ایک بد کردار عورت کو پیر سے کراں پر آدھ کیا تھا کہ اپنے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منہم کرے۔ اس کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے اس بنا پر حسد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنیا تھے، ان کے لیے نبوت تھی اور حضرت ہارون کے ذمہ فریادیاں کرائی تھیں۔ اسے کوئی منصب نہیں ملا۔ اس پر اس نے حضرت موسیٰ سے بغاوت کی۔ یہ اتنا لادار تھا کہ اس کے خزانے کی کھینچاؤنوں کی ایک جماعت پر بھاری پڑتی تھی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قارون سے فرمایا کہ تجھ پر تیرے اموال کا ہزارواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا میں پوری زکوٰۃ دوں گا۔ لیکن جب گھر جا کر حساب لگایا تو یہ بھی بہت بڑی رقم ہوتی تھی، لہذا اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم لوگ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات مانتے آئے۔ یوں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں۔ ان نے ان سے کہا کہانی آوارہ عورت کے پاس جاؤ اور اس کو اس پر آمادہ کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت لگائے، ان کے عوض دو جتنا مال چاہے لے لے۔ قارون نے اس عورت کو بڑا ارشاد فرمایا کہ اور دوسرے بہت سے وعدے کر کے اس پر آمادہ کر لیا۔ دوسرے دن قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار

کر رہے ہیں۔ آپ چل کر انہیں دھکا دھبٹ بھیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑے ہوئے اور یہ وعظ فرمایا کہ اسے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا، اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور جو کسی پر زنا کی تہمت لگے گا اس کی سزا اسی ۸۰ لڑے ہیں اور اگر کوئی کسی کے ساتھ زنا کرے گا۔ اگر وہ شادی شدہ نہیں تو اسے سوکڑے سے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ یہ سنتے ہی قارون کھڑا ہوا اور کہا حضور پر حکم سب کے لیے ہے، خواہ حضور کیوں نہ ہوں۔ فرمایا یہ حکم سب کے لیے ہے، اگرچہ خود میں کیوں نہ ہوں۔ اب قارون نے کہا کہ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں بد بخت عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسے بلاؤ۔ جب حاضر ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لیے دریا بہا اور اس میں مرا سے بنائے اور تو رات نازل فرمائی، سچ سچ بنا۔ جب تہمت سے وہ عورت اور بنی اسرائیل نے صاف صاف یہ کہہ دیا کہ قارون جو کچھ کہا چاہتا ہے، اللہ عزوجل کی قسم یہ لہذا اور سر اسر جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض بہت بھاری رقم دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس سزاؤں پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میرے اور میری عورتوں کے لیے: یا رب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو قارون پر غضب نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وہی: بھیجی میں نے زمین کو آپ کے تابع فرمان کر دیا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: جو قارون کا ساتھی ہو، اس کے ساتھ اس کی جگہ رہے اور جو میرا ساتھی ہے، قارون سے جدا ہو کر میرے پاس آئے۔ اس ارشاد پر سوائے دو شخصوں کے سب قارون سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو بکارتے، یہ فرماتے ہی وہ تینوں گھنٹوں تک زمین میں جھنسنے پھر آپ نے زمین سے فرمایا: پھیلنے تو کر تک جھنسن گئے۔ آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ گردوں تک جھنسن گئے۔ وہ سب بہت مت و حاجت کرتے رہے، قارون نے رشتہ داری کا واسطو یا کر حضرت موسیٰ کا چالاک نہ

ہو اور قارون اور اس کے ساتھی زمین میں دھستے چلے گئے یہاں تک کہ وہ بائبل دھس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔ عقاد نے کہا کہ قیامت تک وہ اسی طرح دھستے چلے جائیں گے۔ اب اس پر بنی اسرائیل کے سزوں نے یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قارون کو اس لیے زمین میں دھسا یا ہے کہ ان کے مکان اور اموال اپنے قبضہ میں کر لیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلال آیا تو آپ نے اس کے مکان میں خزانہ و اموال زمین میں دھسا دیا۔ [تذکرہ القاری، ۱/۵۵۰-۵۵۲]

[۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو یہی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے چھڑے کی پریشانی نہیں کی ہے، وہ پریشانی کرنے والوں کو قتل کریں اور مجرم برضا و جہلیم سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام حضرت وزاری بارگاہِ حق کی طرف پہنچے ہوئے۔ وہی آئی کہ جو قتل ہو چکے شہید ہوئے، باقی مغفور فرمائے گئے۔ ان میں کے قاتل و مقتول سب یسعی ہیں۔ [خزانة العرفان، ص ۱۵]

[۹] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ آپ نے اسے ایک چمچ سیریا کیا جس سے ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ حضرت عزرائیل واپس اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو آنکھ دھواہ جلا کر دی اور فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اپنا ہاتھ تیل کی پیٹھ پر رکھے۔ ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال عمر بڑھا دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ رب تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت آ جائے گی۔ آپ نے عرض کی: پھر موت اسی آ جائے، ساتھ ہی عرض کی: اے اللہ! مجھے بیت المقدس کی سرزمین پر پہنچا دینا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے صاحب! اگر میں

چاہوں تو تمہیں سرخ ریت کے ٹیلوں کے پاس راستے کی ایک جانب آپ کی قبر اب بھی دکھاتا ہوں۔ [تذکرہ الانبیاء، ص ۳۳۳، بحوالہ مسلم شریف]

طبقات نامہ ص ۱ میں ہے:
حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال پیشتر وفات پائی۔ دو عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال کے ہوئے تو ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ انہوں نے پوچھ بن فون کو بنی اسرائیل پر اپنا نائب و جانشین مقرر کر دیا تھا۔ [ص ۷۴]

اس کے حاشیہ نگار غلام رسول مہر لکھتے ہیں:
حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات تو رات کے مطابق کو طور پر ہوئی تھی جسے بعد میں جبل ہارون کہنے لگے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اس وقت ہوئی جب بنی اسرائیل و ریائے اردن کے مشرق میں اس مقام پر پہنچے تھے جہاں سے "ارض موعود" یعنی کھانا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ آپ کا سفر وہاں پہنچا ہے جو دریائے اردن کو عبور کرتے ہی بائیں جانب صحیحہ لوط کے کنارے واقع ہے اور اس مقام "موسیٰ" کہتے ہیں۔ [طبقات نامہ ص ۱۸۶]

حضرت یوشع علیہ السلام [۱] نے جب حضرت موسیٰ کی جانشینی کا منصب سنبھالا تو بنی اسرائیل کو سنا تھا کہ اور جابرین کے شہر پر حملہ کیا۔ ایلیا شہر پر قبضہ کیا اور اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ آپ کو یہ اطلاع ملی کہ پچاس بنی اسرائیل نے ہر جہاں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضرت یوشع نے شہر بلتا پر لشکر کشی کی۔ شہر کا حصار خاصا مضبوط دیکھا۔ اس شہر میں یلیم نام کا ایک مستجاب الدعوات بزرگ بھی تھے۔ [۲]

حضرت یوشع اور بنی اسرائیل نے چھ مہینے تک شہر بلتا کا محاصرہ کئے رکھا۔ بلتا کے بادشاہ بائق نے یلیم نام کو سنا سال دے کر قیدیائی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ یلیم نے حضرت یوشع کے خلاف بادشاہ کی قیدیائی کے لئے دعا کی، اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند گزری اور اس نے یلیم کو یلیم سے سلب فرمایا۔ دوسرے دن بنی اسرائیل بلتا شہر کے دروازے تک آئے تو اہل شہر نے خوبصورت عورتیں شہر سے باہر نکالیں جو بنی اسرائیل کے خیمے میں انہیں بدکاری پر آمادہ کرنے کے لئے داخل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون کی وبا مسلط کر دی۔ حضرت یوشع علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ان عورتوں کو لشکر سے نکال باہر کر لیا۔ طاعون کی وبا بھی جاتی رہی۔ دوسرے دن جمعہ تھا۔ حضرت یوشع اور شہر بلتا کے باشندوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے سورج غروب نہ ہو، آفتاب چمک گیا۔ حضرت نے ایک زوردار حملہ کر کے اہل شہر پر فتح حاصل کر لی۔ [۳] اب تمام مصر ایلیا اور بلتا بنی اسرائیل کے قبضے میں تھے۔

حواشی

[۱] طبقات نامہ ص ۱ میں ہے:
حضرت یوشع علیہ السلام کا نسب یہ ہے: یوشع بن فون بن ابراہیم بن یوسف انہیں حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل پر جانشین بنایا۔ حسن کی روایت کے مطابق یوشع علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں یوشع بنی اسرائیل کی جانشینی کا منصب عطا کیا گیا تھا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کی طلب میں نکلے تھے تو حضرت یوشع ساتھ میں تھے۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دشت تیبہ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو حضرت یوشع بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے۔ شہر بلتا جہاروں کے ہاتھ سے چھینا جو خدا میں سے تھے اور نام مائیکہ کو رکھتے دی، شام کے آئین بادشاہوں کو قتل کیا۔ چالیس سال تک خلیفہ رہے۔ [طبقات نامہ ص ۷۹]

[۲] رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: [الاعراف: ۱۷۵-۱۷۶]
ترجمہ: اور اے محبوب! انہیں اس کا حوالہ سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔ اور ہم چاہتے تو انہوں کو سب سے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین چڑھ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کی طرح ہے، تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔ یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں چھلایں، تو تم سمجھتے سناؤ کہ کتنی وہ دھیان دیں گے! [یہاں ص ۱۲۹]

حضرت صدر الافاضل اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:
یعنی یلیم نام جو جس کا واقعہ مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہارین سے جنگ کا قصد کیا اور سرزمین شام میں نزول فرمایا تو یلیم نام جو کہ اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے۔ وہ یہاں آئے ہیں، ہمیں ہمارے بارے سے نکالیں گے اور قتل کریں گے اور بجائے ہمارے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے۔ میرے پاس

اسم اعظم ہے اور جبری دعا قبول ہوتی ہے۔ تو کھل اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ انہی بیابان سے ہٹا دے۔ عظیم یا جوئے کہا جاتا رہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جی ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور ایمان دار لوگ ہیں، کیسے ان سے یہ ہا کروں؟ میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے۔ اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی مگر قوم اس سے اصرار کرتی رہی اور بہت الحاج و زائر کلمہ کے ساتھ انہوں نے اپنا یہ سوال جاری رکھا تو عظیم یا جوئے کہا کہ میں اپنے رب کی مرضی کی اہم کروں اور اس کا نہیں مگر پہلے کہ جب بھی کوئی دعا کرتا، پہلے مرضی الہی معلوم کر لیتا اور پھر پاب میں اس کا جواب مل جائے چنانچہ اس مرتبہ میں اس کو یہی جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کے خلاف دعا نہ کرنا اس قوم سے کہہ دیا کہ میں نے اس پر بے ریب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے ان کو دعا کرنے کی ممانعت فرمادی، جس پر ان سے اس کو بدلے اور نذرانہ دینے، جو اس نے قبول کئے اور قوم نے اپنا سوال جاری کر کے اور دوسری مرتبہ عظیم یا جوئے سے ریب جاکر دعائی سے اجازت چاہی، اس کا یہ جواب ملا۔ اس نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے اس مرتبہ کیہ جواب ہی ملا تو قوم کے لوگ کہنے لگے ہمارا اللہ کو منظور ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی منع فرماتا اور قوم کا الحاج و زائر کلمہ فریاد ہوا حتیٰ کہ انہوں نے اس کو قہر میں ڈال دیا اور آخر کار وہ دعا کرنے کے لیے مجھ پر چڑھا تو جو دعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا اور دعا نہ ملنے کے لیے جو دعا ہے تیرا کرتا تھا، بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آتا تھا تو تم نے کہا: اے عظیم یا جوئے کہا کہ یہ بنی اسرائیل کے لیے دعا کرتا ہے، ہمارے لیے دعا کیا؟ پھر سے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے اور اس کی زبان باہر نکل چکی ہے اور اس نے اپنی قوم سے کہا: میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔ اس آیت میں اسی کا پالت ہے [خزانة العرفان ص ۱۵۹]۔

[۳] بخاری شریف کتاب الیہاد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت درج ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی نے کہا کہ اے اللہ! ارادہ فرمایا تو تم سے کہا: میرے ساتھ ایسا کیاں نہ چلے جس نے شادی کی اور اور قاف کرنا چاہتا ہوگا ابھی کیا نہیں اور نہ وہ تم سے چلے گا، اس نے کہا: ہاں اور ابھی چھت نہیں ڈالی ہے اور نہ وہ تم سے چلے گا، جس نے کربلا اپنی خیمیاں خریدی ہیں اور وہ ان کی

پہا اشل انتظار کر رہا ہے۔ اس کے بعد آپ جہاد کے لیے چلے پستی کے قریب پہنچے پہنچے عمر لاہوت قریب ہو گیا تو انہوں نے سورج سے فرمایا: تو بھی حکم سے اور ہم بھی۔ اللہ اسے ہم پر رک دے۔ سورج روک لیا گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ اللہ یت۔ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت خضر علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے لیے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا میدان میں انتقال ہو گیا تھا۔ پہلے حضرت ہارون کا ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ ابن الخلی نے کہا: جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہاں ہو گیا اور چالیس سال میدان میں رہنے کی مدت پوری ہوئی تو حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام منصب نبوت پر فائز ہوئے اور انہیں جہارین سے قتال کا حکم ہوا۔ آپ نے بنی اسرائیل کا پایا۔ انہوں نے آپ کی تصدیق اور بیعت کی۔ حضرت یوشع بنی اسرائیل کو لے کر جہارین سے قتال کے لیے چلے۔ ان کے شہر کا سولہ سینے تک عمارت رہے۔ ستر ہویں سینے قریب کو پہنچنا شروع کیا جس سے دشمن و جمل کوچ گئے اور شہر بناؤٹ گئی۔ اب حضرت یوشع جہارین کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور جہارین کو کھڑا کرنا شروع فرمایا۔ ستر کے دن قتال ان کی شہادت میں جائز نہیں تھا، اس لئے سورج سے روکنے کے لیے فرمایا۔ فتح الہامی میں حوالہ دیا کہ یہ ہے کہ حضرت یوشع جمعہ کے دن عصر کے وقت پہنچے تھے، اس کے لئے دو دعا فرمائی۔ یہ سستی اور بخاریا بیت المقدس تھی (موضوہ القاری ص ۳۳۳/۶)۔ اس ہستی کے بارے میں طہقات، صہری اردو کے حاشیہ میں ہے:

اس سے مراد یقیناً ارجمیا ایک ہے جو دریائے اردن کے مغرب کی کنارے پر اس جگہ واقع ہے جہاں سے کھان میں داخل ہونے کا راستہ تھا۔ وہی پہلا مقام ہے جو بنی اسرائیل نے یوشع علیہ السلام کی سرکردگی میں فتح کیا اور وہاں سے تشریح کھان کی ابتدا ہوئی۔ صہری نے بھی یہی کہا ہے۔ [طہقات، صہری اردو، حاشیہ ص ۱۸۶]

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل / یہودیوں کے پیغمبر تھے۔ [۱] اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کر کے وہاں نامی ایک خاتون بادشاہ کی ہدایت کو بھیجا۔ وہاں ایک عورت تھی جس نے ایک بت بنا رکھا تھا۔ وہ کہا کرتی تھی کہ یہ بت میرا شوہر ہے، اسی لئے اس بت کا نام لیں رکھا تھا۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمائی ہے۔

أندعدون بعلوا وتلدون أحسن الخالقین [المطہقت: ۱۲۵] کیا بھل کہ پوجتے ہو اور چھوڑ دیتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو۔ [۲] حضرت الیاس نے انہیں بہت کھایا لیکن وہ نہ مانے اور بت پرستی نہ چھوڑی۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے بددعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان مردوں سے بارش روک دی۔ سارے چوپائے مر گئے اور قحط پڑ گیا۔ اب سب حضرت الیاس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عاجزی کا اظہار کیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے بارش کا نزول فرمایا اور فرامی اور خوش حالی کی نعمت عطا فرمائی، لیکن انہوں نے پھر بت پرستی شروع کر دی۔ تب آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے گھر تشریف لے گئے، انہیں اپنا جانشین بنایا۔ ایک نورانی گھوڑا غیب سے نمودار ہوا، حضرت الیاس اس پر سوار ہوئے اور نامعلوم منزل کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت الیاس ابھی تک حیات میں اور جنگل میں چلے ہوئے لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ ہر سال ایک مرتبہ حضرت خضر اور الیاس علی نبینا علیہ السلام خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

حواشی

[۱] حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسب مشہور قول کے مطابق یہ ہے: الیاس بن یاسین بن قاسم بن الضیر ابن ہارون۔ حضرت الیاس علیہ السلام حیات میں اور حقیقی پر مقرر کئے گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام اور یاس اور جزیروں پر مقرر ہیں۔ ہر سال حج کے موسم میں ان دونوں حضرات کی حرم شریف میں ملاقات ہوتی ہے۔ ایک سفر کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آپ حضرات کے لیے کھانا آجائے دونوں حضرات نے تناول فرمایا۔ اس کھانے میں روٹی چھلی وغیرہ جازل کی گئی پھر عصر کی نماز ہمارے حضور اور حضرت الیاس علیہ السلام دونوں حضرات نے اہل کراہ فرمائی۔ [تذکرۃ الانبیاء ص ۱۸۷]۔

[۲] بھل ان کے بت کا نام تھا جو سونے کا تھا۔ اس کی لمبائی تین گز تھی۔ چار منہ تھے۔ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ جس مقام میں وہ تھا، اس جگہ کا نام تک تھا۔ اسی سے ہلک مرکب ہوا۔ یہ بلاد شام میں ہے۔ [خزانة العرفان ص ۱۷۹]۔

اسے عظیم یا جوئے بھی کہتے تھے۔ اس کے کھنڈر اب بھی بیروت و دمشق کی شاہراہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ [طہقات، صہری اردو ص ۱۸۸]

حضرت شموئیل علیہ السلام

حضرت شموئیل علیہ السلام [۱] بھی بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ [۲] جاووت نام کا ایک بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا اور ان کے سارے مال لوٹ لئے۔ بنی اسرائیل اکتفا ہو کر حضرت شموئیل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بادشاہ عطا فرمائے جو راجہ خدا میں کافروں سے جہاد کرے۔ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور رجحانی فرمائی کہ جاووت کو اپنی قوم کا بادشاہ بنا دیں۔ جاووت [۳] کے پاس ایک دراز گوسفٹ چھڑا اور وہ لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ حضرت شموئیل نے اسے بلا دیا۔ بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اس سے بہتر بادشاہ تلاش کریں۔ اس سے کام نہیں چلے گا۔ [۴] حضرت شموئیل نے فرمایا: اگر میں جاووت کو سمجھوں کہ وہ جاووت کیسے لے آئے جس میں تو ریت مقدس کی تختیوں کے ٹکڑے ہیں اور جاووت اسے لوٹ کر لے گیا تھا [۵] تو اسے بادشاہ کی حیثیت سے قبول کر لیتا۔ بنی اسرائیل نے کہا: کھلیک ہے۔ حضرت شموئیل نے جاووت کو روانہ فرمایا۔ وہ جاووت کے لشکر کے درمیان سے وہ صندوق نکال لائے۔ حضرت نے سلطنت جاووت کے حوالے کی اور ایک ایسی زور بھی عطا فرمائی کہ وہ زور جس پر نکل آجائے، جاووت جیسے جابر بادشاہ کا قتل اسی کے ہاتھوں ہوگا۔ وہ زور بنی اسرائیل میں سے کسی فرد کے ہون پر فٹ نہ ہوئی۔ الیذا کہ چھوٹے صاحبزادے تھے جن کا نام داؤد علیہ السلام تھا۔ آپ گلہ بانی فرماتے۔ حضرت شموئیل نے انہیں بلا دیا۔ راستے میں ایک پتھر سے آواز دی کہ داؤد! مجھے ساتھ لے لو۔ جاووت کی موت میرے ذریعہ ہوگی۔ حضرت داؤد نے وہ پتھر

اٹھایا۔ جب آپ حضرت شموئیل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زور زبیر تن کی تو (طوفان آگئی۔ آپ جاووت سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور وہ پتھر فلاح میں لڑ کر جیت گیا۔ وہ پتھر تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک گلو جاووت پر پڑا، وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے لشکر نے راہ فرار اختیار کی۔ بہت سارے قتل ہوئے اور ان کے اموال جاووتی لشکر کے قبضے میں آ گئے۔ جاووت نے داؤد علیہ السلام سے وعدہ کر رکھا تھا کہ جب جاووت کا لشکر شکست کھا جائے گا تو وہ خزانہ اور آدمی بادشاہی داؤد علیہ السلام کو دے گا اور اپنی بیٹی کی شادی بھی حضرت کے ساتھ کر دے گا۔ اس نے اپنی بیٹی کی شادی تو حضرت داؤد کے ساتھ کر دی لیکن خزانہ اور بادشاہی میں سے کچھ نہ دیا بلکہ حضرت داؤد کو قتل کرنے کے درپے ہو گیا۔ جاووت کی بیٹی یعنی حضرت الہیہ نے یہ بات حضرت کو بتا دی۔ حضرت داؤد نے ایک چنگ توڑا اور اپنی جگہ پر رکھا اور شب کو اہل کالیاس اس کے اوپر ڈال دیا۔ جاووت نے کالیاس کا ایک کر آیا اور اس چنگ پر اور سے مارا۔ صورت حال کھلی تو سمجھ گیا کہ داؤد کو اصل صورت حال کا پتہ چل گیا ہے۔ دوسری رات حضرت داؤد جاووت کے سر ہانے لگے اور تین تیراس کے سر ہانے پر نصب کیا اور اس کے سر ہانے ایک رتھ رکھ آئے جس میں لکھا تھا کہ تو نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن قتل نہ کر کا اور میں تجھے ابھی قتل کرنے کی قدرت رکھتا ہوں لیکن میں نے قتل نہیں کیا۔ دوسرے دن علمائے بنی اسرائیل جاووت کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنا وعدہ پورا کرو اور بادشاہی اور مال داؤد کے حوالے کر دو۔ جاووت نے یہ بات سنی اور کئی ایک قتل کر دیا۔ پھر اس نے خواب دیکھا کہ جاووت کو لڑتے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جاووت بیدار ہو کر اپنے کئے پر ہام ہوا اور بہت عاجزی کے ساتھ کہہ دیا کہ اس نے خواب حضرت داؤد کو بتایا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس وقت معاف فرمائے گا جب تم جہادوں اور سرسکوں کے ساتھ جنگ کرو گے۔ جاووت نے سلطنت اور مال حضرت داؤد کے حوالے کیا اور اہل اس سے جنگ کے لئے نکل پڑے اور اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔

حواشی

[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی انہوں نے عہد الٰہی کو فراموش کیا، رت پر حق میں مبتلا ہوئے، سرکشی اور بدعتی الٰہی اہم کیا تو ان پر قوم جاووت مسلط ہوئی جس کو اللہ کہتے ہیں۔ کیونکہ جاووت جملین بن عادی اور اس سے ایک نہایت جابر بادشاہ تھا۔ اس کی قوم کے لوگ مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل پر رہتے تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر یحییٰ بنے۔ آری گرفتار کئے، طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اس زمانے میں قوم بنی اسرائیل میں کوئی نبی موجود نہیں تھے۔ خاندان داؤد سے صرف ایک نبی باقی رہی تھی جو حاملہ تھی۔ ان کے فرزند تولد ہوئے، ان کا نام شموئیل رکھا۔ جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں علم تو ریت حاصل کرنے کے لئے بیت المقدس میں ایک کبیرا من عالم کے سپرد کیا۔ وہ آپ کے ساتھ بہت شفقت کرتے اور آپ کو فرزند کہتے۔ جب آپ ن بلوغ کو پہنچے تو ایک رات آپ اس نیک دل عالم کے قریب آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسی عالم کی آواز میں یا شموئیل کہہ کر پکارا۔ آپ عالم کے پاس گئے اور فرمایا کہ آپ نے مجھے پکارا ہے۔ عالم صاحب نے اس خیال سے کہ اللہ کرنے سے پہلے آپ ڈرت جائیں، یہ کہہ دیا کہ فرزند تم سو جاؤ۔ پھر دوبارہ حضرت جبرئیل نے اسی طرح پکارا اور حضرت شموئیل علیہ السلام عالم صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کہ اسے فرزند اب اگر میں پھر تمہیں پکاروں تو تم جواب نہ دینا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہو گئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا۔ آپ اپنی قوم کی طرف جائیے اور اپنے رب کے احکام پہنچائیے۔ جب آپ قوم کی طرف تشریف لائے، انہوں نے تکذیب کی اور کہا کہ آپ اتنی جلدی نبی بن گئے۔ اچھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے لئے ایک بادشاہ قائم کیجئے۔ [تفسیر خازن وغیرہ خزان الخرفان میں ۱۶۳]

اہل کے احکام ان میں قائم کرتے رہے اور توت کے مطابق عمل کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ ان کے بعد حضرت کاب، ان کے بعد حضرت حزقیل، ان کے بعد حضرت الیاس، ان کے بعد حضرت اسمعٰیل علیہم السلام منصب نبوت کے ساتھ جلوہ آئے ان کا نکاح ہونے۔ پھر حضرت شموئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کی والدہ آپ کی ولادت سے پہلے کسی کمالی ولادت کے لیے حیرانی زبان میں دعا کرتی رہتی تھی: شموئیل اے اللہ سن لے۔ اس دعا کے بعد آپ تولد ہوئے، اس لیے آپ کو شموئیل کہا جانے لگا۔ آپ حضرت (دین علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔ [تذکرۃ الانبیاء میں ۳۳۱]

[۲] جاووت، نبیائین حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ آپ کا نام بلول نامت کی وجہ سے جاووت ہے۔ حضرت شموئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا فرمایا اور بتایا گیا تھا کہ جو شخص تمہاری قوم کا بادشاہ ہوگا۔ اس کا قدم اس عصاب کے برابر ہوگا۔ آپ نے اس عصاب سے جاووت کا قدم پ کر فرمایا کہ میں تم کو حکم الٰہی بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کرتا ہوں اور بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جاووت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے [خازن وحمل خزان میں ۱۶۳]

[۳] بنی اسرائیل کے سرداروں نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے کہا کہ نبوت تو لاؤ وہی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں پہلی آتی ہے اور سلطنت یہودین یعقوب کی اولاد میں اور جاووت ان دونوں خاندانوں میں سے نہیں ہیں تو بادشاہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ [خزان الخرفان میں ۱۶۵]

[۴] یہ ثابت شمشاد کی کلوی کا بنا ہوا ایک صندوق تھا جس پر سونے کا بیانی بڑھا ہوا تھا۔ اس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عکس تھے، ان کے مسکن اور مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور حضور کے شانہ و قدس کی تصویر ایک سرخ یا قوت میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور آپ کے گرد آپ کے اصحاب ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تصویروں کو

دیکھا۔ یہ صندوق دراصل مختلف ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اس میں توبہ بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی۔ چنانچہ اس تابوت میں الواح تورہ کے کلوے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا، کپڑے، قطین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور ان کا عصا اور تھوڑا سا سن جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے۔ اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین دیتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متاثر ہوتا چلا آیا۔ جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی، وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے۔ دشمنوں کے مقابلے میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔ جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوتی اور ان کی بددلی بہت بڑھتی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کو مسلماً کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو بخش اور گندے مقامات میں رکھا، اس کی بے حرمتی کی اور ان گناہوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے۔ ان کی پانچ ستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں لعنتیں ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا سبب ہے تو انہوں نے تابوت ایک تیل گاڑی پر رکھ کر بیٹوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے علوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے علوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے حریف ہوئے اور فرار چہاد کے لئے آمادہ ہو گئے۔ کیونکہ تابوت پاکر انہیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا۔ علوت نے بنی اسرائیل میں سے سزہ بزار جو ان منتخب کئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے۔ [تفسیر جلالین، جمل و نماز و مدارک وغیرہ۔ خزائن امرقان ص ۶۵]

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام [۱۱] جب بادشاہ بن گئے [۱۲] تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی مقرر فرمایا اور آسمانی کتاب زبور آپ پر نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زور بنانے کا فن سکھایا [۱۳] آپ جب بلند آواز سے خدا سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زور دیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ سے دعا کی خوش الحانی سے پہاڑوں پر بے خودی ملاری ہو جاتی [۱۴] ایک دن شیطان ایک پرندے کی صورت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے اسے پکڑنا چاہا تو وہ پرندہ بام پر جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت بھی بالا خانے پر کھڑے ہو گئے۔ اتفاق سے آپ کی نگاہ ایک عورت پر پڑی جس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک نگاہ ڈالی اور بالا خانے سے اتر آئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس کی خاتون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ اوریتا نامی ایک مرد عیال کی خاتون ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے شوہر کو جنگ میں بھیج دیا جہاں وہ شہید ہو گیا۔ حضرت نے اس کی بیوہ سے نکاح فرمایا [۱۵] اور یہ معاہدہ کر لیا کہ جو بچہ اس بیوہ کے گلن سے پیدا ہوگا، وہ حضرت کا جانشین ہوگا۔ اس خاتون کے گلن سے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد کے صاحبزادگان حد کرنے لگے۔ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ وہ ایک جھنڈے لے کر آئے تھے جس پر آپ نے میں سوال کئے۔ حضرت جبرئیل کے یہ سوالات دوسرے صاحبزادگان گل نہ کر سکے۔ لیکن حضرت سلیمان نے خوب جواب دیئے۔ وہ سوالات یہ ہیں:

- ۱- حضرت جبرئیل: کہ عظیم سے آدمی کو کس چیز کا سبق ملتا ہے؟
حضرت سلیمان: یقین کا۔
- ۲- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ کون سی چیز پائی جاتی ہے؟
حضرت سلیمان: پتھر۔
- ۳- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ تلخ کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: درویشی۔
- ۴- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ شیریں کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: مالداری۔
- ۵- حضرت جبرئیل: سب سے گندمی چیز کون سی ہے؟
حضرت سلیمان: کافر کی۔
- ۶- حضرت جبرئیل: سب سے بدترین چیز کون سی ہے؟
حضرت سلیمان: بد اخلاقی۔
- ۷- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ نردو یک کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: آخرت۔
- ۸- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ دور کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: ید نیا۔
- ۹- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ اندوہ گین کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: جسم و جان۔
- ۱۰- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ شادمان کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: روح اپنے رب کے حضور۔
- ۱۱- حضرت جبرئیل: بلند ترین کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: حق بات۔

- ۱۲- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ کشادہ کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: انصاف کرنا۔
 - ۱۳- حضرت جبرئیل: دریا سے بھی زیادہ مالدار کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: مؤمن کا دل۔
 - ۱۴- حضرت جبرئیل: پتھر سے بھی زیادہ سخت کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: کافر کا دل۔
 - ۱۵- حضرت جبرئیل: آگ سے زیادہ گرم کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: لالچ۔
 - ۱۶- حضرت جبرئیل: مرد ترین چیز کون سی ہے؟
حضرت سلیمان: ناسیدی۔
 - ۱۷- حضرت جبرئیل: کوہ قاف سے بھی زیادہ گراں کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: بُت۔
 - ۱۸- حضرت جبرئیل: مرد سے زیادہ ہیں بازندہ انسان؟
حضرت سلیمان: مردے۔
 - ۱۹- حضرت جبرئیل: مرد زیادہ ہیں یا عورت؟
حضرت سلیمان: عورت۔
 - ۲۰- حضرت جبرئیل: ویرانی زیادہ ہے یا آبادی؟
حضرت سلیمان: ویرانی۔
- اس کامیاب جواب کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ کو اپنا نائب اور جانشین بنا دیا [۱۶] اور یہ وصیت فرمادی کہ حضرت سلیمان مسجد اقصیٰ کی عمارت مکمل کریں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر مبارک نو سے برس ہوئی۔ [۱۷]

علامہ سبزواری اخیر میں فرماتے ہیں کہ ہماری یہ توجیہ سب سے بہتر ہے اور اس میں ہماری تفسیر حقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اس روبرو مزید توجیہ جانتا ہے۔ علامہ ابو یحییٰ انہی نے اپنی تفسیر المصباح میں قدرے مختلف توجیہ پیش فرمائی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

ہماری تفسیر یہ ہے کہ دیوار بچا کر تخراب میں آنے والے انسان تھے۔ وہ ایسے راستے داخل ہوئے تھے جو داخل ہونے کا راستہ نہ تھا اور ایسے وقت آئے تھے جو آپ کی عداوت کا وقت نہ تھا۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کریں [کیونکہ ایک گروہ آپ کا مخالف تھا] لیکن جب واضح ہو گیا کہ یہ دونوں تو کسی مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے تھے جس میں شرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے تو حضرت داؤد کو پتہ چل گیا کہ یہ سارا واقعہ کئی ان لوگوں کا ہے وقت آچکا اور غیر معروف راہ سے آوا اور آپ کے پاس سے گئے۔ یہ خیال کرنا کہ یہ قتل کے ارادے سے آئے ہیں اور اس جہ سے آپ کا کھرا جانا، یہ سب آپ ہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے آڑنا چاہا ہے اور ان کے بارے میں سوچنے کو آپ کی شان نبوت سے فروتر ہے، اس لیے آپ مغفرت طلب کرنے لگے۔ اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

تاریخ پختہ یقین ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ اور خطا سے مصوم ہوتے ہیں۔ ان سے ایسے امور قطعاً سرزد نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہوتا، شرعی احکام پر امتناع دینی نہ رہتا اور انبیاء سے کرام کے فرمودات سے اظہارِ رائے جاتا۔ قصہ گوگوں نے منصب نبوت کے معافی جو کہا گیا گودھ لی، ہم ان کو دہی کی ٹوکری میں پیچیک دیا کرتے ہیں [غیاث القرآن] حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانائی کا وہ افر حصہ عطا فرمایا۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرماتا ہے: اور یاد کرو وہ اور سلیمان کو جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کینچن کے جھگڑے کا، جب رات کے وقت چھوٹ گئیں اس میں ایک قوم کی بکریاں اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ ہم نے وہ حاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا ہم اور علم [الانبیاء، ۴۸-۴۹]

مفسرین کرام اس واقعے کی تفصیل کا خلاصہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی گناہ رات کے وقت کی گھنٹ میں گھس گھس اور اسے اجاڑ کر رکھ دیا۔ گھنٹ والا دادی کے لئے حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بکریوں کے مالک کو بھی بلایا گیا۔ دونوں نے جان سن کر آپ نے فیصلہ کیا کہ بکریاں گھنٹ والے کو دے دی جائیں تاکہ اس کے نقصان کی جمانی ہو سکے۔ کیونکہ گھنٹ کا جو نقصان ہوا تھا، بکریوں کی قیمت انماز اس کے لئے مل سکتی تھی۔ حضرت سلیمان نے جواب بھی سنا، جب یہ فیصلہ نہ تو کہا کہ فیصلہ کی اس دعا کی بہتر ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بکریاں عارضی طور پر گھنٹ والے کو دے دی جائیں۔ اور ان کا دودھ چینی اور دوسرے فوائد حاصل کرنے اور بکریوں والے کو حکم دیا جائے کہ وہ اس مال سے وہ گھنٹ کی بکریاں اور حفاظت کرے۔ جب گھنٹ اپنی اصلی حالت پر آجائے تو گھنٹ والے کو اس کا گھنٹ دے دیا جائے اور بکریوں کا مالک اپنی بکریاں لے لے۔ یہ فیصلہ ان کے لئے بہتر ہے اور وہی گھنٹ کی انتہا ندی ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔ اس واقعے میں یہ دونوں حکم امتیازی تھے اور اس شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے، اس کا خانان لازم نہیں۔ حضرت مجاہد کا قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو فیصلہ کیا تھا، اس مسئلہ کو حل فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو تجویز پیش فرمائی، وہ صلح کی صورت تھی۔

[خرائن العرقان، ص ۵۲۷/غیاث القرآن، ۳/۱۷۸-۱۷۹]

۱۴۱ تذکرۃ الانبیاء میں تحریر ہے: حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک سوال پوچھا: آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پانچ سوالوں سے سوال بعدتر بقیلائے [اور بھی اقوال ہیں]

آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی سال پوچھا: یہ ارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ہزار سات سو سال پہلے تشریف لائے [الکفر للسیوطی، حاشیہ جلائین، ص ۲۵۵]

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔ نصف شب تک تو نفل میں قائم فرماتے، تہائی حصہ نیند لینے پھر باقی شب بیدار ہو کر یاد الہی میں بسر فرماتے۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۹۵]

اس کی قوم آفتاب کی پرستش کرتی ہے، اس ملک کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میرا خط اس کے پاس بیجاؤ۔ بددھنڈے کر روانہ ہو اور شہر سہا پہنچ کر اسے ملکہ بلقیس کی گود میں رکھ دیا۔ جب ملکہ بلقیس نے خط پڑھا تو سونے چاندی کی ایشیوں، یا قوت تاشقہ، سولطام اور سوکینیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھیجیں۔ تیروں کو مراد نہ لیا اس پہنا دیا تھا اور حضرت کی خدمت میں کہا: بیجا کر تیر اور غلام لوگ الگ کر لیں اور یا قوت میں سوراخ کریں۔ بلقیس کے قاصد سے پہلے بدد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ حضرت سلیمان نے غلاموں اور کینڈوں کو شناخت کر کے علیحدہ علیحدہ کر دیا اور یا قوت میں سوراخ کر دیا اور ملکہ بلقیس کا سارا قاصد کے ساتھ واپس کر دیا اور خود بلقیس کو حاضر ہونے کی دعوت دی۔ آصف برحق چشم زدن میں بلقیس کا تخت لے کر آئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر بلقیس مسلمان ہو گئی اور حضرت سلیمان نے اس سے نکاح فرمایا [۱۳]

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل فرمائی اور اسے جوہرات سے آراستہ کیا۔ جب حضرت کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے عصا پر ایک لگا کر جان، جان آفریں کے حوالے کر دی۔ جزیرہ و قیاقوس میں آپ کو دفن کیا گیا۔ [۱۵]

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور جنت، انسان، وحشی جانور، پرندے سب کو آپ کے تابع فرما کر دیا [۱۱] اور موتی کی خالص لکھنی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حکومت آپ کو عطا فرمائی کسی کو نہ دی۔ ارشاد قرآنی ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مَلِكًا لَا يُنْفَعُ لِأَخِيهِ مِنْ بَعْدِي [ص: ۲۵]

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو [کنز الایمان] اس سے یہ مقصود تھا کہ ایسا ملک آپ کے لیے جزیرہ ہو [خرائن العرقان]

پرندوں کی زبان آپ کو کھائی اور شیاطین کو دنیا کی تاریکیوں سے دور رکھا۔ آپ نے بلند والامحلات بنائے۔ [۲] آپ کی بساط درباری کی رحمت سوفر سنگ تھی۔ تخت سلیمانی اور زرین کرسیاں اس کے درمیان رکھی ہوئی تھیں، صبح وشام ہوا نہیں اٹھا کر لے جاتی۔ پرندے حضرت کے سر کے اوپر آ کر بیٹھتے۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سورج کی کرن آپ پر پڑی۔ آپ نے دیکھا تو ایک پرندے کی جگہ نکالی تھی۔ بدد نظر نہ آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں بدد کو سزا دوں گا یا ذبح کروں گا، یا پھر کوئی اسے میرے پاس لے آئے۔ بدد حاضر ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے کہنے لگا: میں شہر سہا میں تھا۔ [۳] وہاں ایک خوبصورت عورت نکمراں ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور جنت، انسان، وحشی جانور، پرندے سب کو آپ کے تابع فرما کر دیا [۱۱] اور موتی کی خالص لکھنی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حکومت آپ کو عطا فرمائی کسی کو نہ دی۔ ارشاد قرآنی ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مَلِكًا لَا يُنْفَعُ لِأَخِيهِ مِنْ بَعْدِي [ص: ۲۵]

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو [کنز الایمان] اس سے یہ مقصود تھا کہ ایسا ملک آپ کے لیے جزیرہ ہو [خرائن العرقان]

پرندوں کی زبان آپ کو کھائی اور شیاطین کو دنیا کی تاریکیوں سے دور رکھا۔ آپ نے بلند والامحلات بنائے۔ [۲] آپ کی بساط درباری کی رحمت سوفر سنگ تھی۔ تخت سلیمانی اور زرین کرسیاں اس کے درمیان رکھی ہوئی تھیں، صبح وشام ہوا نہیں اٹھا کر لے جاتی۔ پرندے حضرت کے سر کے اوپر آ کر بیٹھتے۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سورج کی کرن آپ پر پڑی۔ آپ نے دیکھا تو ایک پرندے کی جگہ نکالی تھی۔ بدد نظر نہ آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں بدد کو سزا دوں گا یا ذبح کروں گا، یا پھر کوئی اسے میرے پاس لے آئے۔ بدد حاضر ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے کہنے لگا: میں شہر سہا میں تھا۔ [۳] وہاں ایک خوبصورت عورت نکمراں ہے۔

حواشی

[۱] جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: وَوَهَبْنَا لَهُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اسْمِعُوا بَأْسَ اللَّهِ إِنَّهُ يَخْتَارُ مَن يَشَاءُ مِنْكُمْ وَإِنَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ لِمَا يَشَاءُ إِنَّهُ يَعْلَمُ غُورُ السُّجُودِ وَخَبِيرُ السُّلَيْمَاتِ خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي بَيْوتِكُمْ وَكُلُوا وَشَابِعُوا وَأَسْرَبُوا إِلَيْهِمْ وَأَنْتُمْ يُخْرَجُونَ [آمل، ۱۶:۱۷] اور سلیمان داؤد کا چاہیے ہوا اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ جب بخت نعر نے آکر بیت المقدس میں تباہی مچائی اور اسے ویران کر دیا تو حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے گدھے پر آپ نے اسے بھرے آباد کرنا چاہا، چنانچہ بنی اسرائیل کو پھر سے بلا کر بیت المقدس لائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گذرا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ بارہ آباد فرمائے گا۔ چنانچہ جب حضرت عزیر پر نیند طاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی۔ سو سال تک اسی بے جان حالت میں رہے، یہاں تک کہ وہ پورا علاقہ آباد ہو گیا اور حضرت دانیال علیہ السلام پیغمبر کی حیثیت سے ان کے درمیان تشریف لے آئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو زندگی عطا فرمائی۔ آپ کو خیال گذرا کہ یہ وہی دن ہے جس میں آپ سوئے تھے۔ جب پورے ملک کو آباد اور بارون دیکھا تو متعجب ہوئے، پھر فرمایا تو مجھ میں آیا کہ آپ پر موت طاری ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اسی حالت میں ایک زمانہ گذرا۔ آپ بیت المقدس تشریف لائے اور ان لوگوں کے سامنے توحید و رسالت کی دعوت پیش فرمائی لیکن وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو تورات شریف زبانی پڑھی۔ آپ نے ان لوگوں پر تورات تلاوت فرمائی پھر بھی ان لوگوں کو آپ کی نبوت کا یقین نہیں آیا۔ آپ نے تورات کے ایک دوسرے نسخے کی نشاندہی فرمائی جسے حضرت شعیب علیہ السلام [۱] نے تحریر فرمایا تھا اور بیت المقدس کی مسجد کے ستون تلے دفن تھا۔ بنی اسرائیل یہ تو جانتے تھے کہ مسجد کے ایک ستون کے نیچے

تورات دفن ہے لیکن وہ ستون نہیں پھیلتے تھے۔ حضرت عزیر کی نشاندہی سے اسے باہر نکالا دوسرے ستون سے اس کا مقابلہ کیا، ذرہ برابر گھبرائے نہ تھا۔ [۲]
اب بنی اسرائیل نے حضرت عزیر کی پیغمبری کا اعتراف کر لیا۔ بعض نے آپ کو خدا کا بیٹا کہا اور کافر ہو گئے۔ [۳] بہن اسفندیار نے اپنی قوم کے ساتھ بیت المقدس پر یلغار کی تھی۔ بخت نعر نے اسے دوبارہ بیت المقدس کی جانب روانہ کیا۔ اس نے خوب قتل و غارتگری مچائی۔ اس کے زمانے میں بنی اسرائیل پیغمبر زادے بہت کس میری کے عالم میں تھے۔ بہن کے مرنے کے بعد حضرت دانیال علیہ السلام بیت المقدس تشریف لائے اور اس کی تعمیر نو فرمائی، بنی اسرائیل کو بلا کر آباد کیا۔ پھر ملک خودستان کو تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خودستان کی فتح کے وقت حضرت دانیال کی قبر اطہر دریافت کی۔ آپ کی از سر نو تعمیر و تعمیر کے نماز جنازہ پر بھی اور مزار پاک تعمیر فرمایا۔

حواشی

- [۱] حضرت اشعیاء موموں کے حصا جزا سے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم میں سال دین حق پر قائم رہی، یہاں تک کہ ان کا بادشاہ جو کہ اشعیاء علیہ السلام کا دوست تھا، رحمت حق سے جا ملا۔ قوم نے حضرت اشعیاء کے خلاف ہنگامہ برپا کر دیا اور وہ مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک زبردست دشمن مسلط کر دیا، جس نے پوری قوم نبوت کے گھٹات مار دی۔ [طبقات ناصری اردو ص ۱۹۰]
- [۲] اس کی تفصیل سورہ بقرہ آیت ۲۵۹ میں موجود ہے۔ تقابیر میں ہے کہ سورس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا۔ سب سے پہلے زندگی انھوں میں آئی۔ پھر

آپ کے سامنے آپ کا پورا وجود باہیات ہوا۔ پھر آپ کے گدھے کو جو رکھ گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے زندہ فرمایا، تب آپ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین آتھیں حاصل ہوا۔ پھر آپ اپنے گوہر پر نوار ہو کر اپنے نکلے میں تشریف لائے۔ سر القدس اور رئیس مبارک کے بال سفید تھے۔ عمروی پائیس سال کی تھی۔ کوئی آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ انداز سے اپنے مکان پر پہنچے۔ ایک ضعیف بوھیالی جس کے پاؤں رہ گئے تھے وہ دانا ہو گئی تھی۔ وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عزیر کا مکان ہے؟ اس نے کہا ہاں اور عزیر کہاں؟ انہیں مفقود ہوئے سو برس گذر گئے۔ یہ کہہ کر خوب روئی۔ آپ نے فرمایا: میں عزیر ہوں۔ اس نے کہا: سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا۔ اس نے کہا: حضرت عزیر سبحان العلوکات تھے، جو دعا کرتے، قبول ہوتی۔ آپ دعا کیجئے کہ میں دنا ہو جاؤں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں۔ آپ نے دعا فرمائی، وہ دنا ہو گئی۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ خدا کے حکم سے، یہ فرماتے ہی اس کے مارے ہوئے پاؤں درست ہو گئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پچھانا اور کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بے شک حضرت عزیر ہیں۔ وہ آپ کو بنی اسرائیل کے محلے میں لے گئی۔ وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے، جن کی عمر ایک ماٹھا رہ سال ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بڑھے ہو چکے تھے۔ یوحنا نے مجلس میں پکارا کہ یہ حضرت عزیر تشریف لے آئے۔ اہل مجلس نے اس کو جھٹلایا۔ اس نے کہا: مجھے دیکھو۔ آپ کی دعا سے میری یہ حالت ہو گئی۔ لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے۔ آپ کے فرزند نے کہا کہ میرے والد صاحب کے شاؤں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک بلال تھا۔ ہم مبارک کھول کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا۔ اس زمانے میں تورات کا کوئی نسخہ نہ رہا تھا، کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام تورات حفظ پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بخت نعر کی تمام نگیزوں کے بعد گرفتاری کے زمانے میں میرے دادا نے تورات ایک جگہ دفن کر دی تھی۔ اس کا پتہ مجھے

معلوم ہے۔ اس پر حجاز کے تورات کا وہ فون نسخہ نکالا گیا اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنی یاد سے جو تورات کھائی تھی، اس سے مقابلہ کیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا! تفسیر محل بخراؤن العرقان ص ۷۰

[۳] ارشاد ربانی ہے: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَالُوا لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ سِرَّهُمْ كَمَا نَعْلَمُ لَأَكْبَرُنَّهُمْ سِرًّا وَآيَاتِهِمْ بَشِيرًا وَمُنْذِرًا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [التوبہ: ۳۰] اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ باتیں وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں۔ اگلے کافروں کی کی بات، ناساتے ہیں اللہ انہیں مارے۔ کہاں اور کسے جانتے ہیں [کنز الایمان]

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس بن یثیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی جانب منسوب ہیں ورنہ آپ کے والد ماجد لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ [۱] اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز کیا اور شہر نیونی کی جانب دعوت اسلام کے لئے بھیجا۔ شہر کے باشندوں نے آپ کی تکذیب کی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آگ سے بھرنا بادل بھیجا۔ جب اس بادل سے آگ برسنے کا وقت آیا تو حضرت یونس علیہ السلام ان کے درمیان سے نکل کر باہر تشریف لے گئے۔ خدا کا عذاب دیکھ کر شہر نیونی کے باشندے حضرت یونس کو ڈھونڈنے لگے تاکہ آپ کے دست مبارک پر ایمان لائیں۔ جب یہ حضرت کو نہ پا سکے تو کہنے لگے کہ اگر حضرت یونس غائب ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں یہاں حاضر کرے تاکہ ہم ایمان لائیں۔ اپنے شرک مذہب سے انہوں نے منہ موڑا اور توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان سے عذاب دور کر دیا [۲] اس غیر عارضی کے سبب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس پر عتاب فرمایا یہاں تک کہ ایک مرتبہ دریائی سفر میں حضرت کی کشتی سمندر میں بڑھ گئی، لوگوں نے دریا میں کسی کو ڈالنے کے لئے قرعہ اندازی کی، اتفاق سے تینوں مرتبہ حضرت یونس کا نام نکلا۔ اس اٹا کو دیکھ کر حضرت یونس سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا ہے۔ آپ نے خود کو دریا میں ڈال دیا، ایک مچھلی آپ کو نگل گئی۔ چالیس دن تک آپ مچھلی کے پیٹ میں تین تارکیوں کے اندر رہے۔ رات کی تاریکی، پانی کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی [۳] مچھلی کے پیٹ میں ہی آپ نے توبہ و استغفار کیا اور بارگاہ خداوندی میں

عرض کی: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ [الانبیاء: ۸۷]
کوئی موجود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو۔ بے شک مجھ سے بے جا ہوا [کنز الایمان]

اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور مچھلی کے پیٹ سے آپ کو باہر نکالا۔ کمزوری اور ضعف کی وجہ سے مزید چالیس دن آپ دریا کے کنارے ٹھہرے رہے۔ ہرنی آئی اور آپ کو اپنا دودھ پلا جانی اور درخت آپ کو کچھدہ کرتا، جس کے سائے میں آپ کو راحت ملتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے جسم میں طاقت آگئی۔ [۳] جو بڑھ موسیٰ کی مصیبت میں اس دعا کو پڑھ کر رب تبارک تعالیٰ سے دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔ ارشاد باری ہے:
فَسَادَىٰ فِيهَا الضَّلَالَتُ ۗ أَلَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْعَمِّ ۖ وَمَكَرْنَا لَكَ تُجُجِي الْعُوزِيِّينَ۔

[الانبیاء: ۸۷-۸۸]
تو اے میریوں میں پکارا کوئی مجھ کو سوا تیرے۔ پاکی ہے تجھ کو۔ بے شک مجھ سے بے جا ہوا تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور اسکی ہی نجات دہیں گے مسلمانوں کو [کنز الایمان] [۵]
حضرت یونس اپنی قوم کے درمیان تشریف لائے تو م نے آپ کی پڑائی کی۔ آپ ایک مدت تک ان کے درمیان رہے۔ وفات کے بعد کوئی حدوس میں دفن ہوئے۔

حواشی

[۱] طبقات ص ۱۱۱ کے مصنف لکھتے ہیں:
یونس علیہ السلام بن مالک مٹی ایٹھا، کی اولاد تھے۔ تو رات کی روایت کے مطابق وہ بیہودا کے فرزندوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلیمان علیہ السلام کے بعد اہل

نبیوں کی طرف بھیجا [طبقات ص ۱۱۱] ص ۱۱۱
[۲] ارشاد باری ہے:

تو ہوئی ہوئی نہ کوئی ہستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا، ہاں یونس کی قوم۔ جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں بنا دیا اور ایک وقت تک انہیں برستے دیا۔ [یونس: ۹۸] [کنز الایمان]
قوم یونس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام موصول میں یہ لوگ رہتے تھے اور کفر و شرک میں جتا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے بت برتی چھوڑنے اور ایمان لائے ان کو حکم دیا، ان لوگوں نے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب کی۔ آپ نے انہیں حکم الہی نزول عذاب کی خبر دی۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی بات نکل نہیں کہی ہے۔ دیکھا اگر وہ رات کو یہاں رہتے، جب تو کوئی اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گذاری تو کبھی لہنا چاہئے کہ عذاب آئے گا۔ شب میں حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے۔ صبح کو آج عذاب نمودار ہو گئے۔ آسمان پر سیاہ ہجیت ناک ابر آیا اور دھواں نکلنے لگا۔ تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر انہیں یقین ہوا کہ عذاب آنے والا ہے تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی جستجو کی اور آپ کو نہ پایا۔ سب انہیں اور زیادہ اندیشہ ہوا تو وہ اپنی جوتوں، بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کو نکل گئے۔ موسم نے کپڑے پینے اور توبہ و سلام کا اظہار کیا۔ خوب سے بی بی اور ماں سے سنبھلے ہوئے اور سب نے بارگاہ الہی میں گرہ و زاری شروع کی اور کہا کہ جو یونس علیہ السلام لائے، اس پر ہم ایمان لائے اور توبہ صادقہ کی، جو مظالم ان سے ہوئے تھے، ان کو دفع کیا۔ پرانے مال واپس کئے حتیٰ کہ اگر ایک چمچ دوسرے کا کسی کی بنیادیں لگ گیا تھا تو بنیاد اکھاڑ کر پتھر نکال دیا اور واپس کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے اٹھائیں کے ساتھ مغفرت کی دعا میں کہیں۔ پورے عالم نے ان پر رحم کیا۔ دعا قبول فرمائی عذاب اٹھا دیا گیا۔
یہاں یہ سوال پیدا ہے کہ جب نزول عذاب کے بعد فرعون کا ایمان اور اس کی

توبہ قبول نہ ہوئی تو قوم یونس کی توبہ قبول فرمانے اور عذاب اٹھانے میں کیا حکمت ہے؟
ملائے اس کے کئی جواب دیئے ہیں ایک تو یہ کہ تم خاص تھا قوم حضرت یونس کے ساتھ دوسرا جو اب یہ ہے کہ فرعون عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد ایمان لایا۔ جب امید زندگانی ہی باقی نہ رہی اور قوم یونس علیہ السلام سے جب عذاب قریب ہوا تو وہ اس میں مبتلا ہونے سے پہلے ایمان لے آئے اور اللہ قلوب جانے والا ہے۔ اخلاص مندوں کے صدق و اخلاص کا اس کو علم ہے۔
خزائن العرفان تفسیر کنز الایمان ص ۳۵۱

یہ نبیوں ہی تھا جو ایک زمانے میں موت و شوکت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اہل نبیوں نے ایک مدت گذر جانے کے بعد پھر کراہی اختیار کر لی اور نبیوں کی تاج ہو گیا۔ چنانچہ ایک طرف سے اہل باہل نے نبیوں پر حملہ کر دیا، دوسری طرف دریا کی طغیانی نے شہر کی دیوار میں جگہ جگہ سے توڑ ڈالی۔ یہ چاہی ایسی کسی کہ ۲۰۰۰ م میں نبیوں کا نشان تک باقی نہیں رہا تھا۔ مصنف نے نمیک فرمایا کہ نبیوں وہیں آ پادھا، جہاں بعد میں موصول آباد ہوا۔ نبیوں کے تمام گنڈر موصول [عراق] کے آس پاس ہی سے برآمد کئے گئے ہیں۔ [طبقات ص ۱۱۱] ص ۱۱۱

[۳] سورہ صافات میں یہ واقعہ تبارک تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:
”اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے، جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا تو قرعہ ڈالا تو دیکھتے ہوؤں میں ہوا پھر اسے مچھلی نے نگل لیا۔ اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ توبہ کرنے والا نہ ہوتا، ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بتا رہا اور ہم نے اس پر کدو کا بیج ڈالا اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ تو وہ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا [القصص: ۱۳۹-۱۴۸]

خزائن العرفان میں ہے: حضرت ابن عباس اور جب کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اس میں تاخیر ہوئی تو آپ ان سے

"بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی جس کے بلا دہش طاعون ہوا تو وہ موت کے ڈر سے اپنی استیساں چھوڑ بھاگے اور جنگل میں جا پڑے۔ حکم الہی سب وہیں مر گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خزعل علیہ السلام کی دعا سے انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ مدتوں زندہ رہے۔ [خزانة العرفان - ص ۱۶۳]

تذکرۃ الانبیاء کے مولف نے اس ذیل کی روایات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے جسے من و عن چش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے اپنی قوم کو جہاد کرنے کے لیے کہا تو گھروں سے باہر نکل کر وہ کہنے لگے: ہم تو اس زمین میں نہیں جا سکتے جہاں تم ہمیں لے جانا چاہتے ہو کیونکہ وہاں وہاں پھیلی ہوئی ہے۔ جب وہاں (طاعون) وہاں سے زائل ہو جانے کی تو پھر ہم جا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام پر جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، اپنے علاقہ میں ہی شہر سے باہر موت کو مسلط کر دیا۔ وہ آٹھ دن تک اسی حال میں رہے، یہاں تک کہ ان کے جسم پھول گئے۔ دوسرے علاقہ کے بنی اسرائیل کو جب ان کی موت کا علم ہوا تو وہ ان کو دفن کرنے کے لیے آئے لیکن ان کی ہر ایک جگہ سے وہ نہیں دفن کرنے سے عاجز آ گئے، اس لیے انہوں نے ان کے ارد گرد ایک دیوار بنوائی۔

ایک اور روایت میں اس طرح ذکر ہے کہ حضرت خزعل علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت چھادی لیکن انہوں نے بڑی کاملاً پروہ اور جہاد میں شرکت کو ناپسند سمجھا تو اللہ نے ان پر موت کو مسلط کر دیا۔ جب ان میں سے کثرت سے موتیں واقع ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے شہروں سے موت کے ڈر کی وجہ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں وہ شہروں سے باہر نکلتے تھے کہ حضرت خزعل علیہ السلام نے دعا کی:

اللَّهُمَّ اَلِهْ بِعَقُوبِ وَالِهْ مَوْسَىٰ تَرِيْنٌ مَّعْصِيَةَ عِبَادِكَ فَارْهَمْ اِيَةَ الْفَسْهَمِ تَلْتَلِمُ عَلٰى نَفَاذِ قَدْرِتِكَ وَانْتِهَمِ لَا يَحْرُجُوْنَ عَنْ قَبِيضَتِكَ فَارْسَلِ اللّٰهَ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ۔

"اللہ تعالیٰ! اسے بے خوف علیہ السلام کے خدا تو اپنے بندوں کی نافرمانی دیکھ رہا ہے، تو انہیں اپنی کوئی نشانی دکھا جس سے انہیں تیری قدرت کا پتہ چل جائے کہ وہ تیرے قبضہ قدرت سے نہیں نکل سکتے تو آپ کی اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم پر موت مسلط کر دی، وہ ہزاروں کی تعداد میں شہر سے نکلتے ہی تھے کہ مر گئے۔

حضرت خزعل علیہ السلام نے جب ہزاروں کی تعداد میں اپنی قوم کے افراد کو مراد ہوا دیکھا تو آپ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ خیال ہوا کہ یہ دوبارہ زندہ ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اسے خزعلی قوم پڑھیں کہ وہ اسے پڑھیں انہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم تم کو جہاد سے روکنا چاہو، آپ کے کہنے پر وہ تمام پڑیاں ایک دوسرے سے مل گئیں اور جھوسوں کے ڈھانچے عمل ہو گئے لیکن ابھی تک ان میں گوشت اور خون نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اب تم یہ کہو اسے جسو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے گوشت کا پاس بکھو۔ ان طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی، اب تم کہو اسے جسو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اب اٹھو کہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پھر سے زندہ کر دیا۔ جب وہ زندہ ہو کر اٹھے تو کہہ رہے تھے: سبحانک اللہم ربنا وبحمدک لا الہ الا انت۔

زندہ ہونے کے بعد بھی ان پر اثرات موت باقی رہے۔ یہاں تک کہ جس طرح موت کے وقت ان کا رنگ زرد ہوا تھا، اسی طرح زردی رہا اور ان کے مرنے کی وجہ سے جوان کے جسوں میں بد بو پیدا ہوئی تھی، وہ وہاں کے پیدا ہونے کے بعد بھی باقی رہی بلکہ آج ان کی اواد میں بھی بد بو پائی جاتی ہے۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۲۳۹، ۲۴۰]

حضرت زکریا علیہ السلام و حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام، بر خیا بن الیسار کے صاحبزادے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ مسجد بیت المقدس کی مجاوری کرتے۔ حضرت مریم کے والد عمران، حضرت زکریا کے چچا زاد بھائی تھے۔ یہ بھی بیت المقدس کی مسجد کی مجاوری کرتے۔ ان کی بیگمات آئیں میں نہیں تھیں۔ حضرت عمران [۱] کے صاحبزادگان بہت تھے۔ حضرت زکریا کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت عمران کی اہلیہ نے زکریا سے پوری میں بیت المقدس کی کتب جو بیٹا پیدا ہوگا اسے مسجد بیت المقدس کی مجاوری کے لئے وقف کر دوں گی۔ اتفاق سے اس بار حضرت مریم تولد ہوئیں۔ چونکہ لڑکی کو مسجد کا مجاور نہیں بنایا جاسکتا، اس لئے حضرت عمران جتنکر ہو گئے کہ منت کیے پوری ہو۔ حضرت زکریا پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو مسجد کی مجاوری کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت زکریا نے بیٹے کی طرح حضرت مریم کی پرورش اور نگہداشت کی [۲] جب بارہ سال بیت گئے تو حضرت زکریا نے رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں فرزند کے لئے دعا کی۔ آپ کی دعا مقبول ہوئی اور بڑریدہی آپ کو ایک فرزند کی بشارت دی گئی۔ آپ نے عرض کی: میری اہلیہ بوڑھی ہے، حکم ہوا! ہاں اسی اہلیہ سے بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی نشانی یہ ہوگی کہ حضرت زکریا کی زبان تین دن تک بند رہے گی۔ [۳] تو مینے کے بعد حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔

حضرت مریم جب تیرہ سال کی ہوئیں تو مینے کی چچھیوں میں تاریخ کو پیش کے غسل سے فراغت حاصل کی۔ حضرت جبرئیل امین یوسف مجاوری کی صورت میں ان کے

ساتنے حاضر ہوئے جو حضرت مریم کا وکیل تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی۔ ایک روایت کے مطابق تو مینے بعد اور ایک روایت کے مطابق تو ساعت کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل نے حضرت مریم کو ملامت کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گویائی عطا کی۔ آپ نے شہادت ایزدی کے مطابق اللہ جل شانہ کے مشوہ ہونے اور خود اس کا بندہ ہونے کی گواہی دی۔ اپنی والدہ حضرت مریم کی پاکدامنی کی شہادت دی، اپنی بیٹیگری کا اعلان فرمایا اور حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت دی۔ بنی اسرائیل نے حضرت زکریا علیہ السلام کی شان میں زبان درازی شروع کر دی اور انہیں حضرت مریم کے ساتھ تہم کیا۔ [۴]

بیت المقدس کے بادشاہ نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت زکریا فوراً دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔ قوم آپ کے تعاقب میں نکلی۔ حضرت زکریا پریشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت زکریا کو اپنے اندر سٹالے۔ قوم بھی اس جگہ پہنچ گئی لیکن حضرت زکریا کا کوئی سراغ نہ پا سکی۔ شیطان لعین نے انہیں بتایا کہ حضرت زکریا قتل اور درخت کے اندر ہیں۔ بنی اسرائیل نے اس درخت کو پارہ پارہ کر دیا۔ حضرت زکریا وہیں شہید ہو گئے۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ تئیسہری عطا فرمائی۔ [۵] آپ نے قوم کو دین موسوی کی دعوت دی، یہاں تک کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے دین کی دعوت کا آغاز کیا تو حضرت یحییٰ آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے۔ اور جب حضرت یحییٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دین موسوی کی تبلیغ و اشاعت فرمائی۔ [۶] بیت المقدس کا بادشاہ آپ سے بہت مانوس تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے اپنی بیٹی سے شادی کرنا چاہی لیکن حضرت نے منع فرمایا اور اس کی اجازت نہیں دی۔ بادشاہ نے اس لڑکی کے معاملے کی وجہ سے حضرت یحییٰ کو شہید کر دیا اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ حضرت یحییٰ کا خون دن رات بہتا رہا۔

پھر یہ بات لوگوں کے درمیان پھیل گئی۔ علمائے کبار جب تک آپ کے قاتلین کا خون نہ بہنے لگے، یہ خون نہیں رکھے گا۔ یہ بات کوئین گورڈافانی تک پہنچ گئی۔ اس نے فوراً لشکر لے کر بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد مار ڈالے۔ پھر بھی خون بہنا نہیں تھا۔ جب حضرت کے قاتلین بادشاہ اور اس کی بیوی کو قتل کیا گیا تب جا کر حضرت کے خون کا پیمانہ ڈرا کر اور گورڈافانی لوٹ گیا۔ [۷]

حواشی

- [۱] عمران دو ہیں۔ ایک عمران بن عسیر بن قاسم بن لاوی بن یعقوب۔ یہ تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد ہیں۔ دوسرے عمران بن ماثان ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کے والد ہیں۔ دونوں عمرانوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے۔ یہاں دوسرے عمران مراد ہیں۔ ان کی بی بی صاحبہ کا نام حضرت خدیجہ بنت جحش ہے۔ یہ حضرت مریم کی والدہ ہیں۔ [خرائن العرفان ص ۸۶]
- [۲] حضرات مفسرین نے اس کا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت زکریا اور عمران دونوں ہم زلف تھے۔ فاقوذا کی ہنر ایشاع جو حضرت یحییٰ کی والدہ ہیں، وہ حضرت زکریا کی اہلیہ تھیں اور ان کی بہن جو فاقوذا کی دوسری دختر اور حضرت مریم کی والدہ ہیں، وہ عمران کی اہلیہ تھیں۔ [اس طور سے حضرت مریم اور حضرت یحییٰ خالہ زاد بھائی بہن ہیں۔] یہودیوں کے قائل ہیں لیکن حضرت امام رازی صاحب تفسیر کبیر اور شیخ ابن تیمیہ امام بخاری کا قول ہے کہ حضرت زکریا کی زوجہ حضرت مریم کی بہن تھیں۔ [تذکرۃ الانبیاء ص ۳۳۸]
- ایک زمانے تک حضرت خدیجہ اور ان کے بیٹے کو ایک ہی گھر میں رکھا گیا اور مایوسی ہوئی۔ یہ صحابین کا خاندان تھا اور یہ سب لوگ اللہ کے مقبول بندے تھے۔ ایک روز حضرت نے ایک درخت کے سامنے میں ایک چڑیا کھسی جو اپنے بیٹے کو بھرا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ کے

دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور باگاہی میں دعا کی کہ یا رب اگر تو مجھے بچے دے تو اس کو میں بیت المقدس کا خادم بناؤں اور اس خدمت کے لئے اسے حاضر کروں۔ جب وہ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے یہ زمانہ ان کی توان کے شوہر نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ اگر لڑکی ہوگی تو وہ اس قابل کہاں ہے۔ اس زمانے میں لڑکوں کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عواض نسائی اور نازنہ کرورہوں اور مردوں کے ساتھ شہرہ شکنی کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ اس لئے ان حضرات کو شہرہ شکنی سے روکا گیا اور وہ حضرت خدیجہ سے قبل عمران کا انتقال ہو گیا۔

حضرت نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا۔ یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں خلیفہ [پاسانوں] کا۔ چونکہ حضرت مریم ان کے امام اور ان کے صاحب قربان کی دختر تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہل علم کا خاندان تھا، اس لئے ان سب نے جن کی تعداد ستائیس تھی، حضرت مریم کو لینے اور ان کی کفالت کرنے کی رغبت ظاہر کی۔ حضرت زکریا نے فرمایا: میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ کیونکہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں۔ معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے۔ قرعہ حضرت زکریا کے نام پر ہی نکلا۔ حضرت مریم ایک دن میں اتنا بوجھتی تھیں جتنا اور بیٹے ایک سال میں۔ حضرت مریم نے کسی عورت کا دودھ نہ دیا بلکہ آپ کے لئے جنت سے بے موسم کے میوے آئے۔ آپ نے بھی پالنے میں رستے ہوئے گفتگو کا شروع کر دیا تھا۔ بے موسم کے پھل دیکھ کر ہی حضرت زکریا کو بے پروا دل کی طلب کا حوصلہ پیدا ہوا۔ بارگاہ ایزدی میں دعا کی تو حضرت یحییٰ مہلکا ہوئے۔ جب کہ عمر مبارک ایک سو تیس سال ہو چکی تھی۔ [خرائن العرفان ص ۸۶-۸۷]

[۳] سورہ مریم کی ابتدائی آیات میں اس کا تذکرہ ہے۔ یہ حواہی میں صاحب اولاد ہونے کی نشانی ہے بتائی گئی کہ آپ تین دن کلام نہ کر سکیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ لیکن جب ذکر الہی کرنا چاہتے تو زبان القدس کھل جاتی۔ [خرائن ص ۳۸۹]

[۳] عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے گلہ کن سے پیدا فرمایا اور ان پر سب سے پہلے ایمان لائے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ کی والدہ نے کہا: اے مریم! تجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بیچے کو کچھ کرے گا؟ [خرائن العرفان ص ۸۸]

[۵] حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سال کی عمر میں یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ حضرت یحییٰ سے پہلے اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا ہے۔ [زبدۃ القاری ص ۶۹/۷۰]

[۶] حضرت یحییٰ نے صحراؤں اور دشوار گزار پہاڑوں میں جایا کر لوگوں کو پیغام حق سنایا اور انہیں گناہوں سے تائب ہونے کی ترغیب دی، یہ شہر لوگ آپ کی تبلیغ کی برکت سے راہ حق پر آگئے۔ فسق و فجور کی زندگی کو ترک کر کے انہوں نے زہد و تقویٰ کا پیمانہ بنایا، قوم کے ہر طبقہ کو آپ نے ان کی کوتاہیوں اور خامیوں پر مشورہ کیا، علمائے بنی اسرائیل جو دنیا کی محبت میں اس قدر روایت ہو گئے تھے کہ ان کا کام الہی کی تریف میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے، انہیں بڑی سختی سے تنبیہ اور بڑے درشت لہجہ میں انہیں فرمایا:

اے صاحب کے بچو! تم کو کس نے بتا دیا ہے کہ آئے والے غضب سے بھاگو، پس تو یہ کہ موافق تسل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہام تمہارا باپ ہے کیوں کہ تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان چتروں سے ابراہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ اور اب درختوں کی بڑے پکھڑا ڈال رکھا ہوا ہے، جس جو درخت اچھا چل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ [متی باب ۲۰، آیت ۱۰ تا ۱۲]

آپ کی دعوت کا صلہ تمام تکبیر و تہلیل تھا بلکہ شاہی دربار بھی آپ کے نعرہ حق سے گز رہا تھا۔ بادشاہ وقت ہیرودیس نے اپنے بھائی قلیپ کی منگولہ بیوی ہیرودیاں کو اپنے گھر میں ڈال رکھا تھا۔ آپ نے اس کو بر ملا چاکر کہا: اپنے بھائی کی بیوی کو رکھنا تجھ کو روا (جاننا) نہیں۔ انجیل مرقس کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

جس ہیرودیاں اس سے دشمنی رکھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے قتل کرانے مگر نہ ہو سکا، کیونکہ ہیرودیاں چاہتا تھا کہ اسے بازا اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے

پہانے رکھتا تھا اور اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہو جاتا تھا مگر سنا خوشی سے تھا۔ اور ایک موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنی سالگرہ میں امیروں اور فریضہ داروں اور رکنوں کی ضیافت کی اور اس امیروں ہیرودیاں کی بیٹی اندر آئی اور تاج کرہیں اور اس کے ہمراہوں کو خوش کیا۔ تو بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے مانگے، مانگے تجھے دوں گا اور اس سے قسم کھائی جو تو مجھ سے مانگے گی اپنی آہی سلطنت تک تجھے دوں گا اور اس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں۔ اس نے کہا جو چاہے دینے والے کا سر۔ دوئی الطور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی، میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا چھوڑ دینے والے کا سر ایک تھال میں بھیجے مگر وہاں سے بادشاہ بہت متحکم ہوا اور بی عملوں اور ہمتوں کے سب سے انکار نہ کرنا چاہا۔ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سفیر کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے۔ اس نے چاکر قید خانہ میں اس کا سر کاٹا اور ایک تھال میں ڈال کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا مرقس باب ۶ آیت ۲۸ تا ۲۹

اس طرح یحییٰ علیہ السلام نے اپنا سر کٹا کر اپنے رب کے اس فرمان 'یسا ہی' خدا لکھا بقولہ "کی قیل کا حق ادا کیا۔" [ضیاء القرآن ص ۷۰/۳]

جب حضرت یحییٰ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے شہر سے باہر جانے کا رخ کیا۔ بادشاہ نے اسی کا مشورہ دیا کہ کہنے پر آپ کو پکڑنے کے لئے بھی اپنے سپاہیوں کو بھیجا۔ آپ نے اپنی جان بچانے کے لئے خود کو ایک درخت کے تنے میں پھینکا لیا جو اندر سے خالی تھا تو ان لوگوں نے درخت کو اوپر سے نیچے آ رہے کاٹ دیا۔ [تذکرۃ الانبیاء ص ۳۵۰]

[۷] طبعات، صحری میں مولانا ابومرہ و شہناج الدین عثمان معروف بہ شہناج سرائی [م ۶۵۹] رقم طراز ہیں:

اس زمانے کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی جو بیوی حسین و جمیل تھی۔ بادشاہ کی بیوی بڑھی ہو چکی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ اپنی بیٹی کی شادی بادشاہ سے کر دے۔ حضرت یحییٰ اس سے روکتے تھے۔ اس بیوی نے بیٹی کو بناؤ سنگھار سے آراستہ کیا۔ بادشاہ کو شراب پلا کر مست

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اول ایمان لائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے یہ پڑھا اور سن رکھا تھا کہ آپ ان کے دین کو مشرک کریں گے۔ جب آپ کا ظہور ہوا تو یہودی آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کی ایذا اور قتل کے ورپے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا کمر نہیں پلوت دیا اور جو قتل کرنے آیا تھا اسے حضرت عیسیٰ کی شکل دیدی پھر وہ شہید میں مارا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

بِذَٰلِكَ اللَّهُ يُخَيِّسُ لِقَوْمٍ مُّسَوِّفَاتٍ وَمَا تَشَاءُ لَهُمْ وَيَأْتِيهِمْ فِيهِمْ لِقَائِهِمْ عَسْفُورًا [آل عمران: ۵۵] یا کر وہ جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے کافروں سے پاک کروں گا [سورۃ المائد: ۱۱۰] اور میری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا تَشَاءُ لَهُمْ وَمَا تَشَاءُ لَهُمْ وَيَأْتِيهِمْ فِيهِمْ لِقَائِهِمْ عَسْفُورًا [آل عمران: ۵۵] یا کر وہ جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے کافروں سے پاک کروں گا [سورۃ المائد: ۱۱۰] اور میری جگہ ارشاد ہے:

حضرت شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ میری امت پر خلف ہو کر نازل ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے، خنازیر کو قتل کریں گے، چالیس سال رہیں گے، نکاح فرمائیں گے، اولاد دہوی پھر آپ کا وصال ہوگا۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے اول، ہمیں ہوں اور آخری عیسیٰ اور وسط میں میرے اہل بیت میں سے مہدی۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے منارہ شرقی پر نازل ہوں گے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ حجرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدغون ہوں گے۔ [بخاری المرقان: ص ۹۱]



حَاقِمُ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی کناکت میں سب سے افضل اور قبیلہ قریش کے اشراف اور رسا میں سے سے اعلیٰ اور نجیب الطرفین ہیں۔ واللہ ماجد کی جانب سے حضور ﷺ کا نسب نامہ یہ ہے:

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن كعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن اضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہاں تک حضور کے نسب نامے میں سیرت، تاریخ اور انساب کے سارے ماہرین کا اتفاق ہے۔ حضرت عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک اور حضرت اسماعیل سے حضرت آدم علیہم السلام تک بہت اختلاف ہے۔ لیکن سارے اصحاب سیرت و تاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم، حضرت نوح،

حضرت شیخ عظیم السلام حضور ﷺ کے اجداد کرام میں آتے ہیں۔ واللہ ماجدہ کی جانب سے حضور کا نسب نامہ یہ ہے:

محمد بن امة بنت زهب بن عبد مناف بن زہرہ بن كلاب النخـصـلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی بے شمار ہیں۔ [۱] ان میں سے تانے نام خاصے مشہور ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی توریت میں اسماء محمک اور قبال ہے اور انجیل میں حامد اور ایک روایت کے مطابق فارقلیط ہے۔ اور آسمان میں آپ کا اسم گرامی احمد اور محمود ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سلسلے میں سبھی علما اور اصحاب سیرت کا اتفاق ہے کہ حج صادق نمودار ہونے کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے ہوئی۔ دوشنبہ کا دن تھا۔ لیکن سال، مہینہ اور تاریخ کے تعین میں اختلاف ہے۔ عام سیرت نگار اور مؤرخین کا موقف یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعہ میل کے چھبیس دن یا چالیس دن بعد رواق آرائے بزم کائنات ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضور کی ولادت مبارکہ اور واقعہ میل دونوں ایک دن واقع ہوئے۔ ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ حضور کی ولادت مبارکہ واقعہ میل کے تیس سال بعد ہوئی اور طبقہ کا گمان یہ ہے کہ واقعہ میل کے چالیس سال بعد ولادت مبارکہ ہوئی۔ قول اول صحیح ہے۔

مہینے کے سلسلے میں جمہور علما کا قول یہ ہے کہ سرور کائنات خیر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ ایک طبقے کا یہ خیال ہے کہ رمضان المبارک میں ہوئی۔ شبہ و قول یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ ۲ ربیع الاول اور ۸ ربیع الاول کی روایات بھی آئی ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ماہ ربیع الاول کا پہلا دوشنبہ جس تاریخ کو پڑا تھا، اسی تاریخ کو ولادت مبارکہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حضور نو شیرواں کے مہد میں پیدا ہوئے جب کہ نو شیرواں کو حکومت کرتے ہوئے چالیس سال گذر چکے تھے۔ صاحب جامع الاصول کے بیان کے مطابق حضور

کی ولادت مبارکہ کے وقت اسکندر رومی کی وفات کو آٹھ سو پچتر اسی سال گذر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضور کی ولادت مبارکہ تک چھ سو سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ [۲]

نزول وحی کی ابتدا اکثر محدثین کرام اور اصحاب سیرت کے قول کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ ۳ یا ۸ ربیع الاول دوشنبہ کو شروع ہوا۔ حضور کی عمر مبارکہ اس وقت آٹھ یا نیس سال تھی۔ لیکن بیشتر ائمہ سیرت و تاریخ کے نزدیک وحی کے نزول کی ابتداء رمضان المبارک میں ہوئی۔ بعض متأخر محدثین فرماتے ہیں کہ حضور پر خواب میں نزول وحی کا سلسلہ رمضان میں شروع ہوا اور عالم بیداری میں ربیع الاول شریف میں شروع ہوا۔

معجزات: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے شمار معجزات صادر ہوئے جیسے قرآن حکیم کا نزول، چاند کا شبن ہونا، اہل یمامہ کے نوزائیدہ بچے کا گفتگو کرنا، چرنی کا آپ سے ہمکلام ہونا، مومناں کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا، منگیزوں کا حضور کے دست مبارک میں سچ پڑھنا، حضور کی بارگاہ میں گھجور کے درخت اور شاخ کا چل کر حاضر ہونا، سرکار کی طلب پر پتھر کا پانی کے اوپر رواں ہونا، آپ کے دست مبارک سے مس ہوئی چیزوں پر آگ کا اثر نہ کرنا، آپ کی مقدس انگلیوں سے پانی جاری ہونا، اونٹ کی گویاں سے گھجور کا درخت آگنا اور فوا چل دینا، زہر آلود مٹی ہوئی بکری کا کلام کرنا وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ آپ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز ہے۔ محققین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین ہزار معجزات ظہور میں آئے۔ آپ کے سوا کسی پیغمبر سے اس کثرت کے ساتھ معجزات صادر نہ ہوئے۔

مہجرہ: مہجران اکثر عطا کے نزدیک نبوت کے بارہویں سال ماہ ربیع الاول میں رونما ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبوت کے گیارہویں سال شوال المنکزم میں حضور کو مہجران عطا ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ۱۲ ہجرت کو مہجران مصطفیٰ علیہ وآلہ وسلم عطا ہوئی۔

نبی قول مشہور ہے۔ ایک روایت ہے کہ ۲۸ ربیع الآخر کو ہوئی۔ بعض کے نزدیک ۷۸ رمضان المبارک بھٹ کے بارہویں سال ہوئی۔ ایک طبقہ اس کا قائل ہے کہ بھٹ کے پانچویں سال ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جس رات معراج ہوئی وہ دوشنبہ کی شب تھی۔ [۳] سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ۲۷ رمضان کی شب یاربیع الاول کی چاند رات میں حجرت فرمائی۔ بھٹ کا تیرواں یا پندرہواں سال تھا۔ اکثر مورخین سیرت اس بات کے قائل ہیں کہ حضور دوشنبہ کو مکہ معظمہ سے باہر تشریف لے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حجرت تھی۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضور کا نافرور سے نکل کر مدینہ منورہ کی جانب رخ کرنا دوشنبہ کو ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ البتہ اس پر سارے اصحاب سیرت کا اتفاق ہے کہ جس دن حضور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے، وہ دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ۔ تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض یکم ربیع الاول کہتے ہیں، بعض ۲ ربیع الاول اور بعض ۱۲ ربیع الاول اور بعض ۱۳ ربیع الاول کہتے ہیں۔ [۴]

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بارے میں جمہور ارباب سیرت کا قول یہ ہے کہ چاشت کا وقت تھا، بیچ کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور حجرت کا کیا ہوا اس سال جب حضور نے اس جہان فانی کا احوال کیا۔ بعض لوگوں کے نزدیک ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی، بدت کی رات اور آدھی رات یا فجر کا وقت تھا۔ ایک قول کے مطابق سفر کی تاریخ ۲۸ ربیع الثانی تھی۔ شیعوں کے نزدیک یہی تاریخ معتبر ہے۔ بعض کے نزدیک مشکل کا دن تھا، رحلت کا واقعہ مدینہ منورہ کے اندر حجرہ عائشہ میں پیش آیا۔ جس حجرہ عائشہ میں آپ کی رحلت ہوئی، وہ ہیں تدفین محل میں آئی۔ اس دن حضور کی عمر شریف تیرہ سال اور ایک روایت کے مطابق چھ سال تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور کی عمر شریف سال یا بائیس سال چھ مہینے تھی۔ بعض علمائے سارے اقوال کی توجیہ پیش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے قول کی بنیاد یہ ہے کہ ان لوگوں نے سال ولادت و وفات کو شمار نہیں کیا ہے۔ [۵] لہذا کہتے ہیں کہ حضور کی عمر

شریف ۲۳ سال ہے [دوسرے قول کی بنیاد یہ ہے کہ انہوں نے سال ولادت و وفات کو بھی شمار کیا ہے] اسی لئے ان کے نزدیک عمر مبارک ۶۵ سال ہے [جو لوگ عمر شریف ساٹھ سال کہتے ہیں انہوں نے وہاں کے علاوہ سال شمار نہیں کئے۔ چوتھے قول کی بنیاد وہ حدیث ہے کہ پیغمبر کی عمر اپنے سے پیش رو پیغمبر کی نصف ہوتی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی [اس لئے حضور کی عمر شریف ۶۲ سال چھ مہینے ہوئی] لیکن یہ حدیث ضعیف سے خالی نہیں ہے۔ [۵]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج تیرہ تھیں۔ پہلا عقد حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ ہوا۔ آپ کا شانہ رسول میں چوبیس سال رہیں۔ آپ کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔ جب تک آپ حیات میں حضور نے کسی اور سے عقد نہ فرمایا۔ دوسری اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابی اسید تیسری حضرت سوہدہ بنت زعمہ چوتھی حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ پنجمی حضرت عائشہ سے آپ نے مکہ معظمہ میں عقد فرمایا۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تب رخصتی ہوئی۔ پانچویں اہلیہ حضرت حفصہ بنت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ چھٹی حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان، ساتویں حضرت زینب بنت خزیمہ۔ آٹھویں حضرت میمونہ بنت حارث، نویں حضرت زینب بنت جحش۔ دسویں حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب۔ یہ جنگ خیبر میں قید ہوئیں، انہیں حضرت علی حضور کی خدمت میں لے کر آئے۔ گیارہویں اہلیہ ام شریکہ ہیں جنہوں نے خود سے اپنے آپ کو حضور کی نذر کر دیا۔ بارہویں جویریہ بنت حارث یعنی ماریہ قبطیہ۔ آپ کی کنیت تھیں۔ حضور نے آپ کو خرید کر آزاد فرمایا اور پھر اپنے عقد میں لے آئے۔ تیرہویں اہلیہ امامہ بنت نعمان ہیں اور ایک روایت کے مطابق ان کا اسم گرامی امامہ بنت نعمان ہے۔ سرکار نے آپ کو غلطی میں آنے سے پہلے ہی نکاح کے بندھن سے آزاد فرمایا۔ حضرت زینب اور زینب بنت خزیمہ کا وصال حضور کی حیات مبارک میں ہی ہو گیا۔ جب حضور کا وصال ہوا تو اور بھی ازواج مطہرات حیات تھیں۔ [۶]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ شاہزادے: ۱۔ حضرت قاسم، ۲۔ حضرت عبداللہ، ۳۔ حضرت طاہر، ۴۔ حضرت طیب، ۵۔ حضرت ابراہیم۔ اور پانچ شاہزادیاں: ۱۔ حضرت فاطمہ، ۲۔ حضرت زینب، ۳۔ حضرت امامہ، ۴۔ حضرت زکریہ، ۵۔ حضرت ام کلثوم تھیں۔ حضور کی ساری اولادیں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے گلن مبارک سے تھیں۔ صرف حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے گلن القدر سے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ کو قیصر روم نے بطور عقد حضور کا فرست میں بھیجا تھا۔ حضور کی نسل صرف فاطمہ زہراء خاتون بنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رواں ہوئی جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اہلیہ تھیں۔ [۷]

حواشی

[۱] حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمو یا نانا سے نام ذکر کے جتنے ہیں۔ دلائل الخیرات شریف میں دو دو ایک اسے مبارک کہتے ہیں۔ چواہر النعمان ص ۴۴، مدعیوسف بن اسماعیل نینائی قدس سرہ نے آٹھ سو سے زائد اس کے گرامی بیان کئے ہیں۔ ہر آٹھ شرا مشکوٰۃ میں حضور کے ایک چار مقدس اساذ کو بے اور عاشق ماہ رسالت (۱۱۱/۱) اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے چودہ سو سال سے مقدمہ بنایا پائے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمے پاک بھی بکثرت ہیں کہ اسماء سنی سے ثابت ہیں۔ آٹھ سو سے زائد ماہب و شرح مواہب [۳/۱۱۲-۱۵۱] میں ہیں اور فقیر نے تقریباً پانچ سو پانچ سو اور صراحتاً ممکن۔“ [فتاویٰ رضویہ جدیدہ، ۲۸/۳۶۳]

[۲] رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے سلسلے میں مال، مہینہ، دن اور تاریخ ہر ایک کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ لیکن معتد بہ نفل اور جمہور

کا موقف یہی ہے کہ حضور کی ولادت واقعہ نفل کے سال ہوئی۔ خود حدیث پاک میں ہے: **وُلِدْتُ عَامَ الْفَيْلِ**۔ میں واقعہ نفل کے سال پیدا ہوا۔ اور بیرونیع الاول کا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

”کیا مہینہ تھا؟ جب، صفر، ربیع الآخر، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور حج و شہرہ و قول جمہور ربیع الاول ہے۔“ [نقل الہلال بارخ و لا وجوب الوصال شمول فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۲۵] ولادت مبارک کے دن کے بارے میں قریب قریب اتفاق ہے کہ بیچ کا دن تھا۔ دارشاد رسالت آب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: **ذَلِكَ يَوْمَ وُلِدْتُ فِيهِ** میں اسی دن پیدا ہوا۔ رواہ مسلم ابن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تاریخ ولادت کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا؟ اس میں اقوال بہت مختلف ہیں۔ دوہ آٹھ، دس، بارہ، ستر، ہشتاد، یا بیس، سات قول ہیں مگر اشہرہ و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ میں مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں کمانی المصاحب والمدارج۔“ [فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۳/۳۶]

بارہ تاریخ کی تائید میں سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا عبداللہ بن عباس صحابیان رسول اور سیدنا ابی بکر، سعید بن مسیب اور امام المغازی حضرت محمد بن اسحاق کی روایات پیش نظر ہیں۔ حضرت امام ابن ابی شیبہ اپنے مفسرین میں فرماتے ہیں:

عن عثمان بن سعید بن میناء عن جابر وابن عباس انهما قالوا: ولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل يوم الاثنين الثاني عشر من شهر ربيع الاول وفيه بعثت وفيه عرج بنه الى السماء وفيه هاجر وفيه مات [الدر المنظم]

حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعہ نفل کے سال، بیچ کے دن ۱۲ ربیع الاول شریف کو دنیا میں تشریف لائے اور اسی دن آپ کو نبوت کی ذمہ داری عطا کی گئی، آپ معراج میں آسمانوں پر تشریف

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی کنیت ابوالمحسن اور ابو تراب تھی اور لقب مرتضیٰ اور اسد اللہ تھا۔ ام گرامی علی تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ حضرت کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بنت مخطومہ میں کا شانہ اقدس میں واقعہ۔

حضرت علی مرتضیٰ کی ولادت مبارکہ کہ مخطومہ میں کا شانہ اقدس میں واقعہ۔

قیس کے تیس سال بعد ۱۳ ہجری بروز جمعہ ہوئی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت مبارکہ خانہ کعبہ میں ہوئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت آپ کی عمر مبارک یکاڑہ یا تیرہ سال تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے۔ ۳۶ یا ۳۵ ہجری میں خلیفہ کاتب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد منبر خلافت کو روٹی بخشی۔ آپ کی مدت خلافت پانچ سال تین مہینہ یا چار سال نو مہینے تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ چار سال آٹھ مہینے نو دن تھی۔ حضرت کی شہادت پیر کی شب ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ ۴۰ھ میں ہوئی۔ بعض ۲۳ رمضان کہتے ہیں۔ آپ کی عمر شریف ۶۳ یا ۶۵ سال تھی۔ آپ کی انجمنی پر "امیر الملک اللہ" کنوہ تھا۔ کہتے ہیں کہ کن بھانہ تعالیٰ نے حضرت علی مرتضیٰ کی خاطر دو بار آفتاب کو مغرب سے لوٹایا۔ ایک مرتبہ حضور کی حیات مبارکہ میں، دوسری مرتبہ حضور کے وصال کے بعد۔ حضرت کی قبر اطہر نجف اشرف میں ہے۔

شاہد الیقین میں مذکور ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادگان حضرت حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت کر رکھی تھی کہ جب میری وفات ہو جائے تو مجھے چار پائی پر رکھ کر شہر سے باہر لے جائیں اور مغرب کی سمت اس جگہ پہنچائیں جسے اب نجف اشرف کہتے ہیں۔ وہاں ایک سفید پتھر ملے گا، وہیں مجھے دفن کریں۔ حضرت میر سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی قبر اطہر علیہ السلام میں اس جگہ موجود ہے جسے آستانہ امیر کہتے ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں یا شاہد الیقین بھی پیش کی ہیں کہ حضرت کی قبر اطہر علیہ السلام میں ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا: "میں مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو حضرت بارون کو حضرت موسیٰ بنیم السلام کے ساتھ حاصل تھی۔" ہاں امیر سے بعد کوئی نبی نہیں نکلا۔ ۵۶۳ھ یعنی تم میرے دست و بازو ہو جیسے حضرت بارون حضرت موسیٰ کے بعد نبوت سے سرفراز تھے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ حضرت بارون، حضرت موسیٰ کے بعد نبوت سے سرفراز ہوئے اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدیجہ کے دن ارشاد فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے، اس سے تو محبت فرما اور جو اس سے دشمنی رکھے، اسے تو مبغوض رکھ۔ [صواعق مرقومہ ترجمہ شریف، ۱۳۳/۲]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ ائمہ کے سارے سلسلے آپ پر پیشی دیتے ہیں۔

امیر المومنین مولیٰ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعتیں اولاد میں تھیں۔ بیس صاحبزادے اور بارہ صاحبزادیاں۔ حضرت امام حسن، امام حسین، امام حسن، حضرت محمد، حضرت عباس، اکبر، ابوبکر، عمر، اوسط، محمد، ابو سہل، جعفر، عثمان، اکبر، عون، یحییٰ، عمر، صفوان، صالح، عبد اللہ، عباس، جعفر، جعفر، عثمان، اکبر، جعفر، صفوان

صاحبزادگان میں شمار ہوتے ہیں اور زینب کبریٰ، زینب صفویٰ، رقیہ ام الحسن، زینب، رقیہ صفویٰ، ام ہانی، ام الکرام، جمانہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ صاحبزادیاں ہیں۔ [۱]

حضرت فاطمہ زہراء بنت خدیجہ الکبریٰ سے حضرت امام حسن، امام حسین، امام محمد، زینب کبریٰ، زینب صفویٰ تولد ہوئیں۔ خولہ بنت جعفر حنفیہ سے حضرت محمد پیدا ہوئے۔ عمرو رقیہ، صہبا، ام حبیبہ بنت ربیعہ ثعلبہ کے بطن سے جوڑواں پیدا ہوئے۔ حضرت عباس، جعفر، عثمان اور عبد اللہ، ام بنین بنت حرام کلابیہ سے تولد ہوئے۔ یہ چاروں حضرت امام عالی مقام حسین شہید کربلا کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ محمد اصفہر اور عباس اصفہر، علی بنت مسعود دارمی کے بطن سے تھے۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کی نسل پانچ صاحبزادگان سے جاری ہے: ۱- ابو محمد امام حسن مجتبیٰ ۲- ابو عبد اللہ امام حسین شہید کربلا ۳- ابو القاسم محمد شجاع بن حنفیہ ۴- ابو الفضل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۵- ابو الفضل امام محمد بن حنفیہ۔

حواشی

[۱] مسالک السالکین میں ہے:

آپ کی بی بیوں کی تعداد نو ۹ ہے اور علاوہ ان کے چند سربراہی تھیں۔ اور صاحبزادے پندرہ تھے: حسن، حسین، محمد اکبر، محمد اوسط، محمد اصفہر، عباس، عثمان، جعفر، عبد اللہ، عبد اللہ ثانی، ابوبکر، عمر، یحییٰ، عون۔ اور صاحبزادیاں سترہ تھیں: ام کلثوم، کبریٰ، زینب، رقیہ کبریٰ، رقیہ صفویٰ، ام الحسن، رملہ کبریٰ، رملہ صفویٰ، ام ہانی، ام کلثوم صفویٰ، میمونہ، فاطمہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، زینب۔ آپ کے صاحبزادوں سے صرف پانچ کی نسل باقی رہی: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عباس، حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صاحبزادوں سے صرف ایک صاحبزادی زینب بنت فاطمہ کی نسل موجود ہے جن کا نکاح حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا تھا۔ [۱۸۲/۱]

امیر المومنین امام ابو محمد حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ابو محمد حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب تھی اور سید ہے، ام گرامی حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم انجمن ہے۔ یہ بارہ ائمہ سادات میں سے دسویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ رمضان المبارک ۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا ام گرامی جنت کے روشنی کلمے پر لکھ کر حضرت بزرگوار امین بطور تحفہ حضور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ سر سے لے کر سید تک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد و شاپہ تھے۔

آپ کی عمر شریف ۲۸ سال تھی اور مدت خلافت دس یا چھ مہینے۔ حضرت کا وصال مبارک ۱۱ ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوا۔ [۱] مشہور یہی ہے کہ آپ کو جمعہ بنت الحث نامی عورت نے زہر دیا تھا۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ کی سولہ اولاد تھی۔ نو شاہزادے اور سات شاہزادیاں۔ صاحبزادگان یہ ہیں:

۱- حسن عقی، ۲- زینب، ۳- عمر، ۴- قاسم، ۵- عبد اللہ، ۶- عبد الرحمن، ۷- حسین الاثرم، ۸- طلحہ، ۹- ابوبکر حضرت کی نسل چار صاحبزادگان سے باقی رہی: حسن عقی، زینب، عمر اور حسین الاثرم۔ [۲]

حسن عقی کے پانچ صاحبزادے تھے: ۱- امیر ایقیم، ۲- حسن ثنلت، ۳- داؤد، ۴- جعفر، ۵- عبد اللہ انصاری۔ امیر ایقیم کی اولاد میں بہت کثیر تھیں۔ یمن کے بادشاہ حضرت کے فرزندوں میں سے ہے۔ چنانچہ ایک سو تیس سال تک آپ کی اولاد میں یمن میں حکمران رہیں اور ان کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری رہا۔ حسن علی بن

انجیل دیا جانے لگی ہے۔ حسن شمس بن حسن شمس کی اولاد بھی کثیر تھی۔ اب تک آپ کی نسل مصر اور شام کے اطراف میں موجود ہے۔ داؤد بن حسن شمس کے فرزند عراق میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ جعفر بن حسن شمس بھی کثیر اولاد ہیں۔ نقیہ بصرہ آپ ہی کی نسل سے ہیں۔

حضرت عبداللہ انصاری کے چھ صاحبزادے ہیں: ۱- مہدی ابی جبرائیل، ۲- سلیمان، ۳- محمد، ۴- ابراہیم، ۵- یحییٰ، ۶- ادریس۔ ادریس بن عبداللہ انصاری بارون رشید کے عہد میں یزید اور مغرب میں حکمران تھے۔ آپ کی اولادیں جاہلیت اور اندلس کے بادشاہ گذرے ہیں۔ انیس میں ادریس بن عسکری، یحییٰ بن ناصر الدین راطیہ کے امیر الامراء اور علی بن یحییٰ بن احمد بن عبداللہ بن عمر بن ادریس بن عبداللہ انصاری جاہلیت کے بادشاہ تھے۔ ملک محمود بن ابراہیم بن محمد بن ابوالقاسم بن ادریس اس بصرہ کے بادشاہ تھے جو یزید اور مغرب میں واقع ہے۔ ہشام بن عبدالملک نے آپ کو دس ہزار دینار صلحت شامانہ کے ساتھ عطا کئے تھے۔ یحییٰ بن عبداللہ انصاری و بطم کے حاکم تھے۔ بارون رشید کی قبیلہ قیس وقت پائی۔ ابھی بھی آپ کی نسل مدینہ اور مغرب میں موجود ہے۔ حضرت ابراہیم بن عبداللہ انصاری جنہیں محمد زکیہ بھی کہتے ہیں، وہ بھی اپنے وقت کے زیدی امام تھے۔ مدینہ منورہ میں شہید ہوئے۔ ابھی بھی آپ کی نسل عراق اور خراسان میں موجود ہے۔ حضرت سلیمان بن عبداللہ انصاری کے ایک صاحبزادے ابراہیم دیار بصرہ/حیرہ کے بادشاہ تھے۔ آپ کی نسل کے افراد ہیں مقیم ہیں۔ حضرت موسیٰ ابی جبرائیل بن عبداللہ انصاری کے دو صاحبزادے تھے: ۱- عبداللہ ثانی، ۲- حضرت ابراہیم، حضرت ابراہیم کے ایک صاحبزادے تھے حضرت ابویوسف جو اپنے وقت میں بصرہ اور عراق کے مضافات میں امیر اور قاضی تھے۔ آپ کے صاحبزادگان و بیٹے موجود ہیں۔ عبداللہ بن یوسف موسیٰ کے ایک صاحبزادے موسیٰ ثانی تھے۔ موسیٰ ثانی کے تین صاحبزادے تھے: حسین، عبداللہ اور داؤد۔ حسین کے ایک صاحبزادے سید شاہ محمد تھے۔ سید محمد کے ایک صاحبزادے سید یحییٰ زاہد تھے۔ سید

زاہد کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ تھے جن کے صاحبزادے سید ابوصالح موسیٰ جلی دوست تھے۔ آپ کو جلی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ اپنے نفس کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ کے صاحبزادے ہیں: سیدنا غوث اعظمین شاہ ولی الدین سید عبدالقادر حسی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سرکار غوث پاک کی کنیت ابو محمد ہے اور لقب بادشاہ مشائخ طریقت، امام امیر شریعت اور محبوب ربانی ہے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سرکار غوث اعظم کی کنیت ابو محمد ہے اور ان بزرگواروں، سرور عارفان، پیکار زاہدان، فخر بندگان قلب ربانی، غوث صمدانی کا امام شریف سید عبدالقادر حسی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت کی نسبت سے ہی کہا جاتا ہے کہ حضرت سید عبداللہ انصاری کی والدہ ماجدہ، سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا کے خاندان سے ہیں [۱۳]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارک کیم رمضان المبارک ۲۷۰ھ یا ۲۷۱ھ کو جیلان میں ہوئی۔ آپ نجف البیضا، بلند قندھے سید مبارک چوڑا تھا، بیٹھائی کشادہ تھی۔ رنگ گندمی، ابرو دلتے ہوئے اور آواز بلند تھی۔ ملا کے طرز کا لباس زیب تن فرماتے جو خاصا قیمتی ہوتا۔ بسا اوقات اس کی قیمت فی گز ایک دینار ہوتی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ ثانی (لقب ام الخیر تھا) اور آپ کے ہمشیرہ کا بی بی شہید تھا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دو سال مبارک، شیخ کی شب بحد نماز مشافہ ۸۸ھ یا ۹۱ھ رجب الاول ۵۱ھ کو ہوا۔ بعض لوگ ۱۳ یا ۱۴ رجب الثانی کو تاریخ ارسال بتاتے ہیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کا دو سال ۹ رجب الثانی کو ہو کر اس کا عمر شریف نوے ۹۰ سال آٹھ مہینے نو دن تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ۸۹ سال سات مہینے نو دن تھی۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس شاہزادے تھے:

- ۱- سید سیف الدین عبدالوہاب۔
 - ۲- سید شرف الدین یحییٰ، آپ کا لقب عبدالرحمن ہے۔
 - ۳- سید شمس الدین عبدالعزیز، آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔
 - ۴- سید سراج الدین عبدالکبیر، آپ کا لقب عبدالرحمن ہے۔
 - ۵- سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق، حضرت سید عبدالرزاق کے پانچ صاحبزادے تھے: سید ابوصالح نصر، سید ابوالقاسم عبدالرحیم، سید ابوجعفر انجیل، سید ابوالحسن، سید فضل اللہ۔
 - ۶- سید جمال اللہ، آپ کی کنیت ابوالحسن ابراہیم ہے۔
 - ۷- سید ابوالفضل محمد۔
 - ۸- سید عبدالرحمن، آپ کے دو صاحبزادے تھے: سید ابوجعفر عبدالرحمن، سید ابوجعفر عبدالقادر۔
 - ۹- سید ابوبکر یحییٰ۔
 - ۱۰- سید ابونصر موسیٰ، ان سبھی شاہزادگان سرکار غوث اعظم کی نسلیں بہت کثرت سے پھیلیں جو عرب و عجم میں جا بجا موجود ہیں۔
- حسین بن محمد موسیٰ کے دو صاحبزادے تھے: محمد اور ادریس۔ یہ دونوں تاجاز کے حکمران تھے۔ ان کی نسلیں بھی وہ ہیں۔ سید محمد موسیٰ کو مضافات میں امیر بنایا گیا اور آپ کے صاحبزادگان مکہ اور تاجاز کے حاکم ہوئے۔ سید محمد قاسم حرمین طہیون کے امیر اور حاکم تھے۔ یہ اس قدر دلیر تھے کہ بڑے بڑے ظالم اور بد اطوار لوگوں کے سر قلم کر دیتے تھے۔ یہ سید قاسم بھی سید محمد موسیٰ کے خاندان سے تھے۔ ان کی نسلیں حرمین طہیون کے مضافات میں آباد ہیں۔

عبداللہ بن محمد موسیٰ ثانی کے بعد ان کے فرزند ان کا محظوم کے امیر ہوئے۔ ابویحییٰ کی اولاد ابھی مکہ کے امراء ہیں، یہ بھی آپ کے خاندان سے ہیں۔ ابویحییٰ کا نسب نامہ یہ ہے:

ابویحییٰ محمد بن ابی سعید بن حسن بن علی بن قنادہ بن ادریس بن قطادہ بن عبد الکریم بن یحییٰ بن حسین بن سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن موسیٰ ثانی بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب قدس سرار ہم۔

ابویحییٰ محمد کے دو صاحبزادے تھے: قاسم اور انجیل۔ سید قاسم کے دو بیٹے تھے محمد اور زاہد۔ سید محمد کی نسل مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اصفہان، عراق اور عرب میں ہے۔ علاء الدولہ ہمدانی آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ عبدالرحمن بخری جن کی نسل نسل اسز آباد اور رے میں موجود ہے۔ آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ جو فضائل جی سید محمد کی نسل سے ہیں جو شاہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آباد ہیں۔

انجیل بن حسین بن زید کے ایک صاحبزادے سید محمد تھے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے: احمد اور زید۔ زید کے دو صاحبزادے تھے: حسن اور محمد۔ محمد طبرستان کے حاکم تھے۔ انہیں "السلطانی رحمة اللہ" کہا کرتے تھے۔ سید محمد طبری کے ایک صاحبزادے تھے: زید جو ان کے بعد طبرستان کے امیر اور حاکم ہوئے۔ ابوجعفر اللہ محمد آپ ہی کے صاحبزادے ہیں جن کی نسل ماوراء النہر میں ہے۔ حضرت میر تقی میر الدین جن کی قبر اطہر کراچی میں ہے، ان کا سلسلہ نسب بھی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسلیں بہت کثرت سے پھیلیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان سب شاخوں کا شرح و بسط کے ساتھ ذکر ہوا تو کتب طوالت کا باعث ہوگا۔

حواشی

[۱] صاحب سالک السالکین کے بیان کے مطابق آپ ۳ شعبان المعظم بروز جمعہ یا ۱۵ رمضان المبارک بروز منگل ۳۰ کو ولد ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا اسم گرامی حسن مجتوب فرمایا۔ پانچ مہینہ تین دن پانچ مہینے زینت آرائے مند

خلافت سے پھر حضرت امیر معاویہ کو خلافت سونپی دی۔ ستمائیس برس کی عمر میں زہر کے اثر سے بروز جمعرات ۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔ جنت البقیع میں آرام فرمائیں۔ [۱۱۸۳/۱]

[۲] مسالک النسا لکھتے ہیں ہے: تعداد غیرہ میں اولاد کرام کی بہت اختلاف ہے۔ حسب قول ابن الاثیر صاحب معالم حضرت کے آپ کے بارہ صاحبزادے تھے۔ حضرت زید حسن شیخ عمرو و عبد اللہ، قاسم، ابوبکر حسین، عبد الرحمن، عبد اللہ، جانی، محمد، طلحہ، محمد جانی۔ اور حسب قول صاحب مناقح الحجاز کے تین صاحبزادیاں تھیں: بی بی فاطمہ ان کی کنیت ام الحسن و ام عبد اللہ تھی۔ بی بی رقیہ ان کی کنیت ام حسین و ام سلمہ تھی۔ بی بی بنتا مهران کی کنیت ام الخیر تھی۔ زید و فاطمہ کی ماں ام بشر بنت ابی اسود بن عقبہ اور حسن شیخ کی ماں خولہ بنت منظور الفراریہ اور سکین و طلحہ کی ماں ام ائش بنت طلحہ بن عبد اللہ تھیں۔ اور عمرو و قاسم و عبد اللہ کی ماں ام ولد اور دیگر صاحبزادہ اور صاحبزادیاں کی ماں دوسری بی بی جیاں تھیں۔ [۱۹۲/۱]

”خاندان مصطفیٰ“ میں حضرت کی ازواج کرامات کی یہ تفصیل درج ہے:

”حضرت ام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی شادیاں فرمائیں، جن میں بعض ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ۱- حضرت فاطمہ بنت ابی اسود عقبہ بن عامر بن ثعلبہ خزرجی انصاریہ۔ ان کے شہم الطہر سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔
- ۲- حضرت خولہ بنت منظور بن ریان بن عمر بن جابر بن عقیل۔ ان کے سلطن الطہر سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔
- ۳- حضرت سلمیٰ بنت امر و ائش رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- ۴- حضرت ام حسان بنت طلحہ بن عبد اللہ۔ حضرت ام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کے ساتھ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح فرمایا۔
- ۵- حضرت جیدہ بنت ہبیر و عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- ۶- حضرت عائشہ بنت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- ۷- حضرت ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان

کے سلطن القدس سے حضرت ابوبکر عبد اللہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیدا ہوئے۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ صاحب زادے تھے:

- ۱- حضرت زید، ۲- حسن شیخ، ۳- طلحہ، ۴- اسماعیل، ۵- عبد اللہ، ۶- مزہب، ۷- یعقوب، ۸- عبد الرحمن، ۹- ابوبکر، ۱۰- حسین، ۱۱- قاسم، ۱۲- عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

پانچ صاحبزادیاں: ۱- فاطمہ، ۲- سلمہ، ۳- ام عبد اللہ، ۴- ام امین، ۵- ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل حسن شیخ، زید، حسین الاثرم اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جاری ہوئی۔ مگر حضرت حسین الاثرم اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سلسلہ نسل ختم ہو گیا اور اب دنیا میں حضرت زید اور حضرت حسن شیخ کی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد باقی ہے۔ [خاندان مصطفیٰ ص ۲۰۴-۲۰۵]

[۳] یہ عبارت کچھ عجیب ہے۔ شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت سید عبد اللہ بخش سے نسب میں مدد دہ مشاہیر ہیں۔ کیونکہ ان کے والد ماجد حسن شیخ اور والدہ مکرمہ حسنی تھیں اور حضور غوث پاک کے والد ماجد حسنی شیخ اور والدہ ماجدہ حسنی ہیں۔ اس طور سے حضور غوث پاک کو دہری دہری حسنی پاکیزہ نسبت حاصل ہیں۔ ۱۲ اسامی

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا امام عالی مقام ابو عبد اللہ حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب شہید اور سید ہے۔ ام گرامی حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ سادات ائمہ میں تیسرے امام ہیں۔ حضرت کی ولادت مبارکہ ۳ رجبی ۴۰ھ بروز منگل مدینہ منورہ میں ہوئی۔ [۱]

حضرت کی مدت حمل چھ مہینہ تھی۔ چھ مہینہ کے حمل کا کوئی بچہ زندہ نہ بنیگا۔ صرف حضرت امام عالی مقام اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام حیات رہے۔ حضرت امام حسن کی ولادت اور امام حسین کے حمل میں آنے کے درمیان پچاس دن کا فاصلہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا اسم گرامی حسین جو بزر فرمایا۔ حضرت امام عالی مقام ایسے حسین و جمیل تھے کہ جب تاریکی میں بھی تشریف فرما ہوتے تو آپ کی مقدس پیشانی سے نور کی کرن چمکتی اور آپ کے چہرہ زریا کی طاقت سے لوگ راستہ پالیا کرتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرات حسین کریمین سرکار و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ سرکار نے حضرت امام حسن و نبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: حسین کا خیال رکھنا۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بڑے صاحبزادے کو فرماتے ہیں یا چھوٹے صاحب زادے کو؟ حضور نے فرمایا: جبرئیل کہتے ہیں کہ حسن حسین کا خیال رکھیں۔ حضرت امام حسین کی عمر مبارک ستاون سال پانچ مہینہ تھی۔ حضرت امام عالی مقام کی شہادت دن

محرم الحرام بروز شنبہ عاشورہ کے دن ظہر کے وقت ۶۱ھ میں میدان کربلا میں ہوئی۔ ایک مستبر روایت یہ ہے کہ شہادت مبارکہ جمعہ کے دن جمعہ کے وقت ہوئی [یعنی روایت جمہور کے نزدیک مستبر ہے]

کہتے ہیں کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن بیت المقدس کے اندر جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس دن آسمان سے خون کی بارش ہوئی تھی۔ حضرت کا مزار مبارک کربلائے معلیٰ میں ہے۔

حضرت امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار شہزادے تھے: ۱- علی اکبر، ۲- علی اصغر، ۳- جعفر، ۴- عبد اللہ اور دو شاہزادیاں تھیں۔ سکینہ اور فاطمہ سیدنا علی اکبر امام زین العابدین، حضرت شہر بانو بنت کرمی کے سلطن مبارک سے تھے۔ حضرت علی اصغر کی والدہ علی بنت ابی مرہ تھیں۔ حضرت جعفر کی والدہ ماجدہ بنت قیس کی ام جعفر تھیں۔ حضرت عبد اللہ اور سکینہ کی والدہ ماجدہ رباب بنت امرہ ائیس بن ہدی تھیں اور حضرت فاطمہ کی والدہ ماجدہ ام ائش بنت طلحہ تھیں۔ حضرت علی اصغر اور عبد اللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے حضرت امام زین العابدین علی اکبر کی والدہ ماجدہ شہر بانو تھیں اور حضرت امام عالی مقام کی نسل امام زین العابدین سے رواں ہوئی۔ [۳]

حضرت امام زین العابدین کی کنیت ابو محمد ابوالحسن اور ابوبکر ہے۔ لقب پیاد اور زین العابدین۔ ام گرامی علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے۔ یہ حضرات ائمہ اہل بیت میں چوتھے امام ہیں۔ حضرت امام زین العابدین کی ولادت مبارکہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ سال ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ۳۳ھ کہتے ہیں، بعض ۳۸ھ اور بعض ۳۶ھ۔ حضرت کی والدہ ماجدہ شہر بانو بنت یزید

جز ہیں جو شیردان کی نسل سے تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا نام غزال تھا۔
حضرت امام زین العابدین کی عمر آٹھ یا پانچ سال تھی۔ بعض کے نزدیک
۵۸ یا ۵۶ سال تھی۔ حضرت کا وصال مبارک ۱۸ محرم الحرام ۹۳ھ یا ۹۵ھ
میں ہوا۔ [۳] کہتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو
فرماتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا اور پر سے جسم اطہر پر لڑھکا ہوا طاری ہو جاتا۔ جب
لوگوں نے آپ سے اس کیفیت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: مجھ پر یہ کیفیت اس لئے
طاری ہوتی ہے کہ میں اپنے خالق و مبدؤ کے حضور کھڑا ہونے جا رہا ہوں۔
حضرت کا مزار مبارک، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے پاس
مدینہ منورہ میں ہے۔

حضرت امام زین العابدین کے دس شاہزادے اور چھ شاہزادیاں تھیں:
۱- ابو جعفر یا قرۃ، ابو الحسن زید شہید۔ حضرت زید شہید کی اولاد بہت ہیں۔ سید ابو
الفرج واسطی آپ ہی کے خاندان سے ہیں۔ دیگر سادات زید یہ بھی بہت ہیں۔
حضرت امام زین العابدین کے باقی صاحبزادگان یہ ہیں: ۳- سید عمر اشرف، ۴- سید
عبد الرحمن، ۵- سید سلیمان، ۶- سید عبد اللہ، ۷- سید علی، ۸- سید اصغر، ۹- سید حسن،
۱۰- سید حسین اصغر۔ حضرت امام زین العابدین کی چھ صاحبزادیاں یہ ہیں: ۱- خدیجہ،
۲- حمیدہ، ۳- لیلیٰ، ۴- ام حبیب، ۵- خدیجہ، ۶- خدیجہ صغریٰ [۳]

حضرت امام زین العابدین کے چھ شاہزادے حیات رہے: ۱- محمد باقر
۲- عبد اللہ، ۳- عمر اشرف، ۴- زید شہید، ۵- حسن اصغر، ۶- علی۔ سید علی کی نسل عراق
عرب، عراق عجم اور ملک شام میں موجود ہے۔ سید حسن اصغر کی نسل مدینہ طیبہ
میں ہے۔ امراء مدینہ علی ہی کی نسل سے ہیں۔ سید عبد اللہ کی نسل رے اور خرمیراز
میں ہے۔ سید ابو الحسن زید علی شہید بن سید سے گروہ زیدیاں منسوب ہے، آپ کے چار
صاحبزادے حیات رہے۔ ۱- سید حسین، ۲- سید محمد، ۳- سید یحییٰ، ۴- سید یحییٰ۔
سید ابو الفرج واسطی، سید یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ حضرت سید یحییٰ کی نسل سے سادات

کرام کی خاصی تعداد پیدا ہوئی۔ دوسرے حضرات صاحبزادگان زیدی سے بھی کثیر
سادات کرام موجود ہیں۔ سید حسین کی اولاد بھی بے شمار ہیں کہاں تک بیان کروں۔
سید محمد کی اولاد بھی بے حد دیکھنے والے ہیں۔ حضرت زید شہید کی اولاد بھی کثیر ہیں کہ اس کا
احاطہ دشوار ہے۔ عرب و عجم میں کون سی جگہ ہے جہاں حضرت کی اولاد موجود نہیں۔
اگر سب کا شرح و بسط کے ساتھ تذکرہ کروں تو خاصی طوالت ہو جائے گی۔

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر، ام گرامی
محمد بن علی بن حسن بن علی مرتضیٰ بن ابی طالب ہے۔ یہ حضرات امیر سادات میں سے
پانچویں امام ہیں۔ حضرت امام باقر، حضرت امام حسین کی شہادت سے تین سال پہلے
۳۳ مئی ۵۵ھ بروز جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت
امیرالمؤمنین حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابوعقین ہیں۔ حضور نے آپ کو اپنا
خاندان سلام بھیجا تھا۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
اسے جابر! امید ہے کہ تم اس وقت تک حیات رہو جب تمہاری ملاقات میرے ایک
فرزند سے ہو جسے لوگ محمد بن علی بن حسن کہتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے نور حکمت
عطا فرمائے گا، اسے میرا سلام کہتا۔

حضرت امام محمد کی باقر کی عمر شریف ستاون سال تھی۔ ایک روایت ترستہ
سال کی بھی ہے۔ والد کی کہتے ہیں کہ آپ کی عمر شریف تیزتر سال تھی اور تاریخ بخاری
میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت امام باقر کی عمر
شریف اٹھاون سال تھی۔ حضرت کا سال وصال ۱۱۸ھ اور بقول عدائے ۱۱۷ھ
ہے۔ حضرت کا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت امام زین العابدین کے مزار اقدس
کے پاس ہے۔

حضرت امام محمد باقر کے پانچ صاحبزادے ہیں: ۱- امام جعفر صادق۔
حضرت کو صادق کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت کی ولادت صبح صادق
کے وقت ہوئی تھی۔ ۲- علی۔ ۳- عبد اللہ۔ آپ کا لقب دورق تھا۔ شاہ نعمت اللہ ولی
تورانی آپ ہی کے خاندان سے ہیں۔ ۴- ابراہیم، ۵- احمد [۵]
حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد عرب میں کثرت سے پھیلی
ہوتی ہیں۔ جن کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو اسحاق
ہے، لقب صادق اور امام گرامی جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ہے۔ چنانچہ سادات میں بھی امام ہیں۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ام فروزہ بنت قاسم
بن محمد ابو بکر صدیق ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق کی ولادت ۷ ربیع الاول ۸۰ھ
یا ۸۳ھ بروز دوشنبہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت کی عمر مبارک اسی سال اور ایک
روایت کے مطابق چھٹے سال تھی۔ حضرت کا وصال مبارک ۱۵ ربیع الاول ۱۲۸ھ دوشنبہ
کے دن مدینہ منورہ میں ہوا۔ آپ کا مزار بھی جنت البقیع میں ہے۔ اسی ایک گنبد کے اندر
آپ کے ہمراہ امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آرام فرما ہیں۔
[افسوس! اس قبور مبارک کو خرابیوں نے اپنے تھلا کے بعد سمار کر دیا۔ ۱۳ سال]

کشف الحجاب میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ایک دن اپنے
بیاز مندوں کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ بھائیو! آؤ
تا کہ اس بات کی بیعت لوں اور بعد کروں کہ ہم میں سے جس کو کھلی قیامت میں نجات
حاصل ہو جائے وہ ہم سب کی شفاعت کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے شاہزادہ
رسول! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا ضرورت، جب کہ آپ کے جد کریم تو سارے
انسانوں کی شفاعت ہیں۔ حضرت نے فرمایا: مجھے اپنے ان اعمال کی بدولت شرم محسوس

ہوتی ہے کہ میں قیامت کے دن اپنے جد کریم کا سامنا کروں۔
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سات صاحبزادگان تھے:
۱- ابراہیم، ۲- موسیٰ کاظم، ۳- اسماعیل اعرج، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی اور سید
امیر ماہ بہرائچی کا سلسلہ نسب حضرت میر سید اسماعیل قدس سرہ و تکلمی ہوتا ہے۔ ۴- محمد
دیباچ، ۵- عباس، ۶- علی، ۷- عبد اللہ، اور تین صاحبزادیاں تھیں: ۱- ام فروزہ،
۲- ام ایوب، ۳- فاطمہ [۶] مصر کے چودہ امراء جو دمشق میں معروف و مشہور ہیں، سید دیباچ کی نسل
ہیں۔ بنو انصار اور بنو شتر کے امراء جو دمشق میں معروف و مشہور ہیں، سید دیباچ کی نسل
سے ہیں۔ حضرت امام کے ایک صاحبزادے نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں امیری کی۔
ان کا لقب مامون تھا۔ آپ کی نسل عراق، خراسان اور آذربائیجان میں ہے۔ یہ سید عباس کی
نسل سے ہیں۔ سید علی اور سید عبد اللہ کی نسل روم میں ہے۔ چنانچہ موجودہ بادشاہ روم
خود انہیں کے خاندان سے ہے۔ حضرت امام جعفر صادق کے ان ساتوں شاہزادگان کی
نسل بے شمار حد تک پھیلیں۔ اگر سب کی تفصیل کروں تو ایک دفتر کار ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمہ اہل بیت میں ساتویں امام ہیں۔
حضرت کی کنیت ابو الحسن اور ابو ابراہیم اور لقب کاظم ہے۔ امام گرامی موسیٰ بن جعفر صادق بن
محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابوعقین۔
حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارک ۱۲۸ھ بروز
اتوار مقام ابوا میں ہوئی جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ حضرت کی
والدہ ام ولد تھیں جو قوم بربر سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہیں حضرت امام محمد باقر نے حضرت
امام جعفر صادق کو عطا فرمایا تھا۔ آپ کے نطفن مبارک سے ہی اس کا نطفہ ارضی کے
جڑ تک امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق تولد ہوئے۔ حضرت کی عمر شریف چوں سال
یا چھپن سال تھی۔ حضرت کا وصال بروز جمعہ ۶ ربیع الاول ۱۴۸ھ بروز جمعہ کے مطابق

۱۸۳ھ کے نصف سال یعنی جمادی الآخرہ کے اخیر میں ہارون رشید کی قید میں ہوا۔ حضرت کا حزر اقدس بغداد مقدس کے مشہور مقبرہ قریش میں ہے۔ [۷]
حضرت امام علی کاظم قدس سرہ کے چچیں صاحبزادگان تھے: اعلیٰ موسیٰ رضا، ابراہیم، ۳، عقیل۔ سیدنا خولید عیون الدین پختی قدس اللہ سرہ العزیز کا نسب حضرت سید عقیل سے جا ملتا ہے۔ ۳۰۔ ہارون۔ حضرت میراں سید حسین جنگ سوار کا نسب، حضرت سید ہارون تک شبلی ہوتا ہے۔ ۵۔ حسن، ۶۔ حسین، ۷۔ عبد اللہ، ۸۔ اعلیٰ، ۹۔ محمد، ۱۰۔ احمد، ۱۱۔ جعفر، ۱۲۔ زید، ۱۳۔ یحییٰ، ۱۴۔ ائین، ۱۵۔ عباس، ۱۶۔ حمزہ، سید محمد محروق کا سلسلہ نسب سید حمزہ تک شبلی ہوتا ہے جن کا حزر مبارک نیشاپور میں ہے، ۱۷۔ عبد الرحمن، ۱۸۔ قاسم، ۱۹۔ جعفر اصغر، ۲۰۔ زید اکبر، ۲۱۔ حسین، ۲۲۔ شہبوشاہد، ۲۳۔ ابراہیم، ۲۴۔ طاہر، ۲۵۔ مطہر، انہیں صاحبزادیاں تھیں: ۱۔ طاہر الکبریٰ، ۲۔ طاہر الصغریٰ، ۳۔ رقیہ، ۴۔ طہیر، ۵۔ ام عبیدہ، ۶۔ رقیہ صغریٰ، ۷۔ ام جعفر، ۸۔ لایب، ۹۔ زینب، ۱۰۔ خدیجہ، ۱۱۔ رقیہ، ۱۲۔ رضیہ، ۱۳۔ بریہ، ۱۴۔ عائشہ، ۱۵۔ ام سلمہ، ۱۶۔ یونس، ۱۷۔ ام کلثوم، ۱۸۔ ۱۹۔ [۸]

مصر، شام، مدینہ منورہ، بغداد مقدس، موصل، عراق، عجم، شیراز، ہواز، خراسان جیسے اکٹھا ملک میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشیمن پختی ہوئی ہیں۔ آپ کے شہزادوں میں سید یونس کے حکم ہوئے اور عباسیوں کے گھر چلاوئے، اسی لئے آپ کو زید انا کہتے ہیں۔ سید ابراہیم چوں کہ سید بہادر اور جنگجو تھے۔ اس لئے آپ کو ابراہیم العرب کہتے ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسلیں مشرق و مغرب میں ہرست کثرت کے ساتھ پختی ہوئی ہیں۔ ان سب کا شرح و واسطہ کے ساتھ تذکرہ باعث طوالت ہوگا۔



حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو الحسن ہے جسے حضرت

کے والد ماجد امام موسیٰ کاظم نے عطا فرمایا۔ لقب رضا ہے اور اسم گرامی علی بن موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انجمن۔ یہ ان کے سادات میں آٹھویں امام ہیں۔

حضرت امام علی موسیٰ رضا کی ولادت مبارکہ حضرت کے دن بتاریخ گیارہ ربیع الثانی ۱۵۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کے چچا کریم حضرت امام جعفر صادق کے وصال مبارک کے پانچ سال بعد ہوئی۔ بعض کہتے ہیں ۸ شوال، بعض ۶ شوال اور بعض ۶ شوال ۱۵۳ھ اور بعض ۱۵۶ھ مانتے ہیں۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی یحییٰ بن محمد، یا شامہ، تھا۔ [۹] آپ حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ کی والدہ ماجدہ بی بی حیدہ کی کنیت تھیں۔

ایک شب عیدہ نے حضور رسول متحول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا: محمد کو اپنے بیٹے علی موسیٰ کے خالے کرو۔ بہت جلد اس سے ایک فرزند ہوگا جو روئے زمین کی بہترین مخلوق ہوگا۔ حضرت امام علی رضا خود اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب رضا میرے بطن میں آئے تو میں نے بھی صل کی گرائی تھیں نہیں کی اور خواب میں اپنے حکم سے تسبیح کی آوازیں سنائی گئی۔“ جس وقت حضرت کی ولادت مبارکہ ہوئی، آپ اپنا دست مبارک زمین پر رکھے ہوئے تھے، پھر کا اقدس آسمان کی طرف تھا اور بائیں مبارک ہاتھ کھینچا ہوا تھی، اور آپ اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مصروف تھے۔ حضرت کی عمر مبارک انچاس ۳۹ سال اور ایک روایت کے مطابق پچاس ۵۰ سال تھی۔ حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہ کا وصال مبارک بروز جمعہ ۲۱ یا ۲۹ رمضان المبارک ۲۰۸ھ میں طوس کے قصبہ سدابا میں ہوا جو لوکان کا ایک گاؤں ہے۔ [۱۰]

کہتے ہیں مامون رشید نے آپ کو طلب فرمایا۔ مامون کے سامنے خشک سیوہ کے طوق رکھے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ تھا جسے وہ تناول کر رہا تھا۔

اس نے حضرت امام علی رضا قدس سرہ کو دیکھا تو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت سے معافی مانگ کر کہنے لگے: ”موسیٰ شہدائے ثلاثہ کی، انگور کا خوشہ خدمت بابرکت میں حاضر کیا اور عرض کی: اے شاہزادہ رسول! کیا آپ نے اس سے بہتر انگور کا خوشہ دیکھا ہے؟“ حضرت نے فرمایا: اس سے بہتر انگور جنت میں نہیں گے، مامون نے عرض کی: حضرت اس انگور میں سے کچھ تناول فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: مجھے اس سے معذور سمجھو۔ مامون نے اصرار کیا اور کہا کہ تردید کی کیا بات ہے۔ آپ شاید مجھے مشکوک سمجھ رہے ہیں۔ پھر اس نے حضرت کے دست مبارک سے انگور کا خوشہ لے کر چند دانے خود کھائے اور باقی پھر حضرت کو دیدئے۔ حضرت نے بھی اس سے دو تین کھائے اور باقی دین چور کر رکھ کر کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا: حضرت کہاں چلے؟ آپ نے فرمایا: جہاں تو بھیجنا چاہتا ہے۔ حضرت نے کوئی چیز سر پر اوڑھی اور یہ کہتے ہوئے دربار سے باہر آگئے کہ کہیں سرائے نہ بند ہو جائے۔ آکر فوراً ستر پر دراز ہو گئے۔ اسی وقت حضرت کے صاحبزادے امام محمد تقی قدس سرہ بطور کرامت مسافت طے کرتے ہوئے چشم زدن میں مدینہ طیبہ سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں کھینچ کر سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اپنے بہتر پر بٹھایا۔ حضرت امام تقی نے بھی اپنا سر والد ماجد کے چہرے پر ڈال دیا۔ حضرت نے انہیں اسرار خاندانی تعلیم فرمائے اور اسی وقت جان، جان آفرین سے سیر و کردی۔ حضرت امام علی رضا کی تہا طہر قیہ ہارون رشید میں ہے جو سرائے عید بن قلیہ طائی کے اعمرو واقع ہے۔ وہ جگہ آج کل شہد کے نام سے مشہور، بہت آباد اور بارون ہے۔

حضرت امام علی رضا قدس سرہ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں، جس کی تفصیل یہ ہے: امام محمد جو اوقتی، ۲۔ ابو الحسن، ۳۔ جعفر، ۴۔ ابراہیم، ۵۔ حسین، صاحبزادگان ہیں اور صاحبزادی کا اسم گرامی عائشہ ہے۔ حضرت خولید قلب الدین بختیار کا کی اوقتی قدس سرہ کا نسب سید ابو محمد الحسن تک شبلی ہوتا ہے۔ اور زید کمال ترمذی کا نسب سید جعفر سے جا ملتا ہے۔ ایک روایت یہ

ہے کہ سید کمال ترمذی حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ سید محمد زید کا نسب سید ابراہیم تک شبلی ہوتا ہے۔ اور سید معنی اور شاہ نعمت اللہ کا سلسلہ نسب حضرت سید حسین سے ملتا ہے۔ یہ دونوں ایران کے بادشاہ گذرے ہیں۔ حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہ کی اولاد میں بہت ہیں، سب کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔



حضرت امام محمد جو اوقتی قدس سرہ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کو جعفر جانی بھی کہتے ہیں، لقب تقی اور جواد ہے۔ اسم گرامی محمد ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب ہے: محمد تقی ابن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انجمن۔ آپ نویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ جمعہ کے دن ۱۰ رجب ۱۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت امام کی والدہ ماجدہ خیران یار بیچان ام ولد تھیں۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان سے تھیں۔ حضرت امام تقی کی عمر شریف ۲۵ بچپن سال ہوئی، حضرت کی وفات ۶ ذی الحجہ ۲۰۸ھ میں منگل کے دن اولیٰ [۱۱] وہ زمانہ مشہور بالذکر کی خلافت کا تھا۔ حضرت امام تقی کی تہا طہر بغداد مقدس میں چہر کریم حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ کے قبضہ میں ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت امام تقی کیا روہ سال کے تھے۔ بغداد کے چند مہم عمر چوں کے ساتھ بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ خلیفہ وقت مامون رشید شکار کے لئے شہر سے باہر گیا، بوا تھا۔ اچانک اس کا گڈر اس جگہ سے ہوا جہاں حضرت والا موجود تھے۔ لیلیٰ کی سواری دیکھتے ہی سارے بیٹے بھاگ گئے۔ صرف حضرت امام تقی جو اوقتی جگہ کھڑے رہے۔ مامون رشید قریب پہنچا، اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بے پناہ تجویزیت سے نوازا تھا۔ اس نے حضرت کو کھڑے دیکھا تو پوچھا: صاحبزادے سارے بیٹے بھاگ گئے، آپ ہی کیوں کھڑے رہ گئے؟ آپ نے فرمایا: جواب دیا: بجز مامون اراستہ تک

نہیں ہے کہ میں یہاں سے ہٹ کر اسے اور کشادہ کروں۔ اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے کہ آپ کی سزا کے خوف سے بھاگ جاؤں۔ آپ سے حسن ظن نہیں ہے کہ آپ کسی کو بغیر جرم کے سزا نہیں دیں گے۔ مامون کو آپ کا طرز گفتگو اور عمال صورت بہت پسند آیا۔ مامون نے نام دریافت کیا، آپ نے فرمایا: موسیٰ رضا۔ مامون رشید نے اپنی صاحبزادی ام الفضل آپ کے نکاح میں دیدی۔

حضرت سید محمد تقی قدس سرہ کے دو صاحبزادے تھے۔ اے سید علی ہادی تقی ۲۔ مامون کو ان حضرات کی پیشکشیں بڑا اور مشہد مقدس تم اور پیش پور میں ہیں۔



حضرت سید ہادی تقی قدس سرہ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ حضرت کو ابوالحسن جانتے کہتے ہیں۔ لقب ہادی، عسکری اور تقی مشہور ہیں۔ اسم گرامی علی ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: علی تقی بن محمد جواد تقی بن علی رضا بن موسیٰ رضا کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن امام صادق بن ابی عبد اللہ بن امام حسین بن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ آپ ائمہ سادات میں دسویں امام ہیں۔

حضرت سید علی تقی کی ولادت مبارک ۱۳ رجب یا عرفہ کے دن ۲۰۳ھ یا ۲۱۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں جن کا نام شانہ تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت کی والدہ ماجدہ مامون رشید کی صاحبزادی ام الفضل تھیں۔ حضرت کی عمر شریف آٹھ یا نیاچالیس سال ہوئی۔ حضرت کی وفات مضائقہ بغداد میں مشہور شہر سرمن رائے میں ہوئی جسے سامرہ کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔ یہ سانحہ ارحام پنجبر کے دن جنادی الاولیٰ کی آخری تاریخ ۱۳ جنادی الاخریٰ ۲۵۴ھ عیسیٰ ظلیفہ مستنصر باللہ کے زمانہ خلافت میں واقع ہوا۔ حضرت کا مزار مبارک آپ کی اپنی سرانے میں ہے جو سرمن رائے میں واقع ہے [۱۲] لوگوں نے حضرت کی یہ کرامت بیان کی ہے کہ ایک دن ظلیفہ متوکل کے گھر میں بہت سے پرندے آگئے۔ جو بھی اس جگہ جاتا، پرندوں کی آواز کے شور سے نہ اپنی

بات کہہ پاتا اور کوئی اس کی آواز سن پاتا۔ لیکن جب حضرت سید علی ہادی تقی اس گھر میں تشریف لاتے تھے پھر سے خاموش ہو جاتے اور جب باہر تشریف لے آتے تو ان کی آوازوں کا شور بارہ بلند ہوتا۔

حضرت امام محمد علی ہادی تقی کے چار صاحبزادے: حسن عسکری، حسین، محمد جعفر اور ایک صاحبزادی عاتکہ تھیں۔ آپ کے صاحبزادے جعفر کو لوگ جعفر کذاب کہتے، کیوں کہ وہ خود سے دعویٰ امامت کر بیٹھے تھے۔ حضرت جعفر کی ایک سو بیس ایک سواٹھ صاحبزادے اور تیس صاحبزادیاں تھیں۔ [۱۳] حضرت علی ہادی قدس سرہ کے چاروں صاحبزادوں کی اولادیں کثیر در کثیر ہیں۔ سب کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔



حضرت سید حسن عسکری قدس سرہ کی کنیت ابو محمد ہے اور لقب زکی، خالص اور سراج ہیں۔ عسکری سے مشہور ہیں۔ اسم گرامی حسن ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: حسن بن علی تقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن امام باقر بن ابی عبد اللہ بن امام حسین بن امیر المومنین سید علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ ائمہ سادات میں سے گیارہویں امام ہیں۔

حضرت کی ولادت مبارک ۲۳۱ھ یا ۲۳۰ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضرت کی والدہ ماجدہ سون ام ولد تھیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کی والدہ کا یہ نام آپ کے والدہ ماجدہ نے نوجوانی میں تجویز فرمایا تھا۔ حضرت کی عمر شریف آٹیس یا اٹھائیس سال تھی۔ آپ کا وصال شریف جمعہ کے دن ۸ ربیع الاول ۳۲۰ھ مقام سرمن رائے میں ہوا۔ حضرت کا مزار مبارک والدہ ماجدہ کے مزار مبارک سے متصل ہے۔ [۱۴] سرمن رائے میں ایک شخص نے بیان کیا کہ میں قید میں تھا۔ قید خانے کی کھلی اور قیدی کلفت سے میں سخت الجھن میں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس مصیبت کے بارے میں حضرت امام حسن عسکری کو کبھی لیکن مارے شرم کے نہ لکھ سکے۔ حضرت نے

از خود مجھے تحریر فرمایا: ظہر کی نماز ان شاء اللہ گھر میں پڑھو گے۔ اور واقعی ایسا ہوا کہ ظہر کی نماز کے وقت مجھے قید خانے سے آزاد کیا گیا اور نماز ظہر میں نے اپنے گھر میں ادا کی۔ اچانک میں نے ایک قاصد کو آتے ہوئے دیکھا جو میرے پاس سواشرنی کا تھلہ لکرایا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں لکھا تھا کہ جس وقت تمہیں کوئی ضرورت ہو مجھ سے ماگ لیا کرو۔ جو مانگو گے ملے گا۔



حضرت امام مہدی کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اسم گرامی محمد۔ سلسلہ نسب یہ ہے: محمد مہدی بن حسن عسکری بن علی تقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی بن ابی عبد اللہ بن امام حسین بن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ ائمہ سادات اہل سنت میں بارہویں امام ہیں۔ حضرت کی ولادت مبارک کے بارے میں اختلاف ہے کہ کہاں ہوئی۔ بعض سرمن رائے میں کہتے ہیں، بعض کہ مہقرہ میں اور بعض مدینہ منورہ میں۔ حضرت کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ اور والدہ ماجدہ کا نام عبد اللہ ہوگا۔ جب پیدا ہوں گے تو دو زانو ہو کر شہادت کی انگلی آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے چھینک رہے ہوں گے اور فرما رہے ہوں گے: اللہ تبارک و تعالیٰ۔

امامیہ شیعہ حضرت امام مہدی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ردپوش ہو گئے ہیں۔ اہل سنت حضرت کی وفات کے قائل نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نزول کے قریب پیدا ہوں گے۔ شیعوں کا عقیدہ ذکر ہو چکا۔ واللہ اعلم بالصواب [۱۵]

جان لو کہ بارہ ائمہ سادات کی فضیلتیں، کرامات اور خوارق عادات اسے کثیر ہیں کہ قریب میں نہیں آسکتے۔ ان میں سے ہر ایک کے حالات عظیم اور مقامات عالی ہیں جو ان کی سوانحی کتابوں میں درج ہیں۔ شریعت طریقت کے پیشتر بڑے

مشائخ کا سلسلہ انہم میں سے کسی نہ کسی تک پہنچتا ہے۔ اختصار کے پیش ان کا اجمالی جائزہ پیش ہو چکا۔ انہم سادات کو عظیم ترین شخصیات اور فرماندان رسول اور جانشینان نبی سمجھا جاتے اور حضرات اہل بیت کی محبت کو سرور و کائنات محرم موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اور اپنی نعمت کا سامان تصور کرتے جاتے۔ اہل بیت کی کرامات و فضائل اور کمالات کا اعلیٰ معیار ان بزرگ ائمہ سادات کو خیال کرنا چاہئے، کیوں کہ ان کی بے پناہ فضیلتیں اور کمالات شہرہ آفاق ہیں۔ درحقیقت اہل بیت کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں، چاہے وہ ائمہ سادات ہوں یا بعد کے سادات کرام۔ ان کے مثل مخلوق خدا میں کوئی نہیں۔ اب ہم صحیح النسب سادات کرام کے خاندان کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں، تاکہ کوئی شخص خود کو ان حضرات سے منسوب کرے یا سادات کو کسی اور خاندان سے منسوب کرے تو اس کی تحقیق کی جائے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ

حواشی

- [۱] مسالک السالکین میں ہے: آپ مدینہ طیبہ میں تاریخ سوریہ شعبان ۹۳ھ روز سنبلیلی یا پنجشنبہ کو پیدا ہوئے۔ آپ اپنے برادر معظم حضرت امام حسن علیہ السلام سے صرف دس مہینہ میں روز چھوٹے تھے۔ آپ نے نہایت عقلی و بے چارگی و عفتگی و کرمگی کی حالت میں تاریخ عشر محرم ۱۱۷ھ روز جمعہ کو چھپن برس پانچ مہینے پانچ دن کی عمر میں مدینہ مبارک میں کوئی نہ ہوئی کہتے ہیں اور جواب موسم بکر بلا سے معطلی ہے شہادت اقدس فرمایا [۱۹۲/۱]
- [۲] سیدنا امام عالی مقام حسین مرتضیٰ شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج کرامت کی قدر سے تفصیل خاندان مصطفیٰ کے مولف نے پیش کی۔ وہ رقم ترازی ہیں:
- ۱- حضرت علیؑ بعض کے نزدیک آمنہ بنت ابی مرز و عمرو بن مسعود ثقفی۔ یہ سردار ثقیف کی صاحبزادی ہیں اور حضرت ابوسفیان کی نواسی۔ حضرت سیدنا علی اکبر شہید

رسول انجلی کی اولاد سے ہیں۔

۲- حضرت شہر باؤ: یہ حضرت سیدنا قاروق اعظم کے زمانہ خلافت میں ایران سے قید ہو کر آئے۔ چونکہ یہ شہنشاہ ایران بزرگترین خسرو پر یونین نو شیر و اس کی بیٹی تھیں، اس لیے حضرت قاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مطہرے سے ان کی شادی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دی تھی۔ ان کے صاحبزادے کا نام علی اوسط یعنی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ان کا بیٹا کہا جاتا ہے، درست نہیں۔

۳- حضرت ام اسحاق: یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [جو مشہور صحابی رسول اور مشرہ مشرہ سے ہیں] کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی اولاد حضرت سیدہ فاطمہ کبریٰ اور حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں۔ حضرت ام اسحاق کا پہلا نکاح حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا جبکہ نکاح ثانی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

۴- حضرت دیاب بنت امراء القیس بن عدی: یہ قبیلہ بنو کلب سے تھیں۔ ان کی صاحبزادی کا نام گرامی تھی۔ حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ بعض نے حضرت عبداللہ معروف بہ علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا صاحبزادہ تحریر کیا ہے۔ لیکن بعض نے ان کو خاتون بنو قحطافہ یعنی ام حفصہ کا بیٹا لکھا۔

۵- حضرت حصہ بنت عبدالرحمن: یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی اور حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔ ان سے حضرت محمد بن حسین پیدا ہوئے۔

۶- حضرت ام حفصہ: یہ قبیلہ بنو قحطافہ سے تھیں۔ ان سے حضرت پیدا ہوئے۔ بعض نے حضرت علی اصغر کو ان کا بیٹا تحریر کیا ہے۔

۷- بنت ابوسوسہ انصاری: بعض کے نزدیک ان سے حضرت صغریٰ فاطمہ پیدا ہوئیں لیکن مشہور یہ ہے کہ حضرت صغریٰ فاطمہ کی والدہ ماجدہ کا نام گرامی ام اسحاق تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس طور سے حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ شہزادے:

۱- حضرت علی اکبر، ۲- حضرت علی اوسط امام زین العابدین، ۳- حضرت عبداللہ علی اصغر، ۴- حضرت محمد، ۵- حضرت جعفر اور تین شہزادیاں، ۱- حضرت فاطمہ الکبریٰ، ۲- حضرت فاطمہ صغریٰ، ۳- اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

ان شہزادوں میں آپ کی نسل پاک حضرت سیدنا امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی [خانمان مصنفہ ص ۶۷-۶۸]۔ ایمان کے مطابق حضرت علی اکبر، حضرت شہزادہ نوکی اولاد سے نہیں اور حضرت امام زین العابدین علی اوسط ہیں، علی اکبر نہیں۔ شیخ الانساب کے لکھنے والے میں بھی یہ روایت درج ہے۔ مصنف لکھتے ہیں: یورہ یقول علی اکبر از شہزادہ نوچود [شیخ الانساب قلمی ص ۱۰]۔

[۳] مسالک السالکین میں آپ کی تاریخ ولادت ۵ شعبان المعظم ۳۸ھ بروز جمعرات درج ہے اور تاریخ وصال ۱۸ محرم الحرام ۹۳ھ یا ۹۵ھ مذکور ہے [۳۷]

[۴] مسالک السالکین میں ہے: آپ کے گیارہ صاحبزادے تھے۔ حضرت محمد باقر، عبداللہ حسن، حسین اکبر، حسین اصغر، عبداللہ عمر، زید علی، سلیمان، قاسم اور چار صاحبزادیاں تھیں: بی بی فدیجہ، فاطمہ، علیہ، یکتھم۔ پہلے چھ صاحبزادے یعنی حضرت محمد باقر، عبداللہ حسن، حسین اکبر، حسین اصغر اور عبداللہ کی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر زید علی اور زید علی کی ماں باقی اولاد کی ماں بنت حضرت علی تھیں، آپ کے کل صاحبزادے علم فطری اور جوڑو تھیں کامل اور نماز تھے نسل آپ کی حضرت محمد باقر، زید عبداللہ، حسین اصغر اور علی سے باقی ہے اور ان سے نسل کثیر پیدا ہوئی ہے [مسالک السالکین ۲۱۲/۱]

[۵] مسالک السالکین میں ہے: تعداد میں اولاد کرام کے اختلاف ہے۔ حسب قول ابن الجوزی کے چار صاحبزادے تھے: حضرت جعفر، عبداللہ، امیراجیم، علی، اور دوسرا صاحبزادے آپ میں امام سلمہ و زینب [۲۱۷]

ریاض الانساب ص ۷۳ کے حوالے سے مصنف خانمان مصنف لکھتے ہیں: حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آٹھ صاحبزادے تھے: حضرت امام

جعفر صادق، ۲- حضرت عبداللہ، ۳- حضرت قاسم، ۴- حضرت شمس، ۵- حضرت ابراہیم، ۶- حضرت ابورباب، ۷- حضرت زید، ۸- حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [خانمان مصنفہ ص ۶۸۸]

[۶] صاحب مسالک السالکین کے بیان کے مطابق آپ کے چھ صاحبزادے تھے: حضرت اسمعیل، عبداللہ، اسحاق، محمد علی، یحییٰ اور ایک صاحبزادی ام فرودہ تھیں جن کو ابن الاثیر نے فاطمہ لکھا ہے۔ [۲۲۲/۱]

[۷] مسالک السالکین میں ہے: آپ تمام اہل بیت اور میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے واقع سے تاریخ مدضر المظفر ۱۲۸ھ روز کیشہ کو بعد خلافت مروان الثمار بن محمد بن مروان بن الحکم آخری خلیفہ بنی امیہ کے پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ آپ کی ام ولد بی بی سیدہ بربرہ تھیں۔ آپ نے تاریخ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ روز جمعہ کو بعد خلافت ہارون الرشید خلیفہ عباسیہ کے وفات پائی۔ عزائم انوار مشرق شریف تعداد مقام کا خلیفہ ہے۔ [۲۲۵/۱]

[۸] مرزا عبدالستار بیگ شہسروی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں کثرت بخشی تھی۔ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ آپ کے بیس ۲۰ صاحبزادے تھے۔ حضرت علی رضا، زید، عمیل، ہارون، حسن، حسین، عبداللہ، عبداللہ، عبدالرحمن، اسمعیل، اسحاق، یحییٰ، احمد، ابو بکر، محمد جعفر اکبر، جعفر اصغر، ہمزہ، عباس، قاسم، اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں: بی بی فدیجہ، علیہ، اسما، الکبریٰ بی، اسما، صغریٰ، فاطمہ، الکبریٰ، فاطمہ، الصغریٰ، زینب کبریٰ، زینب صغریٰ، امام کاظم کبریٰ، امام کاظم صغریٰ، ام فرودہ، امام عبداللہ، امام القاسم، آمنہ، سلیمان، محمود، الامامہ، یحییٰ، آپ کے سب صاحبزادے فضل و کمال میں کامل و ممتاز تھے۔ [مسالک السالکین ۲۲۸/۱]

[۹] "خانمان مصنفہ" میں تحریر ہے:

آپ کی والدہ ماجدہ آپ کی داوی تھیں۔ حضرت حمیدہ بربری کی کنیز تھیں۔ ان کو کئی ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ مثلاً: حمیدہ، اروی، شامہ، ام یحییٰ وغیرہ۔ جلاہ الامین میں خیزران، حمزہ اور قطر، امام بھی لکھے ہیں [خانمان مصنفہ ص ۷۰۵]

[۱۰] مسالک السالکین میں کئی روایات یہاں مذکور عبادت سے مختلف درج ہیں۔

ولادت و وصال کے سلسلے میں مرزا عبدالستار بیگ شہسروی لکھتے ہیں:

آپ مدینہ منورہ میں تاریخ الریح الاخر یا الیقینہ ۱۲۸ھ یا ۱۵۳ھ روز پشنبہ کو بعد خلافت ابو جعفر منصور عباسی کے پیدا ہوئے۔ آپ نے تاریخ ۱۹ محرم ۲۰۳ھ روز جمعہ کو بعد خلافت امامون رشید کے وفات پائی۔ مرزا کو ہر بار شہد تھیں میں نے [۲۲۹/۱] مدفن کے سلسلے میں خود صاحب شیخ الانساب نے دو باتیں ذکر کیں۔ پہلے تو ظن کو مدفن تیار پھر خداوند میں شہد میں آپ مدفن ہونا ذکر کیا۔ دوسری روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اگر باہمی پر اعتماد کرتے ہیں اور مسالک السالکین میں بھی یہی ذکر ہے۔ نماز جنازہ کس نے پڑھائی، آپ کے وصال کا سبب زہر خوردنی تھا یا کچھ اور؟ اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب مسالک السالکین کے بیان کے مطابق حضرت نے اپنے خادم ہرثمہ بن امین جو امامون رشید کے بھی خادم تھے ہوا پئے وصال، مدفن نماز جنازہ کی امامت سب کے بارے میں شکلی مطلع کر دیا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد کیا ہوا، یہ صاحب مسالک السالکین سے سنتے۔

"ہرثمہ خلیفہ کے پاس گئے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا، خلیفہ سے سارا حال کہہ دیا۔ خلیفہ نے سن کر بہت رنج و غصہ کیا۔ جب جنازہ تیار ہوا، ایک مرد ناقہ سوار عربی نژاد نے آکر نماز جنازہ پڑھائی اور چلا گیا، جس کا پاؤں جلاش کے پھر پڑھا۔ خلیفہ نے ہارون رشید کی قبر کے پیچھے قبر کھودنے کا حکم دیا، مگر وہ زمین پتھر سے زیادہ سخت تھی۔ کوئی اس کو کھود نہیں سکا۔ پھر جہاں آپ نے بتایا تھا، کھودا گیا، وہاں ایک بیٹی ہوئی تھی۔ یہ تھی قبر برآمد ہوئی۔ جب سفید پائی اٹھانا مقوف ہوا تو آپ کو دفن کیا۔ اللہ وانا الیہ راجعون، بخوابہ العفو و غیرہ میں روایت آپ کی وفات اور غسل و تجفیہ و غسل وغیرہ کے دوسرے طرز پر آئی ہے، بخوف طول نہیں لکھا۔ اس میں حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ طیبہ سے تشریف لانا اور آپ کو غسل و غسل و غسل وغیرہ کا قول ہے خلیفہ امامون رشید نے آپ کو زبردیا تھا مگر یہ قول سراپا غلط ہے۔ اکثر علما نے اہل سنت نے اس کی تکذیب کی ہے۔ بلکہ علامہ



یہ فصل ان سادات کے نسب کے بیان پر مشتمل ہے جو ان بارہ ائمہ سادات کی نسل سے پوری روئے زمین عرب و عجم پر پھیلے ہوئے ہیں۔ بہت سارے بزرگوں اور بڑے شائخ نے ان ائمہ سادات اور ان کی اولوں کے حالات رقم کرنے کا آغاز فرمایا۔ سید محمد بن امام علی تقی کے ایک سونے صابزادے تھے۔ لیکن آپ کی نسل انیس صابزادوں سے جاری ہے۔ ان کا نام علی اکبر ہے، کنیت علی اصغر اور لقب جعفر ہے۔ ان کی ولادت ۲۲۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ایک سو دس تھی۔ وصال مبارک گیارہ محرم الحرام ۳۳۰ھ بروز جمعہ ہوا۔

ای طرح ان کے ایک صابزادے سید اسماعیل تھے۔ نام سید زید تھا۔ کنیت ابو نصر اور لقب اسماعیل بن جعفر بن العاصی تھا۔ ان کی ولادت ۲۶۰ھ یا ۲۸۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کی والدہ حضرت امام حسن مجتبیٰ کے خاندان سے سیدہ تھیں۔ حضرت کی عمر مبارک سو سال تھی۔ آپ کی وفات بصرات کے دن ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ حزار مبارک یمن میں ہے۔ ان کے دو صابزادے تھے۔ ۱۔ سید نصر اللہ۔ ۲۔ سید ابو القاسم سید ابوالبتا کی نسل مصر میں ہے۔ دوسرے بھائی سید نصر اللہ کا نام سید عقیل تھا۔ کنیت حسین اور لقب ناصر ان کی ولادت ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ عمر شریف نوے سال تھی۔ آپ کا وصال ۴۰۰ھ میں ہوا۔ حزار مبارک مشہد مقدس میں سید ناصر عرف کرتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چلہ گاہ متصل ہے۔ حضرت امام علی رضا کے حزار سے تین کون کا قاصد ہے۔

حضرت سید عقیل کے دو صابزادے تھے: ۱۔ سید اشرف۔ ۲۔ سید اکرم۔ سید اکرم کے دو صابزادے تھے: ۱۔ سید احمد۔ ۲۔ سید محمد، ان دونوں کی نسلیں یمن میں ہیں۔ سید اشرف کی کنیت ابو اشرف احمد ہے اور لقب سید بارون، ان کی ولادت ۳۳۰ھ میں ہوئی، عمر مبارک نوے سال تھی۔ آپ کی وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی قبر مبارک بغداد

میں ہے۔ سید اشرف کے تین صابزادے تھے: ۱۔ سید محمد شریف۔ ۲۔ سید عبد اللطیف۔ ۳۔ سید محمد شجاع۔ سید محمد شجاع کے چار صابزادے تھے: سید انور، سید منور، سید عبد الحکیم، سید عبدالرحیم۔ سید عبد اللطیف کے تین صابزادے تھے: ۱۔ سید بارون۔ ۲۔ سید ابوب۔ ۳۔ سید نقیب۔ ان تینوں کی نسلیں ملک شام اور مغرب میں ہیں۔

سید محمد شریف کی کنیت ابو اکرم ہے، اور لقب سید حمزہ۔ ان کی ولادت ۳۶۰ھ میں ہے۔ عمر شریف پچاس سال تھی۔ آپ کی وفات ۴۱۰ھ میں ہوئی۔ قبر اطہر بغداد مقدس میں ہے۔ آپ کے تین صابزادے تھے: ۱۔ سید اکرم۔ ۲۔ سید مکرم۔ ۳۔ سید معظم، سید معظم کے تین صابزادے تھے: ۱۔ سید باہم، سید قاسم، سید سلیمان۔ سید مکرم کے ۹ صابزادے تھے: سید احمد، سید محمود، سید حامد، سید نوح، سید الیاس، سید سلیمان، سید بارون، سید حسن، اور سید حسن۔ [۱] ان کی نسلیں یاجتین یا جتین میں ہیں۔ سید اکرم کا لقب جعفر ہے اور کنیت ابو القاسم۔ آپ کی ولادت ۳۸۸ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ حزار مبارک بغداد مقدس میں ہے۔ آپ کے ایک صابزادے سید فضل تھے جن کی کنیت ابو القاسم اور لقب سید زید۔ سید فضل علم و فضل و کمال کی بے شمار عظمتیں رکھتے تھے۔ آپ قادی سوہ تھے، ایسے دلکش انداز میں قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے کہ لوگ سن کر مدھوش اور بے خود ہو جاتے۔ چنانچہ خلیفہ بغداد نے آپ کو خطبہ خوانی کی ذمہ داری سہروردگی تھی۔ آپ نے بہت عذر پیش کیا لیکن خلیفہ نے قبول نہ کیا اور کہنے لگا کہ مدعاؤہ رسول! آپ کے سوا کسی کی زبان سے خطبہ نہیں بھاتا۔ حالانکہ بغداد مقدس مشاہیر خلا اور بڑے بڑے خطیبوں سے بھرا ہوا تھا۔ سید فضل کے دو صابزادے تھے: ۱۔ سید منور۔ ۲۔ سید مظفر، سید مظفر کے چار صابزادے تھے: سید فخر الاسلام، سید ضیاء الدین، سید موسیٰ، سید یحییٰ، ان کی اولادیں دیار کراہ اور موصل میں ہیں۔

سید منور کی کنیت ابو ابراہیم اور لقب سید ابو القاسم ہے۔ حضرت کی ولادت ۴۰۰ھ میں ہے۔ عمر شریف اسی سال تھی، وصال مبارک ۴۸۰ھ میں ہے۔ قبر اطہر

بغداد مقدس میں ہے۔ آپ کے ایک صابزادے سید انور تھے جو دیار مقدس کے حاکم تھے۔ سید انور کی کنیت علی اکبر اور لقب سید ابراہیم ہے۔ آپ کی ولادت ۴۲۰ھ میں ہے۔ عمر مبارک اسی ۸۰ سال تھی۔ وصال ۵۰۰ھ میں ہے۔ [۲] حزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ سید انور کے تین صابزادے تھے: ۱۔ سید احمد۔ ۲۔ سید مجید۔ ۳۔ سید محمود۔ سید محمود کی نسل گجرات میں ہے۔ چنانچہ سید اسماعیل احمد آبادی سید محمود کی نسل سے ہیں۔ سید مجید کی ایک صابزادی سیدہ عائشہ تھیں۔

سید احمد کی کنیت ابو احمد اور لقب سید محمد شجاع تھا۔ آپ کی ولادت مبارک ۴۳۰ھ میں ہے۔ عمر شریف چالیس سال تھی۔ وفات ۴۸۰ھ میں ہوئی۔ حزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ آپ کے ایک صابزادے سید احمد تھے۔ عائشہ بنت سید مجید بن سید انور، سید احمد کی بیوی تھیں۔ سید احمد زبردست عالم دین تھے۔ انہوں نے تیس سال تک مدینہ منورہ میں درس حدیث دیا ہے۔ اسم گرامی سید احمد تھا، کنیت ابو القاسم اور لقب سید محمد شجاع الملک۔ ۴۶۰ھ میں ولادت مبارک ہے۔ عمر شریف اسی سال تھی۔ [۳] ۵۳۰ھ میں وصال ہوا۔ حزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ آپ کے ایک صابزادے سید محمد تھے۔

حواشی

- [۱] شیخ الانساب کے گفتوی نسخے میں سید مکرم کے اغلاف کی یہ ترتیب ہے: سید حامد، سید محمود، سید احمد، سید نوح، سید الیاس، سید سلیمان، سید بارون، سید حسن، سید محمد بن شیخ الانساب [۱۹]
- [۲] گفتوی نسخے میں عمر مبارک نوے سال اور بن وصال ۵۱۰ھ تحریر ہے [۱۹-۲۰]
- [۳] احمد آبادی اور گفتوی دونوں نسخوں میں ولادت ۳۶۰ اور وفات ۵۳۰ھ اور عمر مبارک ۱۰۰ سال تحریر ہے۔ اس نسخے کو نہیں سمجھا لیکن سکا۔ یا تو سال وفات کی تحریر میں ہو دیا یا عمر مبارک اسی سال تھی۔

خانوادہ شعبان ملت قدس سرہ

سید حامد کی کنیت ابو محمد تھی اور لقب سید اکرم۔ آپ کی ولادت ۵۰۰ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ ۵۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ قبر اطہر مدینہ منورہ میں ہے۔ آپ طائف کی لشکر گاہ کے حاکم تھے۔ آپ کے ایک صابزادے محمد تھے۔ آپ کی عمریت سید محمد شجاع الملک تھی۔ اسم گرامی سید جعفر ثانی اور علم میر سید محمد کی۔ آپ کی ولادت بیت اللہ خانہ کعبہ کے سخن میں ہوئی۔ آپ کی والدہ زیارت بیت اللہ کے لئے تھی ہوئی تھیں۔ وہیں دروزہ شروع ہو گیا کہ گھر تک پہنچنے کی طاقت نہ رہی۔ باآخراً آپ بیت اللہ شریف ہی میں تولد ہو گئے۔ حضرت کی ولادت ۵۳۰ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ایک سو چار سال تھی۔ تیس سال کی عمر میں بزور شمشیر یمن کی حکومت حاصل کی اور سارے عالم عباسیوں کو فتح کر دیا۔ تقریباً دس سال یمن پر حکمران رہے۔ چنانچہ آپ کے دو صابزادے میر سید شمس اور میر سید باہم یمن میں ہی پیدا ہوئے۔ آخر کار آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے آپ کو دروئی اور ایک کنورا پانی عطا فرمایا اور فرمایا: میں تمہیں ہندوستان پر لشکر کشی کی ذمہ داری سونپتا ہوں۔ میر سید محمد کی سب سے بڑی نسل میں اپنا ایک نائب متعین کیا اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اور بارگاہ رسول میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ پھر بارگاہ رسالت سے حکم ہوا کہ جلد جاؤ، ہندوستان کی زمین شدت سے تمہارا اشتغال کر رہی ہے۔ اس کے بعد آپ مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور یہاں دو مہینہ قیام فرمایا۔ پھر سرکار کا حکم ہوا کہ جلد جاؤ سرزمین ہندوستان تمہارا شدت سے اشتغال

کرتی ہے۔ اس کے بعد آپ تقریباً تیس ہزار سواروں کے ساتھ کافروں سے جنگ کرتے ہوئے ہندوستان کی سمت روانہ ہوئے۔ میر سید محمد کی اس علاقے کے کافروں سے جنگ کرتے ہوئے اس صحرائے کبک جہاں اب شہر بھکر (پاکستان) آباد ہے۔ یہ صحرائے کافروں کی شکار گاہ تھیں حضرت نے قتل کروا دیا تھا۔ آپ نے اس صحرائے کبک میں ہونے والے جنگ کی اور ایک شہر آباد کرنے کی بنیاد ڈالی، جس کا نام پھر تجویز فرمایا۔ سندھ میں قاف کو کاف کی طرح ادا کرتے ہیں اس لئے سندھی اس کو کہنے لگے جو بعد میں بھکر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حضرت میر سید محمد کی وفات ۶۳۳ھ میں ہوئی۔ قبر اطہر بھکر اور بھکر کے درمیان واقع ہے۔ سکھر اور بھکر کے درمیان سات دریاں نکلے ہیں۔ اس جگہ کو دریا واقع ہے۔

حضرت میر سید محمد کی کنی شادیاں فرمائیں۔ سیدنا شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی صاحبزادی کے نظن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے۔ ان کے علاوہ دو صاحبزادے سید شمس اور سید ماہ جو کنی میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ قاضی صاحب کی صاحبزادی کے نظن سے تھے۔ دو صاحبزادے سید صدر الدین اور سید بدر الدین جو بھکر میں پیدا ہوئے تھے، یہ بھی قاضی صاحب [۱] کی صاحبزادی سے تولد ہوئے۔



سید بدر الدین قدس سرہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی صاحبزادی حضرت میر سید جلال الدین سرخ قدس سرہ کے عقد میں دیدی۔ حضرت میر سید جلال بخاری کہتے ہیں، صحیح النسب سادات اور حضرت سید بدر الدین کے یکہ بندی ہیں، کیونکہ حضرت سید جلال بخاری بھی حضرت سید علی اعتر کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت و خلافت حاصل تھی، لیکن اس عقد سے سید بدر الدین کے بھائی میر سید صدر الدین میر شمس اور میر ماہ ان سے سخت ناراض ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان بھائیوں نے

بدر الدین کو بھکر سے شہر بدر کر دیا کہ کیوں تم نے ایک فقیر کو نبی دیدی۔ چاہے تم بھی فقیر ان کو اس کے ساتھ گھومتے پھرو۔ آخر کار میر سید بدر الدین نے قبضہ اوچے میں اقامت الیہ فرمائی۔ حضرت میر سید محمد کی اولاد میں بہت کثیر ہیں جو بھکر کی سادات کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت میر سید محمد کی بھکر کی صاحبزادگان کے حضرات طبیات قلندہ بھکر میں تھیں۔



میر سید صدر الدین بن سید محمد کی ایک نام سید امام الدین بھی ہے۔ کنیت سید علاء الدین اور عرفیت سید صدر الدین ہے۔ حضرت کی ولادت بھی بھکر میں ہوئی۔ رجب کی دس تاریخ تھی اور سال ۶۰۰ھ۔ عمر مبارک ساٹھ سال نو سینے ہوئی۔ وصال مبارک ۲۱ محرم الحرام ۶۶۹ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بھکر کے قلعے میں ہے۔

حضرت سید صدر الدین کے چار صاحبزادے تھے۔ ۱۔ سید تاج الدین، ۲۔ سید بدر الدین بدر عالم، ۳۔ سید علاء الدین، ۴۔ سید نصر اللہ۔



سید بدر الدین بدر عالم کا نام علی اکبر، کنیت عبداللہ اور لقب بدر الدین تھا۔ آپ کی ولادت جمعرات کے دن ۲۵ شعبان الحظرم ۶۳۰ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک پچاس سال تھی۔ وفات ۶۸۰ھ میں ہوئی۔ قبر اطہر بھکر میں ہے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ ۱۔ سید دولت احمد، ۲۔ سید محمدی الدین، ۳۔ سید رکن الدین، ۴۔ سید علی مرتضیٰ معروف بہ بلی شعبان۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم، ام گرامی سید علی مرتضیٰ اور لقب بلی شعبان ہے۔ حضرت شعبان کا بلی اس لئے کہتے ہیں کہ نیک شب برات کے دن تولد ہوئے۔ حضرت شعبان ملت کی ولادت مبارک ۶۶۰ھ میں قبضہ لہندی (پوہلی) میں ہوئی جو بھکر اور بھکر سے متصل ہے۔ عمر مبارک سو سال ہوئی۔ وصال شریف ۱۳ ذی الحجہ بروز جمعرات ۶۶۰ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قبضہ جھوٹی (لا آباد)

میں ہے۔ گنگا اور جمنادوں دریا حضرت کے مزار کے پاس مل جاتے ہیں۔



حضرت شاہ شعبان ملت کے جھوٹی کا بی اقامت گاہ بنانے کی تقریب یہاں ہوئی کہ حضرت کی عمر جب تیس سال کی ہوئی تو دل میں عشق الہی کا دریا جوش زن ہوا۔ حالت یہ ہوئی کہ جہاں عارفین اسرار الہی کا چرچا سنتے، وہاں پہنچ جاتے اور ان کی محبت کے فیض سے شرف یاب ہوتے۔ اخیر میں آپ ملتان حاضر ہوئے اور حضرت شمس الدین عینی [۲] کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شمس نے آپ کے ساتھ بڑے فضل و کرم کا معاملہ فرمایا پھر کہنے لگے کہ تمہارا صدر دہری چلے ہے۔ ہمارے یہاں جذب کی تربیت ہوتی ہے اور تمہارے مقدر میں ولایت سلوک ہے۔ حضرت شعبان ملت نے عرض کیا کہ میرا حصہ طریقت جہاں اور اس کی نشاندہی فرمائیں۔ حضرت شمس نے فرمایا: حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا کی خدمت میں چلے جاؤ۔ حضرت شعبان ملت جب حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت مخدوم نے آپ کو اپنے نیرہ حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح کے پیرا کیا۔ آپ حضرت سید شمس اور حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا قدس سرہا کی ہدایت کے مطابق حضرت مخدوم شاہ رکن الدین بن حضرت شاہ صدر الدین بن مخدوم بہاء الدین زکریا قدس سرہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس وقت حضرت مخدوم شاہ رکن الدین ابوالفتح نے آپ کو دیکھا تو بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا: الحمد للہ! ایک شیر زہارے جال میں آیا ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ شعبان ملت حضرت سے عرض کی: ہمیں کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضرت مخدوم ابوالفتح نے فرمایا: سلسلہ سہروردیہ کی تربیت کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ چالیس روزے لے [۳] کے رکھو، پھر چالیس دن وقت دوام رکھو یعنی سات دن تک لے کی مانتا روزہ رکھو۔ اس کے

بعد ایک چلے چھو۔ ان مراحل سے گذر کر آؤ تو کچھ باتیں بتاؤں گا۔ حضرت مخدوم ابوالفتح کی ہدایت کے مطابق حضرت شعبان ملت نے روزوں کے مجاہدے کئے، اس کے بعد حضرت مخدوم نے آپ کو چہل اسماء کا فضل عطا کیا۔ حضرت چہل اسماء کے وظیفے میں مشغول ہوئے تو اسی دوران حضرت خضر طیبہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حضرت خضر سے بھی نوامد باطنی حاصل کئے۔ یہ باتیں کرنے کے کچھ دنوں بعد آپ نے حضرت مخدوم رکن الدین ابوالفتح سے اپنی بیعت میں لینے کی درخواست کی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: تمہارا حصہ بیعت ہمارے دوست شیخ منہاج الدین حسن کے پاس ہے جو بہار میں رہتے ہیں۔ وہاں جا کر اپنا حصہ حاصل کرو۔ حضرت شاہ شعبان ملت، حضرت مخدوم کی ہدایت پر بہار کو روانہ ہوئے۔ جس وقت آپ بہار پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین شہر سے باہر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ سید آؤ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ حضرت شعبان ملت نے حضرت منہاج الدین حاجی الحرمین کی خدمت میں رہ کر سعادتیں حاصل کیں۔ بارہ سال تک حضرت حاجی الحرمین کی خدمت میں مصروف رہے۔ بارہ سال کے بعد حضرت مخدوم منہاج الدین نے حضرت سید شعبان ملت کو بیعت سے شرف یاب کیا اور فرمایا: شیخ پورہ جا کر قیام کرو۔ حضرت شعبان ملت مرشد برحق کے حکم پر شیخ پورہ حاضر ہوئے اور دو سال تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم منہاج الدین نے شعبان ملت کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: کل رات میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ شعبان کو یہاں سے کافروں کے گٹھ پھاگ بھیجنا کہ وہ وہاں جا کر رسم اسلام جاری کرے۔ حضرت شعبان ملت مرشد گواہی کے حکم پر بیگ کو روانہ ہو گئے۔ پچاس خداسیدہ درویش رہتا بھی حضرت منہاج الدین کی خلافت سے آپ کے ساتھ ہو گئے۔ فقرا نے محمدی کی یہ جماعت جب جھوٹی پچھی تو اس وقت اس جگہ کا نام ہر لوگ پور تھا۔ جھوٹی سے دشمن جانب بہت گھنا چنگل تھا۔ ان حضرات نے اسی چنگل میں ہونے والے کنگا کے کنارے قیام فرمایا۔ ان فقرا نے اسلام نے نماز کے لئے ان

دی۔ ہر لوگ پورے کے فریاد نے کہا کہ یہ ٹیٹھ کہاں سے آئے جو ہمارے علاقے میں آکر اذان دے رہے ہیں۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ جا کر کہو: تم لوگ مسلمان ہو، یہ علاقہ ہندوؤں کا ہے، اس لئے یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ یہاں تمہارا ٹیٹھ آچھا نہیں ہے۔ بہت جیل و جت کے بعد حضرت شعبان ملت نے فرمایا: میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیغمبر کے حکم سے یہاں آکر ٹیٹھ ہوں۔ تمہارے بلانے سے نہیں آیا کہ تمہارے کہنے سے چلا جاؤں۔ ہمیں اس جگہ رسم اسلام جاری کرنی ہے، چاہا نہیں ہے۔ پس اس مردود راہ نے اپنے نوکروں کو بھیجا تا کہ حضرت مخدوم شعبان ملت اور ان کے رفیقوں کا سر کاٹ کر دریا میں ڈال دیں۔ کا فر راہ کے یہ لوگ حضرت شعبان ملت کو صوبہ نے لکھے۔ جب نزدیک پہنچے تلوار نکالی اور جاہا کنگل کر دیں۔ حضرت مخدوم نے انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے پرچال لگا کر م سے انہیں دیکھتے ہوئے فرمایا: اے قلوب مرخ، اے سناکنان مرخ، ان کا فروں کو کول کر دو۔ یس سارے کا فروں کا سر یکبارگی تن سے جدا ہو گیا۔ یہ خبر مردود راہ تک پہنچی، فریاد خود سوار ہو کر آیا، ایک توپ چھوڑی جس سے حضرت شعبان ملت کے سات مرید و رویش شہید ہو گئے۔ اب حضرت شعبان ملت اٹھ کھڑے ہوئے اور یار مرخ کا نعرہ لگا کر م کے ساتھ لگا لگا، بجز ہر لوگ اور اس کی فوج کے سر قلم ہو گئے۔ پھر قلعہ کی طرف لگا کر م سے دیکھتے ہوئے تیسری بار یار مرخ کا نعرہ لگا لگا، سارے قلعہ کوڑ سے الٹ دیا۔ اس کی عمارتیں تہہ و بالا کر دیں۔ وہ کا فر راہ اپنی فوج کے ساتھ واصل بنیم ہوا۔ حضرت نے رسم اسلام جاری کی۔ باقی سارے ہندو اس چشم دید زلزلہ کی دہشت اور اسلام کی قوت ایمانی دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ مخدوم سید شعبان ملت نے وہاں طرح اقامت ڈالی۔ چند سال وہاں رہ کر گنگا پار کی حویلی پیگ میں موشع چرئی کے اندر سکونت اختیار کی اور پھر اسے اسلام کو جھوٹی میں رہنے دیا۔

مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین نے مکہ کی حاضری کا ارادہ فرمایا، جس وقت جھوٹی ہو گئے، حضرت کے رفقا سے دریافت فرمایا کہ ہمارا دوست سید

شعبان ملت کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کی: موشع چرئی کی حویلی پیگ میں چلے میں مصروف ہیں۔ حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین وہاں سے روانہ ہو گئے۔ مذکورہ دیہات چرئی کا حضرت کو علم نہ تھا کہ کہاں ہے؟ آخر کار سید سراوان سے متصل ایک باغ تھا، وہاں پہنچ گئے۔ حضرت سید شعبان ملت نے تکلف سے معلوم کر لیا کہ حضرت مخدوم ہماری بیٹھی میں کہاں تک تشریف لائے ہیں۔ ایک شخص حضرت شعبان ملت کو تھوڑا سا دودھ پزور کر گیا تھا۔ حضرت کے حجرے میں تھوڑا چاول بھی پڑا ہوا تھا۔ چاول کو دودھ میں ڈال کر کھیتی سر پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ جب باغ کے نزدیک پہنچے تو حضرت مخدوم حاجی الحرمین نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت شعبان ملت اس عظمت و کمال کے باوجود بہت ہی عاجزی اور تواضع کے ساتھ ڈولتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تعال یا سیدی مرخیا۔ آئیے یا سیدی مرخیا تشریف لائیے۔ اسی دوران سید شعبان ملت کے دل میں جو نورانی حجاب پڑا ہوا تھا، وہ اٹھ گیا۔ مخدوم حاجی الحرمین نے دودھ اور چاول کی بنی کھیر خوشی تاول فرمائی۔ جو بیج رہی، اسے حضرت شعبان ملت کو عطا فرمایا کہ کھائیں تاکہ تیرے فرزند اور مریدین قیامت تک اس کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہیں۔ حضرت مخدوم حاجی الحرمین نے جو دعائیہ لہجے سن رکھے، حضرت شعبان ملت کو ای جگہ عطا فرمادیں اور فرمایا کہ عزم! میں نے تیرا مکمل کر دیا۔ پھر آپ شعبان ملت کے ساتھ موشع چرئی تشریف لائے۔ چند دن قیام فرمایا پھر رخصت ہو کر مظفر کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ نے وقت رخصت شعبان ملت سے فرمایا: میں مکہ مظفر جا رہا ہوں، وہیں وفات پاؤں گا۔ تم بہار چلے جاؤ۔ ہمارے پیغمبر اللہ بن ابراہیم نے اپنے مرشد شیخ رکن الدین ابوالفتح کا عطا فرمودہ جو فرقہ مجھے عنایت کیا تھا، وہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ تم بہار جا کر وہ فرقہ زیب تن کر لو اور کچھ دن وہاں ٹیٹھ کر کے صابرا جزا سے شیخ صدر الدین گوردھانی تربیت دو، اس کے بعد جھوٹی واپس آ کر قامت اختیار کرو۔ چنانچہ حضرت سید شعبان ملت نے چند رویش اس دیہات چرئی میں چھوڑے

اور چند گھنٹہ کو جھوٹی میں ٹیٹھ لیا اور اپنے پیغمبر کے مطابق خود بہار کو روانہ ہو گئے۔ جب بہار شریف پہنچے تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت حاجی الحرمین کے صاحبزادے شیخ صدر الدین نے بہت جاہا کہ تالا ٹھول کر فرقہ زیب تن کریں لیکن جس وقت وہ حجرہ کے نزدیک پہنچے، اس قدر گرامی ہوئی کہ وہ برداشت نہ کر سکے اور تالا کھولنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بالاخر حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت حاضر ہوئے۔ حجرہ کھولا اور فرقہ زیب تن فرمایا۔ اس دیار کے سارے اکابر اور مشائخ نے حاضر ہو کر حضرت شعبان ملت کو اس نعمت کے حصول پر مبارکباد دی۔ صرف حضرت شیخ احمد چم پوٹھ قدس سرہ (۳۱۶) رہ گئے، کیونکہ حضرت شعبان کے مرشد شیخ منہاج الدین اور حضرت چم پوٹھ کے درمیان تعلقات استوار نہیں تھے۔ اس کا سبب یہ رہا کہ سارا بہار شریف حضرت مخدوم حاجی الحرمین کی ملکیت تھا۔ حضرت چم پوٹھ نے ایک ہرن کی کھال کے برابر زمین حضرت مخدوم سے طلب کی۔ مخدوم حاجی الحرمین نے عطا فرمادی۔ حضرت چم پوٹھ نے اس کھال کا تمہ بنا کر زمین تالی اور اسے قبضے میں لے لیا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے، کہاں تک لکھوں۔ آخر کار مخدوم حاجی الحرمین رنجیدہ ہو کر مکہ مظفر کو روانہ ہو گئے اور صاحبزادے سید صدر الدین کو سجادہ نشین کی حیثیت سے وہاں چھوڑ گئے۔

فرقہ پوٹی کے بعد حضرت مخدوم شعبان ملت نے کچھ مدت تک بہار شریف میں قیام کر کے صاحبزادہ سید صدر الدین کی روحانی تربیت فرمائی پھر جھوٹی تشریف لے آئے۔

ایک دن حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت کھڑاؤں باہن کر دیا کے اندر سیر کو تشریف لے گئے۔ چلتے چلتے ایک دلکش اور فرحت بخش مقام تک پہنچے جسے بیگہ دیوہا کہتے ہیں۔ یہ جگہ جھوٹی سے بیچم کی جانب تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ حضرت کو یہ جگہ ایسی پسند آئی کہ وہیں عبادت الہی میں مصروف ہو گئے۔ وہاں سبحان نام کا ایک دیوہا تھا۔ اس نے حضرت شعبان ملت سے حجت شرعاً کر دی کہ

یہ جگہ تو میری ہے اور تو لیچھا انسان اس جگہ کیا کر رہا ہے۔ اگر تیرے جانتا ہے تو فوراً اپنی جان لے کر میرے سامنے سے دفع ہو جا ورنہ میں تجھے ہلاک کر دوں گا۔ حضرت شعبان ملت نے مسکراتے ہوئے فرمایا یہ جگہ اب تک میری ہی لیکن وہ خدا جومات سے دن کو اور دن سے رات کو نکالتا ہے، اس خدا نے یہ جگہ مجھے عطا فرمادی اور تیرے جگہ اسلام کو غالب کیا۔ مردود راہ نے یہ سن کر فیضاً اڑ گیا۔ حضرت شعبان ملت نے اپنی کھڑاؤں کو اشارہ فرمایا کہ جا کر اسے نیچے اتار لائیں۔ دیو نے بہت کوشش کی لیکن اس کی ایک نہ چلی۔ آخر کار اس جگہ سے بھاگ کر اریٹل پہنچا جو جھوٹی کے مقابل جتنا کے کنارے ایک پرانا شہر تھا۔ دونوں دریا کے درمیان ایک گاؤں تھا پتیاک [۵] جہاں برہمن ہندو جینوں گھلے میں ڈالے مذہبی تربیت اور غسل دینے کے لئے زمانہ قدیم سے آ رہے تھے۔

اریٹل میں ایک ہندو راہ تھا جس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ سبحان دیو اس راہ کے پاس ایک بوٹی کی صورت میں حاضر ہوا اور فریاد کی کہ آپ کے باپ دادا کے زمانے سے میں اس دیہات میں موجود تھا۔ ایک ایک لیچھے نے آکر مجھے اس جگہ سے نکال دیا ہے اور میری جگہ پر خود قبضہ ہما بیٹھا ہے۔ اگر تو اپنی سلامتی چاہتا ہے تو فوراً اپنے آدمیوں کو وہاں بھیج کر اسے نکال باہر کر اور اگر وہ حرام ہوتو اسے قتل کر دے، ورنہ یہ لیچھے رفتہ رفتہ وہاں قدم بتالے گا اور ہندو مذہب کی ساری رسمیں مٹا سیت کر دے گا۔ راہ نے جوئی کے کہنے پر غل کیا۔ جب اس کے آدمی دریا کے کنارے پہنچے اور چاہا کہ کشتی پر سوار ہوں، سارے ماہی گیر بندھے ہو گئے۔ ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ اس لیچھے کی کرامت ہے۔ سب نے مل کر حضرت سے غائبانہ فریاد کی اور اپنے کہنے سے توبہ کی۔ اسے بابا اہم ایک راہ کے کہنے سے یہاں آئے تھے جس کے ہم فوکر ہیں۔ ہمارا ذرہ برابر کوئی تصور نہیں ہے۔ اگر ہماری آنکھیں پھر سے روشن ہو جائیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور آپ کے ہاتھوں پر توبہ کر لیں گے، چاہے تو کوئی رہے یا جائے۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ اپنے چہرے سے اس جانب سے پھیر لو۔ انہوں نے

اختیار کرے، وہ اپنے کو شیخ کہے گا۔

حضرت میر سید محمد بخاری کی وفات کے بعد حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ بارہ سال بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہندوستان واپس ہوئے۔ جب دہلی پہنچے تو حضرت سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے پشتینہ کا ایک خرقد اور ایک تاج حضرت مخدوم کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم شاہ تقی حضرت سلطان المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا: ہاں میں نے بھی دیکھا ہے۔ حضرت مخدوم شاہ تقی الدین، حضرت سلطان المشائخ شاہ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں ایک سال رہ کر تربیت یابن لیتے رہے۔ ایک سال بعد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو خلافت مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ یوقت رخصت فرمایا: حضرت میر سید علاء الدین جیوری سے بھی ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیا کے بعد آپ حضرت میر سید علاء الدین جیوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ چنانچہ آپ کے خاندان میں سلسلہ کبرویہ اور اشغال کبرویہ حضرت میر سید علاء الدین جیوری سے پہنچے ہیں۔

انہی زمانے میں حضرت کا استغراق بہت بڑھ گیا تھا۔ عالم یہ تھا کہ آپ کو اپنے مرتبے کی ترنٹوں ہوتی تھی۔ حضرت مخدوم کو پتہ نہ ہوتا کہ آج کون سا دن اور کون سا مہینہ ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس ایک کاغذ کا ورق لے کر حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا کہ حضور آپ اپنا نام گرامی تحریر فرمادیں۔ حضرت نے قلم اٹھایا پھر عالم حیرت میں چلے گئے۔ خادم سمجھا کہ اپنا نام بھول گئے ہیں۔ اس نے عرض کی: حضور کا اسم گرامی شاہ تقی ہے، اس کے بعد حضرت نے اپنا نام اس کاغذ پر تحریر فرمایا۔ ایک دن جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر عالم حیرت میں چلے گئے۔ خادم سمجھا گیا کہ حضرت اپنا داہنا قدم بھول گئے ہیں۔ خادم نے اپنا ہاتھ حضرت کے داہنے پیر پر رکھ کر عرض کی: حضور کا داہنا پیر یہ

ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اپنا داہنا قدم مسجد میں رکھا۔

مستقل ہے کہ حضرت شاہ دار بلخ الدین قدس سرہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت شاہ دار نے دریافت کیا کہ آپ نے نزدیک وصول کیا ہے؟ فرمایا: لا الہ الا اللہ۔ پھر شاہ دار نے پوچھا: اللہ کے کیسے ہیں، یعنی کیا ہے، اثبات کیا ہے؟۔ اور وہ شاہ تقی نے فرمایا: نبی سے مراد اپنی ذات کی نفی ہے اور اثبات سے مراد حق تعالیٰ کا اثبات ہے۔ حضرت شاہ دار نے پھر دریافت فرمایا: سلسلہ سہروردیہ کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا: خود فراموشی، اپنے کو بھول جانا۔ پھر دریافت کیا: خود کیا ہے اور خدا کیا ہے؟ حضرت مخدوم شاہ تقی نے فرمایا: خود وہو ہے اور خدا سوہو ہے۔ یہ باتیں ایک محفل میں ہوئیں جنہیں جنہیں بھی حاضرین نے سنا۔ یہ دونوں بزرگ تین دن تک ملت میں رہے۔ معلوم نہیں وہاں کیا کیا سوال و جواب ہوئے۔ یہ حضرات تین دن بعد حجرے سے باہر آئے۔ حضرت شاہ دار، حضرت مخدوم شاہ تقی کے حضور بہت مودب ہو کر بیٹھے اور کہنے لگے: الحمد للہ اس دربار میں ہم نے ایک ولی دیکھا۔ اس کے بعد حضرت شاہ دار قدس سرہ وہاں سے رخصت ہوئے۔

حضرت شاہ جلال گج رواں قدس سرہ بھی جھومی میں حضرت مخدوم شاہ تقی سے ملاقات کو تشریف لائے۔ حضرت شاہ جلال قدس سرہ نے حضرت مخدوم سے دریافت فرمایا: جسم آدم انہیں چار عناصر [آگ، پانی، مٹی، ہوا] سے مرکب ہے یا وہ نادر سے دوسرے ہیں؟ حضرت مخدوم نے فرمایا: وہ عناصر اربعہ دوسرے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا: وہ کیسے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ وہ مٹی، ہوا، پانی اور آگ دوسرے ہیں، جن سے جسم آدم نے ترکیب پائی ہے۔ چنانچہ اس خاک کے بارے میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس سے جسم انسانی کی ترکیب ہوئی ہے، نسوم تبدیل الا رض غیر الارض [ابراہیم: ۲۸] جس دن ہول جائے گی زمین اس زمین کے سوا لاخر الایمان [پھر آپ نے پوری آیت پڑھی۔

وہ پانی دوسرا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کسل شیخ

حس من الماء ہر پانی پینے سے زندہ ہے۔ جس معلوم ہوا کہ وہ پانی دوسرا ہے۔ وہ یہ پانی نہیں ہے کہ اس پانی سے بہت سے نباتات جل جالتے ہیں۔ وہ ہوا اور آگ بھی دوسری ہے جس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔ چنانچہ قیام کی خبر دینے والے نبی فرماتے ہیں: لا تتبوا الريح فان الريح هو نفس الرحمان۔ ہوا کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ وہ رحمان جھونکا ہے۔ وہ آگ بھی یہ آگ نہیں، دوسری آگ ہے۔ چنانچہ حضور نے وہی کی زبان سے فرمایا: انزل اللہ الموقدۃ التي تطلع علی الافئدة [احقر: ۶۵-۶۶] اللہ کی آگ کہ جھلک رہی ہے، وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ جس معلوم ہونا چاہیے کہ وہ مٹی، پانی، آگ اور ہوا جن سے انسان کی تخلیق ہوئی، وہ عناصر دوسرے ہیں۔ اس کے بعد ایک ہفتے تک یہ دونوں بزرگ خلوت میں رہے اور معارف الہیہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ پتہ نہیں وہاں کیا کیا سوال و جواب رہے۔ یہ شعر مخدوم شاہ جلال گج رواں سے منسوب ہے۔

اسے تقی الدین توتنی سیف خدا سر عدم راکبن از تن جدا
اسے مخدوم شاہ تقی الدین آپ اللہ کی تلوار ہیں۔ میرے دشمن کا سر بتن سے جدا کر دیتے۔ یہ ربانی خود حضرت مخدوم شاہ تقی الدین صاحب کی ہے۔

رخت ہستی برور ختاری بایہ کشید
عمرانک بہت سے بسیاری بایہ کشید
قطرہ اشکر اگر شد بر سر مژگان گرہ
خوب شد خماز ما بر دراری بایہ کشید
ساقی کے در پر سرمایہ ہستی لٹا دینا چاہیے، عمر تھوڑی ہے، نہ زیادہ سے زیادہ شراب پی لینی چاہئے۔

اگر میرا قطرہ اشک پگھل کر چا کر پھندے کی صورت ہو گیا ہے تو اچھا ہوا۔
چٹھلی کرنے والی کی بٹی سزا ہے کہ اسے سولی دیدی جائے۔

حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ کی دوسری رباعی:

خواہی کہ شوی داخل ارباب نظر
از قال جمال بایت کرد گذر
از گفتن ترحیم موحد نہ شوی
شیریں نہ شود دہان ز نام شکر

اگر ارباب نظر کے ذمے میں شامل ہونا چاہتے ہوتو قال سے نکل کر حال کی منزل میں قدم رکھو۔ صرف کلمہ توحید پڑھ لینے سے موند کال نہ ہو جاوے گا، جس طریقے سے صرف شکر کا نام لینے سے نہ صدمہ نہیں ہوتا۔

ایک شخص نے حاضر ہو کر حضرت مخدوم شاہ تقی سے سوال کیا: اے مسرت دے خود شیخ توحید کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: توحید یہ ہے کہ جلوہ وحدہ لا شریک میں گم ہو کر تو معلوم چیزیں بھول جائے اور وہو ہم چیز سمیٹے اور جو کوئی نادر اور دوسری چیز فراموش کر دے۔ صرف اللہ اللہ ہی تیرے ہر سمت جلوہ گر ہو۔ حضرت مخدوم شاہ تقی کے کشف و کرامات اور خرق عادات سے شمار ہیں، کہاں تک بیان کروں۔

حضرت مخدوم شاہ تقی کے دو صاحبزادے تھے۔ ۱۔ حضرت میر سید محمد ابو جعفر۔ آپ کی کنیت ابو جعفر، نام علی اکبر اور لقب سید شاہ محمد ہے۔ آپ کی ولادت ۷۴۰ھ میں جھومی میں ہوئی۔ عمر مبارک تیس سال تھی۔ یہ حضرت مخدوم کی حیات میں ہی وفات پا گئے۔ آپ کی شادی میر سید سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی کے خاندان میں ہوئی۔ حضرت ابو جعفر کے دو صاحبزادے تھے۔ حضرت سید سلطان شہاب الحق ۲۔ حضرت سلطان بہاء الحق۔ حضرت سلطان بہاء الحق کو ولایت رتک کی حکمرانی عطا ہوئی۔ حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ جھومی میں اپنے آباء و اجداد کے آستانے کے صاحب سجادہ ہیں۔ دونوں صاحبزادگان جھومی میں پیدا ہوئے۔

حضرت سید سلطان شہاب الحق قدس سرہ کی ولادت ۵۔ ربیع الاول ۶۰ھ میں بروز جمعرات ہوئی۔ عمر مبارک چالیس سال تھی، حضرت کا وصال ۱۱۰۰ھ میں جمرات کے دن ہوا۔ آپ کا عقد مستون میر سید کمال الدین بن میر سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی کے خاندان میں ہوا۔ حضرت سلطان شہاب الحق کے چھ صاحبزادے تھے: ۱۔ فقیر مبین الحق ۲۔ شاہ حسین ۳۔ شاہ جہانگیر ۴۔ شاہستان بڑی ۵۔ شاہ اشرف ۶۔ شاہ ابوالخ

حضرت مخدوم شاہ نقی الدین کے چھوٹے صاحبزادے مخدوم شاہ عثمان اکبر ہیں۔ آپ کی کنیت علی اعتر ہے، نام محمد نقی اور لقب عثمان اکبر ہے۔ آپ کی ولادت ۷۳۷ھ میں جموں میں ہوئی۔ عمر شریف چودہ ہی سال تھی۔ حضرت کا وصال مبارک ۸۲۱ھ میں ہوا۔ "بہر فلک آفتاب" آپ کی مشہور تاریخ وقات ہے۔ آپ کی شادی شیخ شہاب الدین بن حضرت مولانا مخدوم اسماعیل قریشی [جن کی قبر اطہر بہرہ رولی میں ہے] کے خاندان میں ہوئی۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک شاہ مجید، دوسرے بابا یزدین کی ولادت دوشنبہ کے دن ذوالحجہ ۷۶۷ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک سترہ سال تھی۔ وفات ۸۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی شادی سید نصیر الدین سادات کبیر میں سے سید احمد کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ حضرت شاہ نظام، حضرت شاہ حسام، حضرت شاہ محمد۔ شیخ بابا یزدین کے بھی تین فرزند تھے۔ شیخ منصور، شیخ محمود، شیخ اولیا۔

حواشی

- [۱] یہ قاضی صاحب کون سے بزرگ تھے، اس کا علم نہ ہو سکا۔ ۱۲ اسماں
- [۲] حضرت مخدوم سید شیخ الدین عربی قدس سرہ ملتان کے مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کے بارے میں خود حضرت مصنف دوسری جگہ لکھتے ہیں:
- "حضرت مخدوم مولانا خواجگی قدس سرہ صحیح المنسب ہیں۔ چنانچہ آپ کے جد بزرگوار سید شیخ الدین عربی جن کا مزار مبارک ملتان میں ہے، کافی مشہور ہیں بلکہ سید شیخ الدین عربی قدس سرہ کی محنت نسب پر حضرت مخدوم سید شعیان ملت قدس سرہ گواہ ہیں۔ بہر تہ نجیب اور صحیح المنسب سید ہیں [شیخ الانساب ص ۱۰۰]۔"
- انساب اشراف کے حوالے سے "تاریخ مشائخ آلآباد" کے مولف آپ کا نسب نامہ یہ بیان کرتے ہیں:

سید شیخ الدین مفسر عربی بن سید محمد صلاح الدین غزنوی بن سید اسلام الدین عربی بن سید محمد عبدالمؤمن محروف بہ مؤمن شاہ بن سید خالد محروف بہ سید جمال الدین بن سید محبت الدین محروف بہ مشتاق حبیب بن سید محمود محروف بہ نقیب احمد بن سید محمد بن ہاشم بن سید احمد ہادی بن سید مستنصر العبدین بن سید عبدالمجید بن سید محمد محروف بہ غالب الدین بن سید احمد منصور بن سید امام الدین عرف اسماعیل ثانی بن سید محمد بن سید اسماعیل امجد بن سید امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن مولانا کے نکات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم [انساب اشراف ص ۲۳۵/ تاریخ مشائخ آلآباد ص ۱۸۱-۱۸۲] حضرت مخدوم سید شیخ الدین عربی سلطان شہاب الدین غوری کے صاحبزادے تھے۔ تشریف لائے اور نہیں طرح اقامت ڈالی۔ آپ کے دست مبارک پر بند و کھد وغیرہ کی کثیر تعداد شرف بہ اسلام ہوئی۔ سلسلہ قادریہ کے شیخ طریقت تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا سید احمد محروف بہ سلطان خلیفہ، چوتھے نمبر اپنے صاحبزادگان اور مولانا قطب الدین مدنی کے بھراؤ لڑکے اشراف لائے۔ یہ وہی مولانا سید قطب الدین مدنی قدس سرہ ہیں جن سے دائرہ علم اللہ رائے بریلی کے افراد اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت کے خاندان میں سید احمد رائے بریلی کے زمانے سے ہدایت نے قدم بہا لئے ہیں۔ عہد اسلام اللہ فی سواہ الاصراط۔ حضرت سید احمد چیم [مدون لاہور آہی کے صاحبزادے ہیں حضرت شیخ الدین عربی محروف بہ مولانا خواجگی قدس سرہ جن کا مزار مبارک کراچی میں فیض خاں قلعہ ہے۔ حضرت مولانا خواجگی ولادت ۷۰۹ھ میں حضرت شیخ علا الدین عربی قدس سرہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ برہوردیہ میں بیعت ہوئے اور اسی کا فیض آپ پر غالب رہا اور آپ کا آبائی سلسلہ سلسلہ قادریہ تھا جس کی اجازت و خلافت اپنے والد ماجد سے پائی تھی۔ حضرت مخدوم مولانا خواجگی کی تواریخ اور دیباچے نے بابا یزدین آپ کے اس نقشے سے ظاہر ہے، جو آپ کے مزار پاک پر کندہ ہے۔

برائے خدا اے عزیزان من نویسد بر گور بن امین سخن
کہ چون خواجگی در تہ گور شد گلو شد کہ خوش کم، جہاں پاک شد

[تاریخ مشائخ آلآباد ص ۱۸۰-۱۸۱ ملخصاً]

ڈاکٹر زاہد علی واسطی نے اپنی کتاب "بوکیہ لیا ملتان" میں ایک بزرگ حضرت سید شیخ الدین بزاز دارمی ملتان کی قدس سرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اگر وہ یہی حضرت سید شیخ الدین عربی ہیں تو ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے بعض مندرجات نادرست ہیں۔ انہوں نے حضرت کی ولادت ۱۲۶۸ھ میں بتائی ہے اور حضرت مخدوم بہا والدین زکریا سے ملاقات کی گئی کی ہے، بتول ان کے آپ کی آمد کے وقت حضرت شیخ بہا والدین زکریا [۱۲۶۳-۱۲۶۴] کا وصال ہو چکا تھا۔ حالانکہ شیخ الانساب میں آپ کی حضرت مخدوم بہا والدین زکریا سے ملاقات یہ نہیں بلکہ حضرت شعیان ملت کوان کی بارگاہ میں روانہ کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے حضرت سید شیخ الدین بزاز دارمی ملتان کو حضرت سید صلاح الدین کا صاحبزادہ بتایا ہے اور یہی ولدیت تاریخ مشائخ آلآباد میں درج آپ کے نسب نامے میں بھی ذکر ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ حضرت سید شیخ الدین عربی ہی ہیں۔ بہر کیف آپ کے روئے کی قبر کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی مقبولیت عامہ سے سرفراز کیا تھا۔ ہر طبقہ آپ کا مستحق نظر آتا ہے۔ ۷۹۷ھ میں آپ کے ایک عقیدت مند سید محمد علی نے آپ کے وقت مبارک کو لکھنؤ بزاز روپے کی لاگت سے جدید انداز میں تعمیر کرایا جو تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ [بوکیہ لیا ملتان، ڈاکٹر زاہد علی واسطی، ص ۲۵۵] کس جگہ ملتان ۱۹۹۲ء

[۳] شے کا روزہ ہوتا ہے کہ روزہ دار تین دن بعد کھانا کھاتا ہے، باقی دنوں میں صرف چتر قطرے پانی سے اظفار کر لیتا ہے ۱۲ اسماں

[۴] حضرت مخدوم سید احمد چیم پش پش بڑھتے قدس سرہ کا گلی سادات سے ہیں اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین نجیب منیری قدس سرہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت کے والد ماجد حضرت سلطان محمد موسیٰ ہمدانی، ایران کے شہر ہمدان کے صاحب شروت امیر تھے۔ لیکن اشارہ قدرت یا کرامت ترک کی اور قہر جمی کی راہ اختیار کر لی۔ دوران سیاحت حضرت مخدوم سید شہاب الدین عربی کی کثیر شہرت اور شہرہ آفاقیت کی شاہزادی بی بی حبیبہ سے عقد منسوب فرمایا۔ بی بی حبیبہ کی بڑی بہن بی بی رضیہ مخدوم جہاں کی

والدہ ماجدہ تھیں۔ بی بی حبیبہ سے تین صاحبزادے تولد ہوئے: ۱- سید احمد چیم پش ۲- سید محمد ۳- سید محمود حضرت سید احمد چیم پش قدس سرہ ۶۵۷ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے۔ ہمدان اور بہار دونوں جگہ کچھ گنجانے گنارے۔ تانا جان حضرت پیر کجکیت کے بڑے چچیتے تھے اور کچھین سے ہی کرامت آجاتی۔ کچھین میں مردہ کو زندہ کیا۔ ہوا یوں کہ بہار میں ایک ہندو بچے کے ساتھ کچھیل کود میں وعدہ رہا کہ باقی کچھیل مکمل حسب وعدہ دوسرے دن جب اس کے گھر پہنچے تو اس ہندو بچے کا جنازہ تیار تھا۔ حضرت کو حال آگیا۔ فرمایا اٹھ جا۔ وہ بچہ فوراً یہ کہتا ہوا زندہ ہو گیا۔ یعنی اٹھی سرکار۔ علاؤ الدین زبان کا یہ جملہ ایسا مشہور ہوا کہ حضرت کی نانیہاں سرزمین اسی نام سے موسوم ہو گئی۔ بی بی اٹھی، جو بگدیس مولوی تصرف سے چھٹی ہو گیا۔ یہیں حضرت پیر کجکیت قدس سرہ آرام فرما ہیں۔

والد ماجد کی طرح کرامت آپ کو بھی راس نہ آئی اور ہمدان چھوڑ کر ملتان کا رخ کیا اور شیخ علا الدین علاء الحق سے بیعت ہوئے۔ شیخ علاء الحق کس سلسلے کے کون سے بزرگ ہیں، اس کا علم نہ ہو سکا۔ مرشد گرامی کے حکم پر سرزمین تبت کا رخ کیا اور اسے اسلام کی برکتوں سے مالا مال فرمایا۔ وہاں کے ہندو بچہ نے آپ کو ملک بدر کرنے کے لئے اپنی فوج کا دست بچھا لیکن آپ کے اشارہ بکشت سے فوجیوں کے سر کلم ہو گئے، جیسا کہ آپ حقا برہنہ کلائے جانے لگے۔ اس کرامت کو کچھ کر کثیر تعداد میں افراد حلقہ کوش اسلام ہوئے۔ وہیں ایک جوگی کے چہنچہ دینے پر پانچس سال کا جس دم کا چلے فرمایا۔ ان کرامت کے مشاہدے سے گروہ درگروہ افراد اسلام لے آئے۔ تبت سے آپ سیدان پیچھے جہاں حضرت حسن بیادے نام کے ایک بزرگ آپ سے مرید ہوئے اور انہوں نے ایک تاریخی دینے کے چہرے کا ایک حصہ آپ کو زندہ کیا جسے آپ نے تسبیح صورت دے کر سگے میں ڈال لیا، اسی مناسبت سے آپ چیم پش مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس دینے کا چورا تھا جسے اللہ رب العزت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہونے کے لئے بھیجا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت کا وصال سومال سے زائد عمر میں ۲۶ دھقر ۷۷۷ھ کو ہوا۔ مزار اقدس

بہار شریف میں ہے جسے انبیر کی درگاہ کہا جاتا ہے۔ وہیں آپ کے والدین کریمین اور صاحبزادگان کے مزارات طہیبات بھی ہیں۔ البتہ آپ دونوں بھائی حضرت سید محمد اور سید محمود قدس سرہا ہرمان میں آرام فرمائیں۔ [شرح فاضل گہری، سید قیام الدین نظامی قادری فردوسی، ۱۰۹/۱۱-۱۱، المصنوع، نظامی اکیڈمی، کراچی پاکستان ۱۹۹۵ء]

حضرت مخدوم سید احمد چم پوٹش بیچ برہنہ قدس سرہا سے صاحب جلال بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت مصنف نے جو القدر درج فرمایا ہے، وہ کچھ ہم سارے کوئی بھی صرف ہرن کی کھال کے برابر زمین کیوں مانگے گا، پھر اس کھال کا تسمہ بنا کر زمین کیسے ٹالی جائے گی، جبکہ حضرت چم پوٹش کے والدین کریمین خود وہاں موجود تھے اور وہ خود امارت و ثروت سے خاصا علائقہ رکھتے تھے۔ ہاں ایہ ممکن ہے کہ حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی المخرم اور مخدوم سید احمد چم پوٹش قدس سرہا کے درمیان تعلقات استوار نہ ہوں۔ اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے لیکن مذکورہ وجہ صحیح نہیں لگتی۔ بہر کیف ایہ بزرگوں کے معاملات ہیں، انہیں پرچھوڑتے ہیں۔

[۵] بیگ کاغذی ہے جس کا پوچھا ۱۲۰ سال

سادات بخاری کا تذکرہ

سید علی اشقر بن میر خضر بن حضرت امام علی نقی کی نسل سے سادات بخاری ہیں۔ سید علی اشقر کے دو بیٹے تھے، ۱- سید اسحاق، یہ فقیر سید معین الحق، سبھی سادات بخاری اور میر سید اسحاق بن احمد آبادی حضرت نبی کی نسل سے ہیں، ۲- سید عبداللہ بن احمد کے ایک صاحبزادے سید احمد تھے، سید احمد کے دو بیٹے تھے، ۱- سید خوجاہ علی، ۲- سید محمود۔ سید محمود کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ بن احمد کے ایک صاحبزادے سید علی تھے۔ سید علی خانی کے ایک بیٹے تھے، سید احمد اور سید احمد کے ایک صاحبزادے ہیں، سلطان المشریح محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء پوٹش قدس سرہا العزیز۔

سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اشقر بن سید خضر خانی بن حضرت امام علی ہادی نقی قدس سرہا کے دوسرے صاحبزادے سید محمود کے ایک صاحبزادے تھے، سید محمد خضر، سید محمد خضر کے ایک صاحبزادے سید علی ہوئے ہیں۔ سید علی موسیٰ کے ایک صاحبزادے ہیں، سید جلال شرح بخاری قدس سرہا۔

سید جلال الدین بخاری شرح قدس سرہا کی پہلی شادی بادشاہ کے خاندان میں ہوئی جس سے دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ ان کی اولاد میں ملک روم ہیں۔ دوسری شادی سید بدر الدین بن میر سید محمد کی بخاری کے خاندان میں ہوئی، اس عقد سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے: ۱- سید محمد ثورث، ۲- سید بہاء الدین، ۳- سید احمد کبیر، سید احمد کبیر کے دو صاحبزادے تھے: ۱- حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت،

۲- راجہ جلال، مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے تین صاحبزادے تھے: ۱- سید محمد اکبر، ۲- سید عبداللہ، ۳- مخدوم ناصر الدین محمود، مخدوم ناصر الدین محمود کے بارہ صاحبزادے تولد ہوئے: ۱- سید قطب الدین قطب عالم برہان الدین، ۲- قطب الاسلام، ان دونوں کی والدہ بی بی رحمت خاتون سید زادی تھیں۔ راجہ جی بی بی سے پانچ قطب صاحبزادے پیدا ہوئے: ۳- سید شمس الدین مخدوم سید حامد، ۴- سید فضل اللہ، ۵- سید علیم الدین، ۶- سید شباب الدین، ۷- سید اسحاق، ۸- سید علی، ۹- سید عبداللہ، ۱۰- عرف سید شرف الدین سید سراج الدین، ۱۱- سید کمال الدین، ۱۲- عرف سید شرف



مخدوم شاہ حسام الدین الحق مالکپوری قدس سرہا:

شیخ حسام الحق مالکپوری قدس سرہا سلسلہ پیشینہ میں شرف و بزرگی کے اعتبار سے مقتدرائے وقت تھے۔ اپنے زمانے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ حالت غوثیت آپ کی ذات والا تار پر جلوہ فگن تھی۔ آپ نے ایسی عظیم ریاضتیں کیں کہ شاید ہی ایسی ریاضتیں کسی نے کی ہوں۔ آپ کے اندر ترک و تجرید بدرجہ اتم موجود تھی۔

چنانچہ مقتول ہے کہ میہ کا دن تھا اور کوئی لباس نہیں تھا جسے پہن کر نماز عید ادا کریں۔ ایک شخص حضرت کے پاس ایک تباہ کر کے لے لیا۔ حضرت نے اس کا سزا اور اس کی نہیں بلکہ کس اور بنیادی تہہ بھی جدا کی۔ بالائی حصہ راہے حامد شاہ کو دیدیا، اسے حضرت شاہ سید کو عنایت فرمایا اور اس کی بنیادی تہہ خود پہن لی۔ پھر تربوے کا چھکا ٹوٹی کی جگہ سر پر رکھا اور ایک رسی کر میں بانٹھی۔ حضرت مولانا کالو نے فرمایا: مجھے آپ پر کفر کے کمر کا اندیشہ ہے مگر آپ تو اللہ والے ہیں۔ حضرت حامد شاہ نے فرمایا: اے بھائی کالو! مگر اب تک باقی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حسام جلوہ خدا و رسول میں گم ہے۔ اب جو کچھ ہے، حسام ہے۔

مقتول ہے کہ حضرت مخدوم سید اشرف جہاںگیر قدس سرہا حضرت شاہ حسام الحق والدین مالکپوری قدس سرہا سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جب مالکپور تین کون کے قافلے پر گیا، حضرت مخدوم سید اشرف کا گھوڑا آگے نہ بڑھ سکا، لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہوا، گھوڑا آگے نہیں بڑھ رہا ہے۔ حضرت مخدوم سید اشرف نے فرمایا: برادر! فقیر مخدوم شاہ حسام الحق صاحب کی آتش باطن ایسی ہے کہ گھوڑا آگے نہیں بڑھ رہا ہے۔

مقتول ہے کہ ایک بزرگ، حضرت مخدوم حسام الحق مالکپوری کے گھر مہمان ہوئے۔ حضرت والا گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی سی تیزی رہی ہوئی تھی، وہی مہمان کے سامنے آکر رکھ دی اور فرمایا: میں نے کوئی تکلف نہیں کیا۔ ان بزرگ نے فرمایا تکلف کیا تھا؟ فرمایا: اگر تکلف کرتا، ماسے ہون کر لاتا۔

مقتول ہے کہ ایک دن تو ال آئے ہوئے تھے۔ تو ال چل رہی تھی۔ مخدوم مالکپوری جذب و حال کی کیفیت میں تھے، جو چارو آپ کے شانے پر پڑی ہوئی تھی، اتار کر تو الوں کو عطا کر دی، حضرت مخدوم کے برادر طریقیت شیخ نصیر الدین نے ایک عریضہ حضرت شاہ نو، قطب عالم قدس سرہا کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ آپ جناب سے جو تبرک عطا ہوا تھا، برادر شاہ حسام الحق نے اسے تو الوں کو دیدیا۔ حضرت شاہ نو عالم نے جواباً تحریر فرمایا: میں نے خود اپنے آپ کو حسام الحق کو عطا کر رکھا ہے۔ یہ خبر حضرت مخدوم حسام الحق تک پہنچی، آپ نے بھی حضرت نو، قطب عالم کو عریضہ تحریر کیا کہ اس وقت میں نے اپنے ہاتھ اپنا سر لینے کے لئے روانہ کیا، اتفاق سے میرے ہاتھ میں آپ کی عطا کی ہوئی چادر مبارک آگئی، میں نے تو الوں کو دیدیا۔

مقتول ہے کہ ایک کھیا کھوڑا سا کھیا لے کر حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: یہ کون سی چیز ہے۔ اس عزیز نے بتایا کہ یہ کھیا ہے۔ حضرت نے دریافت کیا، یہ کس کام میں آتا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ اکسیر یعنی کھیا ہے۔ اس سے سونا بنایا جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: میں خود سونا بن چکا ہوں، مجھے اس

کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فرما کر اس کی یاد دہانی میں چمک دیا، وہ بے چارہ بہت رویا کر میں نے اس کی یاد کو کتنی محنت اور مشقت سے حاصل کیا تھا، حضرت نے اس کی قدر نہ جانی، حضرت مخدوم حسام الحق ماکپوری نے فرمایا کہ جاؤ اس جگہ دیکھو۔ وہ شخص جب وہاں گیا تو کیا دیکھا ہے کہ سارے ڈھیلے سونائیں چکے ہیں۔

حضرت مخدوم حسام الحق ماکپوری قدس سرہ کے بزاروں کشف و کرامات اتنے کثیر ہیں کہ شمار نہیں ہو سکتے، حضرت کے سلسلے میں غیر فقیر اصحاب کمال ہوتے ہیں۔ حضرت کا سلسلہ طریقت شاہ نور لقب عالم سے ملتا ہے اور سلسلہ نسب چند واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔



خواب محمد مصطفیٰ جو نبی قدس سرہ:

حضرت قدوۃ العارفین، امام الحنفین، مرشد کمال، عریق و ربط، توحید و توحید خواص دریائے تجزیہ، شیر چشہ دلایت، ہنگام دریائے ہدایت، نیک سیرت محبوب، اہل بصیرت کے پیشوا، گروہ اولیا کے سردار، ممتاز صوفیائے مہاجرین کے دفتر کے عنوان حضرت مخدوم خیر محمد مصطفیٰ جو نبی قدس سرہ [۱] آپ اس فقیر یحییٰ بن الحق بن سلطان شہاب الحق بن حضرت بندگی شاہ ابو جعفر بن حضرت مخدوم شاہ ثقی الدین قدس سرہ اعزیز کے رہنما اور ہادی ہیں۔ یہ فقیر ابھی چھوٹی عمر کا تھا کہ والد ماجد حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ اللہ کو پیار سے ہو گئے لیکن فقیر کو سلسلہ سرور دیہ کی خلافت خود والد ماجد سے حاصل ہوئی، لیکن یحییٰ بن حق سے سلسلہ سرور دیہ کے باطنی معاملات کچھ معلوم نہ تھے۔

حسن اتفاق کہ میں جو نبی کی سیر کو گیا ہوا تھا اور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل کر رہی تھی۔ چنانچہ یہ بات عالم خواب میں معلوم ہوئی کہ حضرت مخدوم خیر محمد مصطفیٰ مجھ سے فرما رہے ہیں: اے یحییٰ بن حق

اچھے آؤ! میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، فقیر نے عرض کی: حضرت کہاں رہتے ہیں؟ فرمایا: جو پور شہر میں۔ میں نے پھر عرض کی: حضور کا نام مبارک کیا ہے؟ فرمایا: محمد مصطفیٰ۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو رات کا ایک پہر باقی تھا۔ اسی وقت اٹھ کر روانہ ہو گیا۔ جب حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، وہی صورت جو عالم خواب میں دیکھی تھی، سامنے جلوہ فرما رکھی۔ چند دنوں بعد میں نے حضرت مخدوم سے عرض کی: فقیر کیا چیز ہے؟ فرمایا: خواب کے حالات بیداری میں جلوہ گر ہو جائیں، اس کیفیت کو فقیر ہی کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ حالت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا: مرشد کی توجیہ سے۔ اس خاکسار نے پھر عرض کیا: اس فقیر کے حصے میں یہ نعمت عظمیٰ کب آئے گی؟ حکم فرمایا: آج کی رات معلوم ہو جائے گا۔ نماز کے بعد میں طلب فرمایا اور اس فقیر پر ایک نگاہ ڈالی۔ یہ فقیر دن دن تک ایسا بے خود رہا کہ خود اپنے وجود کی خبر نہ رہی۔ دس دن کے بعد قدرے اتفاق ہوا، حضرت مخدوم نے مجھے پھر طلب فرمایا اور مجھ پر دوبارہ نگاہ ڈالی۔ میں پھر دس دن تک بے خود رہا، اسی طرح حضرت نے چار مرتبہ مجھ پر نگاہِ حمت ڈالی اور چالیس دن مدد و فیض میں بہت گئے اور ایک چلہ پورا ہو گیا۔ چالیسویں دن مجھے پھر تھوڑا اتفاق ہوا۔ حضرت مخدوم نے مجھے بلایا لیکن مرشاری کی کیفیت ایسی گہری تھی کہ اس کے سامنے شراب کی مستی بھی کچھ نہ تھی۔ پھر حضرت مخدوم نے فرمایا: کیا دیکھا؟ میں نے اپنی حالت بیان کی اور عرض گزار ہوا کہ حضرت والا کی توجیہ سے یہ نعمت عظمیٰ فقیر کو میسر آئی، حضرت نے فرمایا: یہ فقیر ہی اس سے بہت بلند چیز ہے اور پھر یہ شعر اسی وقت ارشاد فرمایا۔

عشق مویٰ علم حضرت اختیار آراست ہنوز

باعروج آسمان، چون غفلت برام است ہنوز

حضرت مویٰ علیہ السلام کے عشق الہی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم لدنی کا فیضان یہاں اب تک مسلسل جاری ہے۔ اس قدر عروج حاصل ہونے کے باوجود یہ پانچواں اب بھی ایک غفلت کی مانند اس کے بائیک رہتا دکھتا ہے۔

حضرت جب یہ فرما رہے تھے تو حضرت کے سارے موبائے مبارک اور رو گنگے کھڑے ہوئے دیکھے۔ اس کے بعد حضرت نے اس ناچیز کو اشغال واذکار میں مصروف کیا۔ چنانچہ ایک دن اسی خیال میں، میں گویا۔ میں نے دیکھا کہ باغ ہے جس میں بہت سے بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ ان حضرات سے میں نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ ان میں سے ایک صاحب نے بتایا: یہ سجود عالم کا دربار ہے۔ میں نے پھر پوچھا: کس طرح سے یہ سجود عالم کا دربار ہے۔ انہوں نے جواب دیا: خلعت و دلایت اسی دربار سے عطا ہوتی ہے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ صاحب خانہ کہاں ہیں؟ میں ابھی یہ سوال عرض ہی کر رہا تھا کہ حضرت مخدوم محمد مصطفیٰ کی صورت مبارک سامنے جلوہ گر ہوئی۔ حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا: یحییٰ بن حق! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ پھر حضرت مخدوم میرا ہاتھ پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ چنانچہ اس فقیر نے نیاز مندانہ تسلیم گزاری اور حضور کی بارگاہ میں مودب کھڑا رہا۔ حضرت مخدوم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: حضور! اس غلام [یعنی حق] کا حصہ بیعت کہاں ہے؟ سرور انبیاء علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پاس ہے۔ چنانچہ حضور نے مجھے پکڑ کر حضرت مخدوم کے سپرد کیا۔ ناچیز یہ محالاً یہ حالت خواب میں دیکھ ہی رہا تھا کہ میرے والد ماجد کے مرید سید بدر نے آکر مجھے چکا دیا کہ اٹھئے نماز تہجد کا وقت جا رہا ہے۔ آخر کار نماز تہجد کے بعد میں حضرت مخدوم محمد مصطفیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی متحسم ہو کر فرمایا: اپنا حصہ بیعت معلوم کر لیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! معلوم کر لیا۔ پھر میں لقب الاقطاب حضرت مخدوم محمد مصطفیٰ قدس سرہ سے بیعت ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت نے مجھے سلسلہ چشتیہ کی خلافت اور سماع سنتی کی اجازت عطا کر دی اور فرمایا: جھوٹی میں اپنے جدِ کرم کی درگاہ میں بیٹھ کر تفتیش و ہدایت اور بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھو۔

حضرت مخدوم محمد مصطفیٰ قدس سرہ کے حالات کہاں تک لکھوں کہ حضرت کے

فعاکل و کمالات بے حد و بے شمار ہیں اور ہندوستان بھر میں مشہور۔ یہ شہر میں نے حضرت کی زبان فیض ترہان سے خود سنا۔

دل بے غلظہ یحییٰ مظہر ذات ست

آب بے موج یحییٰ عین مرآت است

جب دل میں کسی کا کھکانہ ہو تو وہ عین مظہر ذات الہی ہوتا ہے۔ جس طرح بے موج پانی خود چمکتا ہوا آئینہ ہوتا ہے۔

یہ رباعی بھی حضرت مخدوم سے ہی ہے۔

۱- گر کام دل طلب کنی از بے دلاں طلب

ہر کس کہ بے نشان بود از بے نشان طلب

۲- کس یار و ہمد سے نیو و بہتر از کتاب

یعنی کہ یار پرہیز کن و بے زبان طلب

ترجمہ:

۱- دل کا کاروبار تو بے دلوں سے پوچھو اور بے نشانوں سے نشان منزل کا پتہ مانگو۔

۲- کتاب سے بہتر کوئی دوست اور ہمد نہیں۔ کتاب جیسا بے زبان سخن ور دوست تلاش کرو۔

حضرت مخدوم محمد مصطفیٰ [] کو پہلی خلافت اپنے والد ماجد حضرت شیخ احمد مصطفیٰ جو نبی قدس سرہ سے اور دوسری خلافت حضرت شاہ فتح اللہ اودھی قدس سرہ اعزیز سے حاصل ہے۔ حضرت مخدوم کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے سیدنا حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔

حواشی

[۱] حضرت مخدوم شیخ محمد بن یحییٰ بن تاج چشتی قدس سرہ جو چوہدری کے کبار اولیاء ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں بیوروں کی سیاسی خورش کی وجہ سے والد جد شیخ احمد چشتی تاج کے ہمراہ دہلی سے چوہدری تشریف لائے۔ اور اولاد شیخ ابوالفتح جو چوہدری سے علمی اور روحانی فیوض حاصل کئے پھر حضرت شیخ اللہ دوی کے دامانِ کرم سے وابستہ ہو گئے۔ علوم شریعی کی تکمیل ملک العلماء چشتی شہاب الدین دولت آبادی سے فرمائی۔ پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ ریاضیات شاکھیچیں کہ استفراق نام کی کیفیت طاری ہوئی۔ چالیس سال تک گوشہ نشین رہے۔ بارہ سال تک چنید زمین سے نہیں لگائی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

باطن میں اس قدر زیادہ مشغول ہو گئے کہ ظاہر کی کچھ خبر نہ رہی۔ کہتے ہیں کہ کہ آپ کے حجرے کے سامنے ایک درخت آگ اور خوب بڑا ہو گیا۔ برسوں تک آپ کو اس درخت کے اگنے اور اس کے بڑے ہونے کی خبر تک نہیں ہوئی۔ ایک دن آپ کی آست گاہ پر اس درخت کے پتے گرے۔ پوچھا یہ پتے کہاں سے آئے؟ لوگوں کی اطلاع پر اس وقت معلوم ہوا کہ حجرہ کے دروازے ہی پر ایک درخت آگ آیا ہے اور بڑا ہو گیا ہے۔ غرض کہ شیخ محمد چشتی ہمیشہ مراقبہ میں رہا کرتے تھے۔ جم کی تمام ہڈیوں کے ساتھ گردن کی ہڈیاں تک ابھرائی تھیں اور سینہ اندر کی طرف دھنس گیا تھا۔ ۱۱- اخبار الاخبار میں ۲۳۰-۲۳۱ ہجری مولانا اقبال الدین احمد دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۳ء

”تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے چوہدری“ کے مؤلف سید اقبال احمد لکھتے ہیں:
 ”آپ کا فخر اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ حجرہ مبارکہ میں چراغ تک نہیں جانا تھا۔ جو کچھ فوٹو حیات تھی ہوتی تھی، اس پر نگاہ نہ ڈالنے تھے، وہ فوٹو حیات شام تک تھم ہو جاتی تھیں۔ سلطان ابراہیم شرقی اور سلطان محمود کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ نماز جو حضرت

مخدوم مسجد خالص مجلس علمہ پان روید میں فرماتے تھے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ نے اپنے چو کو کو بکھا عرض کیا: اگر حکم ہوتا خانقاہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرادی جائے؟ فرمایا: نیت اچھی ہے۔ ہاں جب جامع مسجد جو چوہدری تعمیر سلطان محمود شرقی نے شروع کی اور سلطان حسین شرقی نے اس کا عملہ کیا ہے۔

آپ کا وصال ۱۲۱۳ھ رجب الاول کو ہوا۔ سال وصال میں اختلاف ہے۔ صاحب معراج شرقی لکھتے ہیں کہ آپ کا وصال ۸۳۵ھ/۱۴۳۳ء میں ہوا مگر اخبار الاخبار میں ۸۳۸ھ مطابق ۱۴۳۴ء لکھا ہے۔ مفتی غلام سرور نے خزینۃ الصغیر میں ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء اور علی نور کے مصنف مولوی نور الدین نے ۸۷۰ھ مطابق ۱۳۶۵ء لکھا ہے اور یحییٰ بن برکلی نے ۱۰۳۶-۱۰۳۷ء درست ہے [تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے چوہدری سید اقبال احمد میں ۱۰۳۶-۱۰۳۷ء شیخ ابراہیم پاشا کاباؤس محمد رضوی خاناں، جو چوہدری ۱۹۸۸ء]

مشاہیر سادات و مشائخ کے نسب نامے

جو فقیر کو کتب تاریخ کے مطالعے اور اپنے بزرگوں کی زبانی معلوم ہوئے۔

خواجہ بزرگ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی امیر سی
 نجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۵۳۷ھ-۶۲۳ھ]

حضرت خواجہ بزرگ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ ہندوستان میں اسلام کی تائیس حضرت کے مبارک قدموں کی بدولت ہے۔ آپ نجیب العرفین سید ہیں۔ حضرت کا سلسلہ نسب اس طور سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بنتی ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی بن حضرت سید غیاث الدین بن سید سراج الدین بن سید عبداللہ بن سید عبدالکریم بن سید عبدالرحمن بن سید علی اکبر بن سید ابراہیم بن حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ است۔

حضرت خواجہ قلب الدین محمد مختار راوشی کا کی قدس سرہ [۵۸۲ھ-۶۳۳ھ]
 کا نسب نامہ یہ ہے:

خواجہ قلب الدین محمد مختار کا کی اوشی بن سید کمال الدین احمد بن سید موسیٰ اوشی بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالوہاب قدس سرہ است۔

حضرت میر سید عبدالوہاب بزاز سے اوشی چلے گئے جو ماہر و ائمہ سے متصل ایک قبیلہ ہے۔ سردار جان افغان نے اپنی بی بی آپ کے نکاح میں دے دی، جس کے بعد سارے افغان حضرت کے مرید ہو گئے۔ پھر آپ نے اوشی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سردار جان، بختیار قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے حضرت قلب الاقطاب خواجہ قلب الدین بھی خود کو بختیار لکھتے تھے۔ میر سید عبدالوہاب، میر سید ہادی بن موسیٰ برفقہ بن حضرت امام تقی کے بیٹے تھے۔ یہ حضرات سادات رضوی سے ہیں۔

حضرت سید ابو جعفر امیر ماہ بہرائچی قدس سرہ کا نسب نامہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے میر سید اعلیٰ اعرج تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت امام جعفر صادق کی جائش حضرت اعلیٰ اعرج کو ملے گی لیکن حضرت اعلیٰ والد ماجد کی حیات میں ہی رحلت فرما گئے۔ اسی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق کی جائش چھوٹے صاحبزادے حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ کو ملی۔

حضرت میر سید اعلیٰ اعرج قدس سرہ کے دو صاحبزادے تھے: ۱- سید علی اکبر، جن کی اولادوں میں مخدوم سید اشرف، جہانگیر بن حضرت سلطان ابراہیم قدس سرہ آتے ہیں، جن کا مزار مبارک کچھ چھ شریف میں ہے اور میر سید علاء الدین ہیں جن کی قبر اظہر اودھ میں ہے، ان دونوں بزرگوں کا سلسلہ نسب حضرت میر سید علی اکبر بن میر سید اعلیٰ بن حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ تک بنتی ہوتا ہے۔

حضرت میر سید اعلیٰ اعرج کے دوسرے صاحبزادے میر سید محمد ہیں، جن کی نسل سے حضرت سید ابو جعفر امیر ماہ ہیں۔ آپ کی قبر بہرائج شریف میں ہے۔ حضرت امیر ماہ سلسلہ کبرویہ سرور دیہ میں حضرت میر سید علاء الدین چوہدری کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت سید ابو جعفر امیر ماہ کا نسب بھی اس طور سے حضرت میر سید اعلیٰ اعرج

تک پہنچتا ہے:

سید ابو حفص امیر ماہ بن سید نظام الدین بن سید حسام الدین بن سید فخر الدین بن سید یحییٰ بن سید ابوطالب بن سید محمود بن سید علی زین بن سید یحییٰ بن سید فخر الدین دولت بن سید قزحہ بن سید حسن بن سید عباس بن سید محمد بن سید علی بن سید ابو محمد بن سید میرزا علی اعرج بن حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ ارازم۔

سادات شیخا پوری کا نسب نامہ:

میر سید علاء الدین کثوری جن کی قبر مبارک کثور میں ہے، سادات شیخا پوری سے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ کے ایک صاحبزادے سید حمزہ تھے۔ حضرت حمزہ کے ایک صاحبزادے سید محمد حرق تھے جن کی عرفیت میر محمد مہدی ہے۔ آپ کو حرق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کے قلب کی سوزش عشق الہی سے آپ کا لباس ہمیشہ جل جاتا تھا۔ حضرت کی قرابہ نامعلوم ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے: میر سید شرف الدین جو باکو کی مصیبت میں خراسان چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے ساتھ ہندوستان آ گئے تھے۔ میر سید شرف الدین نے قصبہ کثور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے بھائی سلہٹ کی جانب روانہ ہو گئے۔ اب تک ان کی اولادیں سلہٹ میں موجود ہیں۔

میر سید شرف الدین کے ایک صاحبزادے میر سید عز الدین تھے۔ سید عز الدین کے ایک صاحبزادے میر سید علاء الدین ہیں۔ میر سید علاء الدین کے دو بیٹے ہیں: ۱- میر سید جمال الدین ۲- میر سید جمال الدین اکمال الدین۔ ان کی نسلیں اب تک کثور، بہرائچ اور ان کے مضافات میں موجود ہیں۔ یہی لوگ سادات شیخا پوری ہیں جو بہت نجیب ہیں۔

سادات صفوی کا نسب نامہ:

حضرت شاہ صفی الدین قدس سرہ ایک باکمال بزرگ تھے۔ شیخ بہاؤ الدین محمد بہاؤ مدنی خواجہ کے مریدوں میں سے تھے۔ ان کا سلسلہ بیعت و خلافت حضرت خواجہ محمد روم تک پہنچتا ہے جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ میر سید شاہ اسماعیل جو ایران کے بادشاہ تھے، شاہ صفی کی اولادوں میں ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب بھی چند واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ تک یوں پہنچتا ہے:

شاہ صفی الدین بن سید ائمن الدین بن سید نیکل بن سید فیروز بن سید محمد بن سید شرف بن سید محمد بن سید حسن بن سید محمد بن سید ابراہیم بن سید جعفر بن سید محمد بن سید اسماعیل بن سید محمد بن سید احمد اعرابی بن سید ابو محمد القاسم بن ابو القاسم سید حمزہ بن سید امام موسیٰ کاظم قدس سرہ ارازم۔ [۱] یہ بھی نجیب الطرفین سید ہیں۔ ان کی اولادیں صفوی کے لقب سے مشہور ہیں۔

شاہ نعمت اللہ ولی بن میر سید بدر الدین ابوالمظفر کا نسب نامہ:

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت کبرویہ ہے۔ آپ کے صاحبزادے میر سید ظہیر اللہ تھے۔ آپ سے ہزاروں کشف و کرامات کا صدور ہوا۔ آپ کی اولاد ملک ایران اور توران میں ہے۔ آپ کا نسب بھی میر سید اسماعیل مرغ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ خندم سید علی ہمدانی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا سلسلہ نسب حضرت سید علی بن میر سید اسماعیل مرغ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ میر سید علاء الدین اودھی، محمد میر سید اشرف جہانگیر حسینی، حضرت امیر ماہ بہرائچی اور شاہ نعمت اللہ ولی یہ چاروں بزرگ یک جہدی ہیں اور حضرت میر سید اسماعیل مرغ بن حضرت امام جعفر صادق کی اولادوں میں سے ہیں، ایک دوسری

روایت کے مطابق ہوئی ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اور شیخ یحییٰ کہ حضرت شاہ نعمت ولی کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد باقر تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نے اپنے شعری دیوان میں اپنا نسب نامہ بھی تحریر فرمایا ہے اور شجرہ طریقت بھی درج کیا ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق آپ کا نسب نامہ یہ ہے:

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی بن سید عبداللہ بن سید محمد بن سید عبداللہ بن سید کمال الدین بن سید یحییٰ بن سید ہاشم بن سید موسیٰ بن سید جعفر بن سید صالح بن سید عاتم بن سید علی بن سید ابراہیم بن سید علی کا شانی بن سید محمد بن سید اسماعیل بن سید عبداللہ بن سید امام عالی مرتبت حضرت امام محمد باقر قدس سرہ ارازم۔

سادات زید بن کا نسب نامہ:

حضرت میر سید حمزہ صاحب الجیش بن سید حامد، حضرت سید زید شہید کی نسل سے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب نو واسطوں سے حضرت سید زید شہید قدس سرہ تک اس طرح سے پہنچتا ہے: امیر سید حمزہ بن سید حامد بن سید ابو محمد بن سید جعفر بن سید زید بن سید زیاد بن سید الطیر بن سید حسن بن سید یحییٰ و حید بن سید زید شہید قدس سرہ ارازم۔ حضرت زید شہید سے سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا ملتا ہے۔

حضرت سید حمزہ روم میں نقیب تھے۔ روم کی زبان میں نقیب میر یحییٰ کو کہتے ہیں۔ یہ حضرات بہت بہادر اور رشید زان تھے۔ حضرت حمزہ قدس سرہ نے ایک دن حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور نے فرمایا: میرے بیٹے! یہ ہے شاعرانہ اور دیہات کی کلیت جمع کر رہی ہے، اسے راہ خدا میں خرچ کرو۔ آپ نے عرض کیا: حضور جس مد میں فرمائیے، میں اسی میں صرف کروں۔ حضور نے فرمایا: کافروں

کے ساتھ جہاد کرنے میں صرف کرو۔ پس آپ صبح کے وقت بادشاہ روم کے پاس گئے، ہرخصت کی درخواست پیش کی اور روانہ ہو گئے۔ ہر چند بادشاہ نے روٹنا چاہا لیکن آپ نہیں رکے اور فرمایا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے جا رہا ہوں۔ آپ فوجوں کے ساتھ ہندوستان آ گئے۔ جس وقت سر ہند پہنچے، بادشاہ ہندوستان آپ کے استقبال اور ملاقات کرنے کی عرض سے سر ہند پہنچا۔ ان حضرات نے سر ہند کی مختلف جگہوں کا دورہ کیا اور ایک مسجد بھی اس جگہ تعمیر کی۔ اب بھی سر ہند میں مسجد جامع حمزہ مشہور ہے۔ اس کے بعد ہندوستان کے بادشاہ نے کہا: ہندوستان کی یہ سلطنت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرتا ہوں۔ یہ تخت حاضر ہے، آپ اس پر تشریف رکھیں۔ حضرت سید شاہ حمزہ نے فرمایا: مجھے سلطنت مطلوب نہیں ہے۔ میں کافروں سے جہاد کرنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ سے اس اتنی درخواست ہے کہ ایک محفوظ جگہ عطا کر دیں تاکہ اپنے عزیز واقارب اور بال بچوں کو وہاں رکھ کر سنگھد پب کی طرف کافروں سے جہاد کرنے کے لیے چلا جاؤں۔ آخر کار بادشاہ ہندوستان شمس الدین اتش نے آپ کو چند دیہات سلطان پور وغیرہ نذر کئے۔ حضرت سید شاہ حمزہ نے وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا اور شہر آباد کیا۔ سلطان پور کے کنارے کڑا اور کڑا قصبہ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے بعد سید حمزہ حاملہ اپنے اہل و عیال کو وہاں چھوڑ کر سنگھد پب کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ دریا کے کنارے پہنچے اور جہازوں پر سوار ہو کر سنگھد پب کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ یہ قصبہ بہت دور ہے۔ آخر کار وہاں پہنچ کر سارے کافروں کو قتل کر کے واصل جنم کیا اور خود وہاں اقامت اختیار کی۔ چنانچہ آپ کی اولاد ہندوستان اور سنگھد پب دونوں جگہ موجود ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں میراں سید بڑھ جن کی قبر اہم موضع حمیرہ پرگنہ کڑا میں ہے، حضرت شاہ سید صاحب قدس سرہ جن کا جزا مبارک تھوڑی ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ ان کے علاوہ سارے سادات تھوڑے، سادات مینی، سادات اوگاسی و مونی [یہ دونوں تھوڑے کا لجر صوبہ الہ آباد میں ہیں] اور سادات زور کوٹ حضرت سید

شاہ مجزہ حادقہ قدس سرہ کی نسل سے ہیں۔

میر سید معز الدین بن میر سید علاء الدین نجیب الطریقین سادات سے ہیں۔ آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا نسب بھی حضرت زید شہید قدس سرہ تک پہنچتا ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو "رسول دار" کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلطان محمود بن محمود جہانیاں کی اولادوں میں سے راجپتی الہیہ سے پانچ قطب پیدا ہوئے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جو میر سید معز الدین سے بیاہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت کی صاحبزادی شادی میر سید علاء الدین سے ہوئی اور بعض کہتے ہیں حاجی قاسم کے عقد میں آئیں۔ بہر حال میر سید معز الدین رشتہ اور نسب دونوں میں نجیب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت زید شہید قدس سرہ کے چار صاحبزادے تھے: ۱۔ یحییٰ بن زید۔ ان کی اولاد میں کثیر ہیں۔ ان کی نسل سے ہندوستان میں یہ تکین بزرگ زیادہ معروف و مشہور ہیں: میر سید حادقہ، میر سید نور الدین مبارک جن کا مزار مبارک دہلی میں حضرت خلیفہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے روضہ مبارک کے پاس ہے۔ سید محمد گیسو راز بندہ نواز، جن کا مزار قدس گنگر گٹر شریف میں ہے۔ آپ نے گنگر گٹر شریف میں ایک خوش بنوایا ہے جس کے بارے میں حضرت کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس میں غسل کرے گا سعادت مند ہو جائے گا۔ ان کے علاوہ ہوسکتا اور فراموشی ہوں جن کا علم نہیں ہے۔

حضرت زید شہید کے دوسرے صاحبزادے ہیں: حسین بن زید شہید قدس سرہ۔ آپ کی اولاد ہندوستان میں بہت ہیں۔ چنانچہ سید محمد جن کی اولاد شہر دھرو میں ہے، ان کا سلسلہ نسب بھی حضرت میر سید حسین بن زید شہید تک پہنچتا ہوتا ہے۔ سید بدر الدین عرف سید یحییٰ بن قبرا طبرہ قصبہ دل منسوبہ لہ آباد میں ہے، یہ بھی دھرو کے سادات زیدی کے بھائیوں میں سے ہیں۔ سید فخر الدین جن کی اولاد دہلی

میں ہے، وہاں سارے رسول دار آپ کی نسل سے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب بھی حضرت میر سید حسین بن زید شہید سے جاملتا ہے۔ سید محضر جن کی اولاد موضع بڑولی میں ہے، ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید تک پہنچتا ہوتا ہے۔ سید اسماعیل الدین جن کا مزار مبارک ظفر آباد متصل جو پور میں ہے، ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید سے ملتا ہے۔ سادات کبیرہ متصل آباد، سادات بڑولی کے بھائی ہیں۔ ان کا نسب بھی حضرت میر سید حسین بن زید شہید سے جاملتا ہے۔ میر سید نصیر الدین بڑولی سے چلے گئے تھے۔ سید علی بن سید محمد مسعود جن کی اولاد موضع بارہا میں ہے۔ یہ لوگ ہندوستانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید تک پہنچتا ہوتا ہے۔ سید نظام الدین اور سید نضال کی اولاد چچا ترو میں ہے، یہ بھی سادات بارہا میں ہیں۔ ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید سے جاملتا ہے۔ سید داؤد جن کا مزار مبارک قسن پور میں ہے۔ یہ بھی سادات بارہا میں سے ہیں۔ ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید سے جاملتا ہے۔ سید حسین بن زید شہید سے جاملتا ہے۔ سید بڑھا جو موضع بڑھا میں سکونت پذیر تھے، سادات گلاؤنگی، سادات چھارہ جو دہلی سے متصل ہے، سادات منڈوا، سادات مسوندا جو پور سے متصل ہے، میر سید شہاب الدین رسولدار جن کی اولاد جو پور کے قریب آباد ہے، ان سب کا نسب حضرت میر سید حسین بن زید شہید قدس سرہ سے جاملتا ہے۔ سادات گورہ جو بدلی کھنڈ میں ہے ان کا نسب میر سید محمد بن زید شہید سے ملتا ہے۔ سادات گلگرام جو میر سید محمد کی اولاد سے ہیں جن کا مزار مبارک گلگرام شریف میں ہے، ان کا سلسلہ نسب بھی حضرت زید شہید تک پہنچتا ہے۔ [۲۱] حضرت میر سید حسین کی اولاد میں بھی ہندوستان میں بہت ہیں۔ یہ شتر کاؤ کر چکا۔

پچھوس جو دہلی میں واسن اور سکدرہ کے درمیان واقع ہے، وہاں کے سادات کا نسب حضرت سید حسین بن حضرت امام علی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ نجیب سادات ہیں اور سب ازاد سے آئے ہیں۔ سادات سراوان آریہ مقام برست وہاں بچھو

حضرت سید حسین قدس سرہ کو ذی الدعا اس لئے کہتے ہیں کہ شوق الہی میں آپ کی آنکھیں ہمیشہ برقی رہتی تھیں۔ ان کے تین صاحبزادوں کی نسل باقی رہی۔ سید حسین جانی، سید یحییٰ، سید علی۔

حضرت یحییٰ بن زید شہید کے سات صاحبزادے تھے: ۱۔ سید قاسم ۲۔ سید حسن زانک ۳۔ سید جزوہ ۴۔ سید محمد اصفہر ۵۔ سید علی ۶۔ سید یحییٰ کانی ۷۔ سید عمر۔ سید عمر کے دو صاحبزادے تھے: سید احمد محدث اور سید ابوالصوفی محدث۔ سید ابوالصوفی محدث کے ایک صاحبزادے سید حسن نساب تھے۔ سید حسن نساب کے دو صاحبزادے: سید زید اور سید یحییٰ تھے۔ سید یحییٰ کے دو صاحبزادے تھے: سید ابوبلی عمر اور سید ابوجعفر حسن۔ سید ابوبلی عمر کے تین صاحبزادے تھے: ابوالحسن محمد، ابوطالب محمد، ابو الفتاح محمد۔ ابوطالب محمد عراق میں سکونت رکھتے تھے۔ جن حضرات کا میں نے نسب بیان کیا ہے، یہ بھی حضرات ولایت کے امام کی حقیقت سے مشہور ہیں۔

سادات روولی حضرت امام علی موئی رضا قدس سرہ کی نسل سے ہیں اور صحیح النسب سادات سے ہیں۔ سادات بھلا تو بہت نجیب ہیں لیکن یہ پتہ نہ چل سکا کہ ان کا سلسلہ نسب کس امام تک پہنچتا ہے۔ سری جو متصل مراد آباد سے متصل ہے، وہاں کے سادات کا نسب بھی حضرت زید شہید قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ سید بڑھا جن کی اولاد مسوندا متصل جو پور میں ہے، وہ سری ہی سے گئے ہیں۔ سادات دکام، سادات بریلی اور دوسری بریلی کے سادات قبائلی بھی نجیب سادات سے ہیں۔ وہاں کے دیگر سادات بھی نجیب ہیں۔

میر سید سلیم جو سید سلونی کے نام سے مشہور ہیں، پہلے یہ کالیہ آئے آپ کے ایک صاحبزادے سید بھائی جنہوں نے موضع کرنی میں سکونت اختیار کی۔ صحیح النسب سادات سے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت امام علی موئی رضا تک پہنچتا ہے۔

سے قریب ہے [ان کا سلسلہ نسب بھی زید شہید سے جاملتا ہے۔ سارے سادات جو حضرت سید حسین بن زید شہید قدس سرہ کی اولاد ہیں، ہندوستان میں ہی سکونت رکھتے ہیں۔ یہ ہندوستانی سادات حسینی زیدی، حضرت میر سید ابوالفرح و علی کی نسل سے ہیں۔ سید ابوالفرح دو ہیں۔ ایک حضرت میر سید حسین بن سید زید شہید کی نسل سے ہیں اور دوسرے سید ابوالفرح، یحییٰ بن زید شہید کی نسل سے ہیں۔ دوسرے سید ابوالفرح بغداد شریف سے متصل موضع عربیوں میں ہیں۔ چنانچہ آپ کا مزار مبارک بھی بغداد شریف میں ہے۔ یہ تقبیل اس لئے بیان کر دی تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔

زید پر متصل لکھو کے سادات

ان کے جد امجد میر سید عبداللہ ولایت ایران سے آئے تھے، ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے سید زید بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے یہ قبیل اپنے صاحبزادے سید زید کے نام سے بنایا۔ سلسلہ نسب یہ ہے: سید عبداللہ بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید محمد بن حضرت امام علی قدس سرہ۔ میر سید عبداللہ زید پر پہنچتے اور سید زید کو زید پر میں پچوڑ کر خود ولایت ایران کی طرف تشریف لے گئے صحیح النسب سید ہیں۔

شیخ تاج الدین کا نام گرامی محمد بن صغیف ہے اور کنیت ابو عبداللہ۔ حضرت ابو عبداللہ بڑے جوان مرو تھے۔ چنانچہ محمد تاج الدین میں آپ کے خالے سے تحریر ہے کہ حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب کے بہت سارے فرزند تھے لیکن آپ کی نسل ان چھ صاحبزادگان سے باقی رہی: ۱۔ امام محمد باقر ۲۔ سید عبداللہ ماہر ۳۔ سید عمر الاشراف ۴۔ سید حسین اصفہر ۵۔ سید علی اصفہر ۶۔ سید زید شہید۔ حضرت سید زید شہید کے چار صاحبزادے تھے: ۱۔ سید یحییٰ جو سترہ سال کی چھوٹی ہی عمر میں وفات پا گئے ۲۔ سید یحییٰ ۳۔ سید محمد ۴۔ سید حسین ذی الدعا۔

میر سید محمد اصفہانی بن سید احمد بن سید جعفر بن سید فخر الدین بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید حسین بن حضرت امام علی قلی قدس سرہ اسراریم۔ میر سید اصفہانی براہ راست حضرت شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے مرید تھے۔ اصفہان سے بہت سال لے کر آئے تھے۔ جب حضرت چراغ دہلی کی حلقہ بگوشی اختیار کی، سارا مال اور اثاثہ راہ خدا میں لٹا دیا۔ اصفہان میں گنگتان نام کا ایک محلہ ہے، آپ وہاں سے تشریف لائے تھے۔ آپ کا حجاز مبارک کرا میں ہے۔ آپ بھی صحیح المنقب سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب میر سید حسین بن حضرت امام علی قلی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔

سید حامد خان بزرگاری جن کا حجاز مبارک یا تو کرا میں ہے یا قلعہ ماکنیہر میں، ملوی سادات سے ہیں۔ چنانچہ میر سید علی ہمدانی تفسیر الانساب میں لکھتے ہیں کہ آپ سید حسین کی اولاد سے نہیں ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کے دوسرے صاحبزادگان میں سے کسی ایک تک ان کا نسب نہیں ہوتا ہے، جن کا نام علی عباس مشہور ہے۔ پس آپ علی عباس کی نسل سے ہیں۔

میر سید شہاب الدین گریزی بن میر سید زین الدین بن میر سید قاسم بن میر سید شمس بن میر سید حامد بن میر سید ناصر الدین بن میر سید اعظم [عرب سے آکر انہوں نے گریز کو آباد کیا] بن میر حسین بن میر سید مطلب بن میر سید یحییٰ یا قمر بن میر سید نظام الدین حسن بن میر سید ابوطالب عرف سید موسیٰ برقعہ [ان پر حدیث کا نور جلوہ گمن گنا۔ اسی وجہ سے ہمیشہ برقعہ پوش رہا کرتے تھے۔] بن میر سید جعفر ثانی بن حضرت امام علی قلی قدس سرہ اسراریم۔ میر سید شہاب الدین گریزی ماکنیہر کی فرزندوں میں سے حضرت راجہ حامد شاہ قطب الاقطاب تھے۔ خاندانی حیثیت کے عالی سلسلہ کو آپ کے دم سے بڑی رونق ملی۔ آپ قرض بہت لیا کرتے تھے۔ آپ

کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ راجہ حامد شاہ بن راجہ بن سید شہاب الدین سنی بن سید حسام الدین بن میر سید شہاب الدین گریزی بن میر سید زین الدین بن میر سید یحییٰ یا قمر بن میر سید طاہر بن سید ابوطالب حمزہ بن میر سید نظام الدین حسن بن میر سید جعفر ثانی بن حضرت امام محمد علی بن حضرت امام موسیٰ علی رضا اللہ تعالیٰ تمہم۔

میر سید شہاب الدین گریزی قدس سرہ کی قبر اطہر ماکنیہر میں ہے۔ آپ کے بھائی میر سید شمس الدین کی قبر مبارک پلوال سے متصل ہے۔ میر سید گریزی ملتان بھی ان کے ہم جد ہیں۔ چنانچہ ان تینوں بزرگوں کا سلسلہ نسب حضرت میر سید جعفر بن حضرت امام علی قلی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ اوچے اور پٹنادر کے سادات گریزی، حضرت میر سید شہاب الدین گریزی کے بھائیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ حضرات بھی نجیب سادات ہیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت میر سید ابوالخیر شہیدی بن سید قطب الدین بن سید عبداللہ بن سید قاسم بن سید اسعد السیوطی بن سید ضیاء الدین بن سید علی بن سید حسام بن سید قاسم بن سید طاہر بن سید طیب بن سید احمد شمس بن حضرت امام محمد یا قمر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ تمہم انجمن۔ یہ نجیب سید ہیں۔

حضرت میر سید مولانا خدوم خواجگی جن کی قبر اطہر کرا میں ہے، بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ حضرت میر سید علاء الدین بیوری کے خلیفہ ہیں۔ حضرت جعفر ابراہیم راہ بہر ایچی اور حضرت خدوم خواجگی خواجہ طاش اور میر بھائی تھے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت میر سید علاء الدین بیوری کے خلیفہ کمال و اکمل تھے۔ حضرت خدوم مولانا خواجگی قدس سرہ صحیح المنقب ہیں۔ چنانچہ آپ کے جد بزرگوار میر سید شمس الدین عربی شمس جن کا حجاز مبارک ملتان میں ہے، کافی مشہور ہیں، بلکہ میر سید شمس الدین عربی قدس سرہ کی سمت نسب پر حضرت خدوم سید ضیاء ملت قدس سرہ کو گواہ ہیں۔ بہت ہی نجیب اور صحیح المنقب سید ہیں۔

میر سید علاء الدین بیوری [صحیح المنقب بیوری] جو مولانا خواجگی کے بیرو مشہر ہیں، ان کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ قلی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ صحیح المنقب سید ہیں۔ حضرت میر سید علاء الدین، حضرت میر سید قطب مدنی میر بن سید احمد مدنی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ چنانچہ حضرت میر سید قطب الدین، حضرت نور العظیمین قطب ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم جد ہیں۔ حضرت میر سید قطب الدین کے والد ماجد میر سید احمد اور حضور غوث العظیمین حقیقی پچھا زاد بھائی ہیں۔ حضرت غوث العظیمین محبوب سبحانی کی ہمشیرہ بی بی مات، حضرت میر سید احمد سے منسوب تھیں، انہیں سے میر سید قطب الدین مدنی تولد ہوئے۔ حضرت کو مدنی اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت میر سید احمد اپنے اہل خاندان کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہوئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ امید سے تھیں۔ جس وقت حضرت میر سید احمد مدینہ شریف پہنچے، اس کے دو چار دن بعد ہی حضرت میر سید قطب الدین تولد ہوئے، اس وجہ سے آپ کو مدنی کہتے ہیں۔ حضرت میر سید قطب الدین حضرت شیخ عظیم الدین کبریٰ قدس سرہ کے مرید تھے۔ حضرت مدنی نے پہلے حضور غوث العظیمین محبوب سبحانی کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے کی درخواست عرض کی اور حضور غوث پاک سے مرید ہو گئے۔ ایک ہیروز تک حضور غوث پاک کی خدمت اقدس میں رہے۔ اس کے بعد سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت میر سید قطب الدین مدنی کچھ زمانے تک شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کی خدمت قدس میں رہے، آخر کار شیخ محمد الدین کبریٰ فردوسی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر سلطنت کی ساری منزلیں طے لیں اور آپ سے سلسلہ فردوسیہ سہروردیہ کا فرقہ حاصل کیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ

عزیز کے وصال کے بعد آپ حضور غوث پاک کے شہزادے حضرت میر سید عبدالرزاق قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہیں پابندی تربیت کی تکمیل کی۔ حضرت میر سید قطب الدین مدنی قدس سرہ بڑے صاحب کمال اور عارف باللہ بزرگ تھے۔ آپ کا حجاز مبارک کرا میں ہے۔ آپ کی اولاد میں کرا اور اس کے مضافات میں موجود ہیں۔ نجیب سادات حسنی حسنی ہیں۔ آپ حضرت کاشمی حسنی اس طور سے کہتے ہیں کہ آپ کے جد کریم حضرت عبداللہ انصاری، حضرت حسن شمس بن حضرت امام حسن کے شہزادے ہیں اور سید عبداللہ انصاری، حضرت امام حسین کے نواسے تھے۔ اسی لئے حضرت سید عبداللہ انصاری کی اولاد کو حسنی حسنی کہتے ہیں۔ حضرت میر سید قطب الدین مدنی ایسے مقبول بارگاہ الہی بزرگ ہیں کہ جو بھی آپ کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے، اپنا مقصود دلی پاتا ہے۔ آپ کی کرامات بے حد و شمار ہیں۔

قدوۃ العارفین حضرت میر ابوالبرکات، جن کا حجاز مبارک توران میں ہے، آپ بھی حسنی سادات سے ہیں۔ ولایت ایران اور نواح کابل میں اکثر سادات حسنی ہیں۔ چنانچہ شریف مکہ بھی حسنی سید ہیں لیکن زید بن حسین بن موسیٰ کی نسل سے ہیں، اس لئے خود کو زیدی سادات کہتے ہیں۔ بھی شریف مکہ حسنی سادات ہیں۔ بادشاہ روم بھی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔

قدوۃ العارفین امام العظیمین، سراج الایمان، عارف اسرار الہی، ہادی الکونین، واصلیین کے داتا حضرت شاہ شرف الدین شرف یوسفی قلندر بن حضرت سالار فخر الدین بن شیخ زہیر بن شیخ حسن بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ ابوبکر بن شاہ قازی بن شیخ قاسم بن شیخ عبدالرحمن بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ محمد بن شیخ عطا بک بن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت شیخ شرف الدین یوسفی قلندر نے پہلے حضرت شہاب الدین خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اویسی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم و دین حاصل کیا اور نعمت باطنی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ سے حاصل ہوئی۔ حضرت شاہ یوسفی قلندر کے دوسرے شیخ طریقت حضرت شاہ نعم الدین قلندر ہیں۔ اسی طرح بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ لیکن آپ کو مرتبہ مجتہدیت امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بارگاہ پاک سے حاصل ہوا۔ عالم خواب میں آپ نے حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سے عرض کیا: حضور حالت فقیر کی کیسے کہتے ہیں؟ حضرت مولائے کائنات نے فرمایا: جب خواب میں بھی حالت بیداری پیدا ہو جائے اور ساری کثرت کو اپنے وجود میں ضم کر کے وجود واحد کے اجزا کی صورت میں ملاحظہ کرے، چاہے خواب کی حالت میں ہو یا بیداری کی حالت میں تو اسے حالت فقیر کی کہتے ہیں۔ حضرت شاہ یوسفی قلندر نے عرض کیا: یہ حالت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ حضرت مولائے کائنات نے فرمایا: پھر شراب طہور کا ایک جام اپنے دست مبارک سے عطا کیا اور فرمایا: کہ سارے اولیاء کی ولایت میں نے تجھ پر موقوف کر دی اور تجھے ولایت کا تقسیم کار بنا دیا۔ حضرت شاہ یوسفی قلندر فوراً سر و قد ہو کر تقسیم بہالائے اور پائے اقدس کو بوسہ دیا۔ اسی وقت آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی اور اسی دوران سلوک کی ساری نعمتیں آپ کو حاصل ہو گئیں۔ سلوک کی منزل میں یوں تو کبھی مشائخ کے سایہ کرم میں نے کسے لیکن کیف مستی کا خاص حصہ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے حاصل ہوا ہے۔



میر سید محمد حقانی بن میر سید علی ابوالیٰ بن میر سید علاء الدین بادشاہ بن میر سید فیاض الدین بن حسن عسکری قدس سرہ امام۔ حضرت حقانی کے خاندانی نسب نامے میں یہ مذکورہ اساتذہ گرامی مشہور ہیں۔ آپ کی شادی حضرت مخدوم شہباز ملت کے

خاندان میں ہوئی اور حضرت شہباز ملت نے آپ کو اپنی خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت حقانی کے معتقد مسنون کی جب بات چلی تو حضرت شہباز ملت نے آپ کے نسب کی تحقیق فرمائی۔ معلوم ہوا کہ حضرت حقانی کے چچا کرم حضرت میر سید غیاث الدین، حضرت میر سید حسن عسکری کے صاحبزادے ہیں لیکن یہ حسن عسکری دوسرے ہیں۔ امام حسن عسکری نہیں۔ البتہ دونوں حضرات کا نام ایک ہے۔ یہ حسن عسکری، سید حمزہ کے صاحبزادے ہیں جن کا سلسلہ نسب یہ ہے: سید حمزہ بن سید ہارون بن سید عقیل بن میر سید اسماعیل بن میر سید علی اشقر بن میر سید جعفر بن حضرت امام علی تقی قدس سرہ امام۔ اور حضرت امام حسن عسکری کا امام مہدی کے علاوہ کوئی بیٹا نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے تاریخ کی ساری کتابوں میں تحقیق کر ڈالی۔ آخر کار دیوان انساب نامی کتاب میں آپ کا یہ نسب نامہ دریافت ہوا۔ چنانچہ کھلی ہوئی دلیل یہی بتاتی ہے کہ حضرت میر سید محمد حقانی اور حضرت امام حسن عسکری کے درمیان کم و بیش چار سو سال کا فاصلہ ہوگا تو پھر حضرت صرف تین واسطے سے حضرت امام حسن عسکری تک کیسے پہنچ جائیں گے؟ اس لئے وہ حسن عسکری دوسرے ہیں حضرت حقانی کی اولاد جو اپنے آپ کو امام حسن عسکری سے منسوب کرتے ہیں، غلط کہتے ہیں۔ حضرت حقانی کا حقیقی نسب نامہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حضرت سید محمد حقانی سزوار سے سات ہزار سو اسی کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ہندوستان میں مناسبت مختلفہ حیات کی صورت نظر آئی تو مشغلہ حیات کی طلب میں مملکت بنگالہ کا قصد کیا۔ یہ ایک ایسی داستان ہے۔

پھر کیف اہم وقت حضرت میر سید محمد حقانی، حضرت مخدوم شہباز ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کا جمال جہاں آرا دکھتے ہی حضرت حقانی کی طبیعت دنیا سے سرد ہو گئی اور آپ بالکل تارک الدنیا ہو گئے۔ آپ نے دو سال حضرت مخدوم شہباز ملت کی خدمت میں رہ کر باطنی تربیت حاصل کی۔ آخر کار حضرت حقانی نے عرض کیا کہ میں کج سکنوت اختیار کروں؟ حضرت شہباز ملت

نے فرمایا: موضع چرتی گاؤں میں، میں بھی وہاں تھوڑے دن رہا تم بھی وہیں جا کر قیام کرو۔ اس کے بعد آپ نے یہ دیہات سید سیرایاں حضرت حقانی نے خرید لیا اور وہاں سکنوت اختیار کر لی۔ چنانچہ سید سیرایاں میں ہی آپ کی قبر اطہر ہے۔ سید سزواراں کے موجودہ زمین داران، حضرت حقانی کے غلاموں کے خاندان سے ہیں۔ حضرت کے صاحبزادگان نے یہ گاؤں اپنے غلاموں کو دے کر خودی گاؤں میں آ کر مقیم ہو گئے۔



حضرت میر سید محمد گیسو دراز بندہ نواز بن سید یوسف حسی قدس سرہ امام بھی حضرت میر سید محمد گیسو دراز بندہ نواز بن سید یوسف حسی قدس سرہ امام بھی بن سید زید شہید قدس سرہ کے خاندان سے ہیں۔ آپ کا نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ مزار مبارک گلبرگ شریف میں ہے۔ آپ حضرت شاہ فقیر الدین چراغ دہلی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت چراغ دہلی کے منظور نگاہ تھے۔ حضرت کی بارگاہ میں آپ جیسا قرب کسی کو حاصل تھا۔ اپنے پیر کے علاوہ باطنی نعمتیں آپ نے چودہ چھوٹوں سے حاصل کیں۔ صحیح النسب اور نجیب الطرفین زیدی سادات سے ہیں۔ آپ کے کشف و کرامات کی ہزاروں داستانیں دکن میں مشہور ہیں، جن کے بیان کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔



حضرت میر سید علی ہمدانی قدس سرہ رضوی سادات سے ہیں۔ حضرت میر سید جعفر بن حضرت امام علی تقی کے خاندان سے صحیح النسب سادات ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی میر سید محمد علی ہمدانی، جو کثیر الاولاد تھے۔ اسی طرح حضرت میر سید تاج الدین شیر سوار چاچا بک مارہ نے ولایت ایران سے آ کر نارول میں سکنوت اختیار کی۔ آپ کی قبر اطہر وہیں نارول میں ہے۔ میر سید عبدالرحمن کاہنی، حضرت محمد حنیف کی نسل سے سادات طوی ہیں۔ آپ کا مزار پاک بھی نارول میں ہے۔ میر سید شاہ محمد

سمرقندی بھی سادات طوی یعنی حضرت سیدنا محمد حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ [۳۱] لیکن مثل کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بھی نارول میں ہے۔



مولائے کائنات امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیگر اولاد کے احوال:

حضرت شاہ ابوالقاسم محمد حنیف بن علی مرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما، چچا حنیف کے نام سے مشہور ہیں۔ [۳۲] آپ کی ولادت ۱۶ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ عمر مبارک پندرہ سال تھی۔ ۸۱ھ میں عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں پیر کے دن وصال ہوا۔ کتابوں کا ایک گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ قریب قیامت ظہور فرمائیں گے [اسی طرح کی اور بھی بعض بے سرو پا حکایت آپ سے منسوب ہیں] آپ کے تین صاحبزادے: ۱۔ ابو ہاشم، ۲۔ علی عبدالمناف، ۳۔ جعفر [۵] آپ کے چودہ صاحبزادے اور دس صاحبزادیاں تھیں لیکن نسل تین صاحبزادوں سے پہنچی، ابو ہاشم جعفر علی قدس سرہ امام، خاندان مصطفیٰ میں، ۱۳۴ھ حضرت کا وصال مدینہ طیبہ یا طائف میں ہوا۔ [۳۳] سالکین، ۱۸۲/۱۸۳ھ حضرت جعفر کے ایک صاحبزادے عبداللہ تھے۔ حضرت علی عبدالمناف کے ایک صاحبزادے عون عرف قطب غازی تھے۔ حضرت عون عرف قطب غازی کے ایک صاحبزادے آصف غازی تھے اور آصف غازی کے ایک صاحبزادے شاہ غازی، شاہ غازی کے دو صاحبزادے شاہ محمد غازی اور شاہ احمد غازی تھے۔ شاہ احمد غازی نے سزوار کو اپنا پٹن بنا لیا۔ چنانچہ سادات سزوار ہی آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح سید حامد خان سزوار ہی بھی شاہ احمد غازی کی نسل سے ہیں جن کا مزار مبارک قلندہ ناکھہ رہیں ہے۔ حضرت سید احمد غازی کی اولاد بہت ہیں۔ سید شاہ احمد غازی کے بڑے بھائی سید شاہ محمد غازی کے ایک صاحبزادے سید طیب غازی ہیں جن کے ایک صاحبزادے سید

ظاہر قازدی ہیں۔ سید طاہر قازدی کے ایک صاحبزادے سید عطاء اللہ قازدی اور ان کے صاحبزادے سید سادہ قازدی ہیں۔ سید سادہ قازدی کی شادی سلطان محمود غزنوی کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے سید سعید الدین سالار محمود قازدی ہیں۔ آپ سادات علوی سے ہیں۔ اکثر اشراف سادات حضرت سید سالار محمود قازدی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے ہیں۔

حضرت محمد حنیفہ بن علی مرتضیٰ کے بڑے صاحبزادے حضرت ابو ہاشم بن علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں۔ ان سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے وصایا شریفہ قلم بند فرمائے۔ آپ کی نسل ابھی شیراز میں ہے۔

سیدنا عمر بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک صاحبزادے حضرت محمد تھے جن کے چار صاحبزادے تھے۔ ۱- عبداللہ، ۲- جعفر، ۳- عمر، ۴- محمدی الدین۔ حضرت عبداللہ بن محمد کی نسل بغداد اور قل میں بہت کثیر ہے۔ بیڑ علی بزرگی جن کی قبر اطہر لاہور میں ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت جعفر بن محمد کی نسل عراق و حرم میں ہے۔ چنانچہ امام علی و ابی احنن جن کا مزار مبارک سیالکوٹ میں ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت عمر بن محمد بن مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسل عراق، عرب اور شام میں بہت پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ امام الشہداء حضرت میر سید عبداللہ بن بدر عالم، میر سید ابوالقاسم اور میر سید علی جن کے سادات طبقات پائی پت میں ہیں، حضرت عمر بن محمد کی نسل سے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن محمد قدس سرہا کی نسل مبارک تین صاحبزادوں سے باقی رہی: حضرت یحییٰ، حضرت احمد، حضرت محمد۔ حضرت یحییٰ بن عبداللہ کی نسل شہد شام ہے۔ چنانچہ میرال سید محمود بہاری حضرت یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ آپ کی قبر اطہر حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیٰ قدس سرہ کی درگاہ سے متصل پورب کی جانب واقع ہے۔ حضرت احمد بن عبداللہ کی نسل عراق، عرب اور شام میں ہے۔ حضرت محمد بن عبداللہ کی نسل آپ کے دونوں صاحبزادگان: حضرت قائم

اور حضرت جعفر سے چلی۔ حضرت قائم ایک علاقے کے حاکم تھے۔ آپ کے صاحبزادے محمد بن قائم تھے جو والد کے بعد ان جگہ کے حکمراں بنے۔ حضرت جعفر بن محمد بن عبداللہ کا لقب المومنین السماہ یعنی آپ کی ۳۰ بیویاں اور خصوصاً ہذا آسمان کے مالک کے دربار سے ہوتی تھی۔ ۱۲ سالہ آپ کو بلقان میں منجینوں پر حاکم بنایا گیا۔ حضرت جعفر مومنین السماہ کے پچاس صاحبزادے تھے۔ ان میں سے عبداللہ مجید بن جعفر ہندوستان کے علاقہ اوچہ (اب یہ پاکستان میں ہے) ۱۲ سالہ آپ کے حکمراں ہوئے۔ حضرت عبداللہ مجید کے ایک صاحبزادے سید احمد تھے جن کے ایک صاحبزادے سید کمال ہوئے۔ سید کمال کے ایک صاحبزادے سید کمال تھے جن کے ایک بیٹے سید احمد ہوئے۔ سید احمد بن سید کمال کے دو صاحبزادے تھے: سید محمد اور سید محمود۔ سید محمد کی اولاد کن میں بچا پور، بھاگ سنگر، حیدر آباد، برہان پور، پٹنہ، بھارت میں اور سورجھ کے اطراف و جوانب میں ہیں۔ دوسرے صاحبزادے سید محمود سید محمودزریں کہتے ہیں۔ ان کی اولاد کراچی اور گڑھ اور قصبہ ایریا میں ہے جو کراچی سے متصل ایک دیہات ہے۔ عبداللہ مجید بن جعفر سیدستان میں رہے اور وہاں کے حکمراں ہوئے۔ حضرت جعفر کے صاحبزادوں کی نسل اب ہندوستان، سندھ، فارس، کرمان، سیستان، عراق، عرب، عراق، حرم، اور ہندوستان کی تمام ملک میں موجود ہیں۔

حضرت ابوالفضل عباس بن علی بن ابی طالب قدس سرہ کے ایک صاحبزادے عبداللہ تھے۔ حضرت عبداللہ کے ایک صاحبزادے حسین تھے۔ حضرت حسین کے پانچ بیٹے تھے۔ ۱- عبداللہ، ۲- عباس، ۳- حمزہ، ۴- ابراہیم، ۵- فضیل۔ حضرت عبداللہ بن حسین حرمین کے امیر اور قاضی تھے۔ عباسیوں کے زمانے میں حضرت علی کی اولاد میں سے کوئی شخص سب سے پہلے حرمین طہین کا امیر ہوا، وہ آپ تھے۔ عباس بن حسین کے ایک صاحبزادے عبداللہ تھے جن کی اولاد یمن، مکہ، مدینہ، کوفہ، شہد حسین یعنی کربلا اور شہد موسیٰ الجواد میں ہیں۔ حمزہ بن حسین کی نسل بلرستان، ہمدان، اور ہرات میں ہے۔ ابراہیم بن حسین کے ایک صاحبزادے علی الفرج

علی العریض تھے جن کی نسل مصر میں ہے۔ فضیل بن حسین کی نسل بھی اسی دیار میں ہے۔ علاقے انساب جج انساب سادات کے حالات تحریر کرتے ہیں تو توجہ دے کر ان کے احوال تفصیل سے بیان کرتے ہیں، تاکہ اگر کوئی خود کو ان سے منسوب کرے، یا ان میں سے کسی کو کسی اور نسب کا بتانے کی خواہش کی جا سکے۔ یہ رہا مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان صاحبزادوں کا تذکرہ جو حضرت طاہرہ زہرا علیہا السلام جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دیگر ازواج سے ہیں۔

سادات ترمذی:

میر سید احمد تھتہ قدس سرہ [جن کا مزار مبارک لاہور میں ہے] ان میر سید علی بن میر سید حسین بن میر سید محمد بن عرف شاہ ناصر ترمذی بن سید موسیٰ جنیس بن میر سید حسن جنیس بن میر سید علی بن میر سید حسین اصغر بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت میر سید احمد تھتہ قدس سرہ، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت تھے۔ کچھ زمانے تک حضرت شیخ کی صحبت میں رہے اور باطنی فیض اٹھایا۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ ”تمہاری نسل میں ایک قلب ہمیشہ رہے گا“۔ چنانچہ ایمانی معاملہ باہر آپ کے پیشتر فرزند صاحب کمال اور ہی ہوئے۔ چنانچہ میر سید علی عاشقان شطاری بن میر سید قوام الدین جن کی قبر اطہر سرائے میر متصل جوئیور میں ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت مخدوم امی جوشید قدس سرہ جن کا مزار مبارک قونج میں ہے، آپ کے مرید و خلیفہ حضرت میر سید حسین بھی حضرت میر سید احمد تھتہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت میر سید حسین کی قبر اطہر بھی قونج میں ہے۔ سید میر عبدالوہاب قدس سرہ جن کا مزار مبارک شاہ دھورا میں ہے، سلسلہ چشتیہ میں مرید و

خلیفہ تھے۔ آپ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ آپ کے دروازے کے سامنے سے ہندوں کا جو جنازہ گزر جاتا، وہ ہرگز نہیں چل سکتا تھا۔ چنانچہ آپ کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ ”میر سید عبدالوہاب، نہ دو رخ نہ عذاب“۔ میر سید عبدالوہاب بھی حضرت میر سید احمد تھتہ قدس سرہ کی نسل سے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت میر سید احمد تھتہ قدس سرہ کی اولادیں ہندوستان میں بہت ہیں۔ یہ حضرات سادات ترمذی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ نجیب الطریقین سید ہیں۔ چنانچہ دای پور، ساڈی، پائی پت کے سادات ترمذی حضرت میر سید حسین ترمذی کی نسل سے ہیں، یمن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ میر سید احمد تھتہ کے صاحبزادگان ہندوستان میں بہت ہیں۔ چنانچہ لاہور اور اس کے مشافات، قونج، مملکت بنگالہ اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں خوب پھیلے ہوئے ہیں۔

میر سید کمال ترمذی بھی نجیب سید ہیں۔ چنانچہ آپ کے فرزند کمال متصل قنبر، پنجپور اور پھانی میں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری جگہوں میں بھی آپ کی کثیر اولادیں پھیلی ہوئی ہیں۔

میر سید عبدالکلیم ترمذی قدس سرہ بھی نجیب الطریقین سید ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب شامل ترمذی میں نصف حصہ آپ کا تالیف کردہ ہے۔ آپ کی نسل بھی گجرات اور سورجھ میں بہت ہیں۔ سارے ہندوستان میں ترمذی سادات ان تین حضرات کی نسل سے ہیں۔ ۱- میر سید احمد تھتہ، ۲- میر سید کمال ترمذی، ۳- میر سید عبدالکلیم ترمذی۔ ان کی نسلوں کو چھوڑ کر ہندوستان میں کوئی ترمذی نہیں ہے۔ ہندوستان میں جو بھی سادات ترمذی ہیں، وہ انہیں تین بزرگوں کی نسل سے ہیں۔ گجرات میں سادات کے چار قبیلے ممتاز ہیں: ۱- بخاری، ۲- ترمذی، ۳- بھکری، ۴- سبزواری / شیرازی۔ ان چار شاخوں کی تمایز اور سیادت مشہور و معروف ہے۔ ان کے علاوہ اور شاخیں بھی ہوں گی۔

حضرت مخدوم شاہ احمد عبداللہ تھتہ قدس سرہ، حضرت مخدوم شاہ جلال جلالی پائی

بتی کے مرید و تلمیذ ہیں۔ بڑے صاحب حال اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ سلسلہ چشتیہ کے اپنے وقت میں منتہا اور چشما تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ چھ مہینے آپ نے قبر میں رو کر چلے کیا اور چھ مہینے خود کو رخت کے اندر چھپائے رکھا ہے۔ اس طرز کی ڈھیر ساری روایتیں کی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ پر استغراق کا عالم خوب طاری رہتا تھا۔ منقول ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو بیت پر کہتے: افسس للہ المسوجود فی کل شئی وهو عنہا۔ بعض وقت یہ کہتے ہیں: کافر خدم، زناہ پوشیدم، اللہ اکبر۔ آپ سے کرامات اور خرق عادات بے حد بے شمار ظاہر ہوئیں۔ حضرت شاہ احمد علیؒ کا نسب چند واسطوں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا حجاز مبارک صوبہ اودھ کے قصبہ روہی میں ہے۔ حضرت خواجہ شاہ اسماعیلؒ کی چراغ دہلی قدس سرہ کے بھائی تھے۔ وہ شاہ اسماعیلؒ کی قبر اطہر بھی قصبہ روہی میں ہے جو بہت نجیب ہیں۔ مخدوم شاہ اوصحن بن مخدوم شاہ بہاء الدین مرید مخدوم شاہ محمد سیوٹی جو پوری قدس سرہ بھی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مخدوم شاہ اوصحن عثمانی ہیں، بہر کیف! بہت نجیب ہیں۔

سید محمد بن سید محمود کرماتی قدس سرہ اپنے شہر کرمات سے تجارت کے لیے لاہور آئے تھے۔ یہاں آکر ملازمت کے حصول کے لیے آجوتی تشریف لے گئے اور حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔ یہ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سید محمد بن مبارک بن محمد کرماتی نے حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی نظام الدین اولیا قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ یہ سید محمد کرماتی کے پوتے ہیں اور نجیب سید ہیں۔ سید محمد بن حضرت شیخ سیوٹی، شیخ اسماعیل بن محمود کے تلمیذ تھے۔ تو حیدرآباد میں درجہ عالی رکھتے تھے۔ آپ کا شمار عظیم اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ بحر المعانی آپ کی تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ دقائق المعانی، حقائق المعانی، رسالہ در بیان روح و بیچ

نکات، بحر الانساب بھی آپ کی عالی تصانیف ہیں، بحر الانساب میں حضرات اہل بیت کا تذکرہ ہے اور اپنے آباؤ اجداد کا نسب بیان فرمایا ہے۔ آپ نے لمبی عمر پائی تھی۔ سلطان محمد تغلق کے زمانے سے لے کر سلطان بہلول لودی کے دور حکومت تک آپ جیات تھے۔ عمر مبارک سو سال سے زیادہ تھی۔ آپ کے آباؤ اجداد شرفائے مکہ تھے۔ وہاں سے دہلی آئے اور سر بہنگو اپنا وطن بنایا۔ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

سید یوسف بن سید جمال سیوٹی قدس سرہ کے آباؤ اجداد سیوٹی کی حیثیت سے مشہد سے تعلق رکھتے آئے۔ سلطان فیروز زین العابدین اللہ برہانہ کے زمانے میں دہلی حاضر ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی قبر اطہر دہلی میں ہے۔ نجیب سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام علیؒ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

دہلی سے متصل دو آبد کے درمیان موضع گلاؤٹی ہے۔ یہاں کے سادات بھی نجیب ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب بھی حضرت زید شہید تک پہنچتا ہے۔

شاہ بدیع الدین ہمدانی قدس سرہ کا لقب شاہ مدار ہے۔ آپ شیخ محمد طفیل راشدی کے مرید ہیں۔ آپ کا سلسلہ بیعت کبریٰ یا کسی اور وجہ سے پانچ یا چھ واسطے سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ [۶] غرائب احوال، عجائب اطوار، مقامات بلند اور کرامات ارجمند رکھتے ہیں۔ حضرت شاہ مدار کی بزرگی کا احاطہ کوئی تحریر اور تقریر نہیں کر سکتی۔ آپ کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طور سے پہنچتا ہے: شاہ بدیع الدین بن علی شاہ کا فور بن قطب بن الخلیل بن محمد بن حسن بصری بن بہاء الدین بن بدر الدین بن عبدالحامد بن شہاب الدین بن طاہر بن مطہر بن عبد الرحمن بن ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے:

لیلیٰ حاجران بنت حامد بن محمود بن قیام الدین بن شمس الدین بن ابن راجع الدین بن عبد الرحمن بن شمس الدین کبریٰ بن عبدالمجید بن عبد الرحمن بن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہم [۷]

کہتے ہیں کہ بارہ سال تک آپ نے کھانا نہیں کھایا۔ جو لباس ایک بار زیب تن فرمایا، اسے دوبارہ دھونے کی ضرورت نہ ہوئی۔ وہ ہمیشہ سفید اور پاکیزہ رہتا۔ آپ مقام جہدیت پر فائز تھے جو سالکین کا ایک خاص مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا جمال باکمال عطا فرمایا تھا کہ جو بھی آپ کے مبارک روئے زیاہ نگاہ ڈالتا، وہ بے اختیار آپ کے قدموں میں آگرتا۔ اسی وجہ سے آپ ہمیشہ اپنے چہرہ اقدس پر نقاب ڈالے رہتے۔ حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار قدس سرہ کا وصال ۸۴۰ ھ بمطابق ۱۴۰۰ ھ میں ہوا۔ مزار شریف کن پور میں ہے جو قنوج کے مضافات میں ہے۔ ہر سال ہجرتی اولیٰ میں آپ کا عرس منعقد ہوتا ہے جس میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے چھوٹے بڑے ہر مذہب و ملت کے لوگ آتے ہیں۔ ان کے ساتھ علم اور چمٹے روضہ شریف کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ مدار کی نجیب و غریب کرامات اور خرق عادات بیان کرتے ہیں۔ اہل ہندوستان میں وہ تہائی مسلمان حضرت بیرونیؒ و شیخ فرحت عظیم شاہؒ کی اللہ تعالیٰ جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہیں۔ ایک حصہ شرافت میں پیشتر حضرت شاہ مدار کے مرید ہیں۔ سلطان الہند مظاہر رسول خواجہ خواجہ بکان معین الدین حسن چشتی قدس سرہ اور مخدوم بہاء الدین ذکر یامتانی قدس سرہ کے مریدین کی تعداد بھی خاصی ہے۔

میر شمس الدین طاہر قدس سرہ، حضرت شاہ نور قطب عالم قدس سرہ کے مرید تھے۔ آپ شیخ النسب سید ہیں۔ موضع ہلورا، پنڈوراپ کا وطن تھا۔ آپ کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔ حضرت خواجہ بزرگ سیدنا معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اس کبریٰ کے باوجود مرقا و خواجہ کے امیر مقدس میں ناک نہیں جھارتے اور تھوکتے، پیشاب پانخانہ تو دور کی بات ہے۔ امیر مقدس میں بے وضو قدم نہ رکھتے۔ نجیب سادات سے ہیں۔ حضرت کا نسب مبارک حضرت امام سیوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلم تک پہنچتا ہے۔

میر سید سلطان بہرائچی قدس سرہ شیخ غلام الدین آجودھنی کے مرید تھے۔ لیکن بیعت وار شاہ سلسلہ شطاریہ میں لیتے تھے۔ مرست قندھار تھے۔ ظاہری گذر بسر زندان ہوتی۔ کبھی لباس فاخرہ پہنتے تو کبھی لباس فقیرانہ، کسی حالت اور محبت کے پابند نہ تھے۔ کبھی تہاڑے، کبھی کھراشیں اور کبھی بازاروں میں، نجیب سید تھے۔



میر سید ابراہیم بن سید معین الدین بن عبد القادر چشتی قادری اہل بیت قدس سرہ بڑے بابرکت اور باکمال بزرگ تھے۔ شیخ النسب سید ہیں۔ ہر علم کی بہت ساری کتابیں آپ کے ملاحظے میں رہیں۔ سارے عقلی نقلی رسی حقیقی علوم پر مکمل دانشمندانہ دسترس تھی۔ آپ کے پاس کتابوں کا خاصا ذخیرہ تھا جن میں پیشتر کتابیں آپ کے دست مبارک کی تحریر فرمودہ تھیں۔ حضرت کا نسب مبارک حضرت امام سیوٹی عظیم قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت کا حجاز اقدس سلطان المشائخ محبوب الہی نظام الدین اولیا قدس سرہ کی درگاہ میں حضرت امیر خسرو قدس سرہ کے دروضہ کے پانچنے ہیں۔ [۸]



حضرت سید رفیع الدین قدس سرہ حسب و نسب کے علوم کے ماہر تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد بھی صالح اور متقی تھے۔ حضرت سید رفیع الدین نے سالہا سال مدینہ منورہ میں رہ کر روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بناوری کا شرف حاصل کیا ہے۔ اب تک آپ کی اولاد مکہ معظمہ میں موجود ہے۔ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کا نسب حضرت امام سیوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔



حضرت میر سید مسعود عرف حضرت شاہ سید وصاحب قدس سرہ کا شمار عظیم امراء میں ہوتا ہے۔ گڑا کوڑہ، الہ آباد، جو تپور اور مانگھار کی صوبے داری آپ کے سپرد تھی۔ شیخ النسب سادات سے ہیں اور میر سید جلد مزہ کے فرزندوں میں آتے ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا۔ حضرت کا سلسلہ نسب حضرت زید شہید بن حضرت امام زین

تھوڑی رات گزر جاتی تو گھر واپس آئے۔ منقول ہے کہ ابدال مولانا کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں۔ مولانا نے کہا: میں بال بچے والا آدمی ہوں۔ مجھے آپ لوگوں کی محبت داس نہیں آئے گی۔

منقول ہے کہ مولانا باقی الدین نے ایک باندی خرید رکھی تھی۔ ایک دن اس کنیر نے اپنے بچوں کو یاد کیا۔ مولانا اسے آدھی رات میں اپنے ساتھ لے کر بچوں کے درمیان بٹپٹا آئے اور اپنی خدمت سے انان دے دی۔ دوسرے دن جب مولانا کی اہلیہ کو اس معاملے کی اطلاع ہوئی تو ناراضگی ظاہر کی۔ خدا کا حکم کتھوڑی دیر بعد وہ کنیر اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر حضرت شیخ تقی کے قدموں میں گر پڑی اور کہنے لگی: ہم سب آپ کے غلام ہیں۔ حضرت نے فرمایا: ہم نے تم سب کو آزاد کر دیا۔ حضرت مولانا باقی الدین صبح انب سید تھے اور اپنی بزرگی اور کمال باطنی کی وجہ سے شیخ کے نام سے مشہور تھے۔ چنانچہ قبیلہ مکر کے نصف شیخ زادے مولانا باقی الدین کی اولاد سے وابستہ ہیں۔ یہ سب نجیب شیخ ہیں۔ ان کا نسب چند واسطوں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اور نصف شیخ زادے جو قاضی کے لقب سے مشہور ہیں، یہ بھی نجیب ہیں لیکن قاضی رکن الدین کی اولاد سے ہیں اور حضرت قاضی رکن الدین رحمت اللہ علیہ عاکس ہیں۔



شیخ تقی جو شیخ ضیاء الدین زاہد کے مرید تھے جن کا مزار مبارک کراچی میں ہے، آپ کا وطن بھکر سندھ سے متصل موضع شکار پور تھا۔ شیخ داؤد کے خاندان سے ہیں۔ چنانچہ آپ حضرت شیخ داؤد کے نیرہ کی حیثیت سے سندھ میں مشہور ہیں۔ شیخ تقی بڑے صاحب کمال اور صاحب حال انسان تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید شاہ اشرف جہانگیر قدس سرہ سے مذہبی معاملات میں اکثر گفتگو رہتی۔ مخدوم صاحب پر حضرت شیخ تقی کی تیار کیا تھا۔ بہت عادت اہل بر تانپ کے آدمی تھے۔ الہ آباد اور کراچی کے

مقامات میں پندرہ سال رہے۔ اپنے مرشد شیخ ضیاء الدین کے وصال کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے۔ چنانچہ آپ کی قبر بھی شکار پور میں ہے جو بھکر سے قریب ہے۔ آپ کے دادا شیخ داؤد قوم کے انصاری تھے۔



شیخ تقی یہ بھی بہت صاحب تقویٰ تھے۔ مولانا کالوکی خدمت میں رہے۔ ان کی قبر اطہر بھی حضرت مولانا کالوکی قبر اطہر سے متصل کراچی میں ہے۔ یہ بھی انصاری تھے۔



شاہ عاشق ابدال نوقلی بھی بہت نجیب شیخ ہیں۔ چنانچہ ان کے بیشتر آباء اجداد اولادیت میں بادشاہ رہے ہیں۔ حضرت بندگی شاہ فیض اللہ بن حضرت مخدوم شاہ حوام الحق ما کچوری قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی قبر اطہر کراچی اور ما کچوری کے درمیان ایک جگہ میں ہے۔



شیخ تقی عرف شیخ معنی کلینی علیہ الرحمہ۔ یہ عزیز بھی بڑے صاحب حال تھے۔ شیخ تھمن داناکہ مرید تھے جن کا مزار مبارک کراچی میں ہے۔ شیخ تھمن مولانا اسماعیل قریشی کے خلیفہ تھے۔ آپ قوم کے مداف تھے۔ مزار مبارک کراچی کے مقامات میں ہے۔



شیخ نظام الدین قبیلہ روقدس سرہ بھی بڑے صاحب حال اور دنیا سے حدود جدا فاصلہ رکھنے والے بزرگ تھے۔ حضرت مخدوم بہاء الدین ذکر یا ملتانی قدس سرہ کے مرید تھے۔ منقول ہے کہ بچپن سے لے کر انتقال کے وقت تک اپنی ہی کتب قبلیہ کی سمت نہ کی۔ حضرت مخدوم بہاء الدین سالار بھی آپ کے فرزندوں میں آتے ہیں۔ حضرت سالار بھی قبر اطہر موضع کراچی میں حاصل کیے۔ شیخ نے حضرت نظام الدین

قبل رو شیخ انب سید اور حضرت سید سید ابوالفتح واسطی قدس سرہ کی نسل سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید زید شہید بن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچتا ہے۔ آپ اپنی بزرگی اور کمال باطنی کی بدولت شیخ کے لقب سے معروف ہیں۔



سادات گھرانوں بہت نجیب ہیں۔ چنانچہ سید محمد بہمنوستان شکر نیف لائے اور دریا آباد سلطنت لکھنؤ میں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید محمود تھے۔ سید محمود کے ایک صاحبزادے سید شہ شاہ ہیں جنہوں نے گھرانوں میں سکونت اختیار کی۔ ان کا نسب حضرت امام علی موہی رضا قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ نجیب سید ہیں۔ حضرت سید محمد بکسری سروردی جو سید اولیاء کے پیر و مرشد ہیں، سید محمد کے فرزندوں میں ہیں۔ ان کا سلسلہ طریقت سروردیہ ہے جو حضرت شیخ اسماعیل کا ذرونی تک پہنچتا ہے۔

چنانچہ ایک فہمہ حضرت سید محمد بکسری سروردی کے گھر آئے اور سوال کیا کہ خدا سے تعالیٰ کو کس طور سے موجود پایا؟ آپ نے جواب فرمایا: اپنی پانچ تباری کے ذریعہ۔ چنانچہ شاہ اللہ داد عارفین قدس سرہ نے آپ کو ایک رقم پیر فرمایا جس میں لکھا تھا: "ما سید چہ بڑا از گندم ام، ازاں یک دانہ توئی۔" میں گیبوں سے بھرا ہوا ایک پیالہ ہوں اور تم ام کا ایک دانہ۔ آپ نے جواب فرمایا: میں کچھ نہیں، وہ ایک دانہ بھی آپ ہی ہیں۔ آپ سے بے شمار عرقی عادات اور کرامات کا صدور ہوا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے یہاں ہمیشہ حضور کی کیفیت طاری رہتی۔ آپ جسے چاہتے اپنی قوت باطنی سے اس پر نور و غفلت میں حاضر کر دیتے۔

سید اولیاء منزل پوری آپ کے دوستوں میں تھے۔ صاحب کمال اور صاحب حال انسان تھے جن سے لاکھوں کرا تیں سرزد ہوئیں۔ چنانچہ سید مرتضیٰ اسدی نے سید اولیاء سے زیارت کیا کہ آپ کا وصول الی اللہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: خود کو فراموش کر دینا۔ سید اسدی نے پھر پوچھا کہ پھر تو آپ اللہ ہو گئے؟ [معاذ اللہ]

آپ نے فرمایا: ایسا بھی نہیں [۹۱] یہاں سید اولیاء قدس سرہ کی ہے۔

- ۱- قہر و صفت از ہوا گنزداب شدم خود را پتہ دیدم و بے تاب شدم
- ۲- تا از جہ بجز کسبید ہم چوں جناب و از چشم دسرتا پہ قدم آپ شدم

ترجمہ:

- ۱- ہوا کے زور سے قہر کی طرح میں بھنورن گیا۔ جب خود کو تہ میں دیکھا تو پریشان ہو گیا۔
 - ۲- لیکن جب طیلے کی مانند سمندر کی تہ سے میں نے سر نکالا تو خودی سے آزاد ہو کر سر تا پہ قدم پانی ہو گیا اور سمندر میں فنا ہو گیا۔
- یہ قول بھی سید اولیاء صمدی قدس سرہ سے منسوب ہے:
- "خود را مسلمان و استیم در بند از کفر گرفتار بودیم، وقتے کہ کافر کشتم، مسلمان شدیم" جب تک خود کو مسلمان سمجھتا رہا، کفر یعنی خود پیندگی اور ریا کاری جسے حدیث پاک میں شرک کہا گیا ہے ۱۲ اسل کی قید میں گرفتار رہا۔ جس وقت کفر اختیار کیا یعنی اپنے اطاعت گزار ہونے کی دل میں لٹی کر دی۔ کیونکہ کفر کا ایک معنی انکار کرنا ہوتا ہے ۱۲ اسل ۱۱ اس وقت عمل مسلمان ہو گیا۔ یہ سید اولیاء بھی نجیب سید ہیں۔ ان کا نسب چند واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔



حضرت سید اولیاء قدس سرہ کے حلقہ بگوشوں میں سید ام جاں یاز قدس سرہ ہیں جو بڑے صاحب کمال انسان تھے۔ ان کے احوال باطنی دائرہ گفتگو میں نہیں آسکتے۔ آپ ماوردی ولی ہیں۔ سید اولیاء سے مراد ہونے سے پہلے ہی ہزاروں کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں۔ جب سن شوہر کو پہنچے تو تمسک الہی نے جوش مارا۔ بارہ سال تک کھارا گڑھ کی پہاڑی پر ریاضت اور مجاہدہ کرتے رہے۔ بارہ سال کے بعد موالائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ و وجہہ الکریم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ مولائے کائنات نے فرمایا: اے فرزند! صرف ریاضت سے کام نہیں چلا۔ ظاہری

اقتدار سے بھی کسی درکی غلامی اختیار کرو۔ آپ نے عرض کی: آپ اس جگہ کی نشاندہی فرمادیں۔ مولائے کائنات کی خدمت میں سید اولیاء کی شبیہ حاضر ہوئی۔ آپ نے سید آدم جاں باز کا ہاتھ سید اولیاء کے ہاتھ میں دیا۔ سید ہونے کے بعد حضرت جلال باز سید اولیاء سے بیعت ہو گئے۔ سبحان اللہ! حضرت جلال باز کے طریقہ نفس کے احوال عجیب و غریب تھے۔ پانچ پانچ دن اور سات سات دن گذر جاتے اور آپ کے پاس کوئی چیز ہوتی۔ کھانے پینے کا وہم و خیال بھی نہ گذرتا۔ اکثر بیداری اور زبان راستی۔

۱- ادائے دلربائی با دل و لیا نہی و اند

طبیعت ان تھانے بزم را پر و اندی و اند

۲- دل صد پارہ را باشد حدیثے پیش او گفتن

حدیث زلف معشوقے وز بان شامی و اند

۱- دل ربا دادوں کی قیامتیں تو صرف دیوانہ دل چاہتا ہے اور شیخ بزم کی سوزش تو پروانے سے پوچھو۔

۲- دل صد پارہ کو عجیب کے سامنے بات کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ زلف عجیب کی گفتگو کو بوس زبان شامی سمجھتی ہے۔

روایت ہے کہ ال آباد کے ایک ہندو کھتری بیٹے پر آپ فریفت تھے۔ اتنا قاور و بیچارہ اور کچھ دونوں کے بعد دنیا سے چلا بنا۔ ایک شخص نے آکر آپ کو بتلایا کہ آپ کا محبوب دنیا سے رخصت ہوا۔ سید صاحب اس خبر کو سنتے ہی دوڑے ہوئے اس کے گھر تک پہنچے تو دیکھا کہ اس کا جنازہ گھر سے باہر نکل رہا ہے۔ آخر کار آپ نے کہا: مٹھو! وہاں دونوں نے اس کے جنازے کو زمین پر رکھ دیا۔ پھر حضرت کی نفس سوخت کی بدولت تجھوڑی دیر بعد وہ زندہ ہو گیا۔

سید آدم جاں باز قدس سرہ کے احوال عجیب بے شمار ہیں۔ کہاں تک بیان کیا جائے۔ یہ بھی عجیب سید ہیں۔ سلسلہ نسب حضرت زید شہید بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچتا ہے۔

میر سید تاج الدین قدس سرہ جن کی قبر چھوٹی میں ہے، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ کے خلیفہ اور بھانجے تھے، بڑے صاحب کمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔ چنانچہ سلسلہ نسب اس طور سے حضرت امام محمد تقی تک پہنچتی ہے:

میر سید یاقوت تاج الدین بن میر سید کاظم بن میر سید محمد تقی بن میر سید علی رضا بن میر سید حسن رضا بن میر سید شاہ حسین بن میر سید مرتضیٰ بن میر سید محمد بن میر سید محمدی بن میر سید ابوالحسن بن میر سید علی اصغر بن میر سید علی اکبر بن میر سید محمد بن میر سید احمد بن میر سید موسیٰ مہر قدس بن حضرت امام محمد تقی قدس سرہ۔

مخدوم شاہ زین الدین بن میر سید علی بن سید یوسف قدس سرہ، حضرت خلیفہ شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہ کے بھانجے تھے۔ آپ بھی شیخ الاسلام سید ہیں اور بزرگی کی عظمت کی بدولت شیخ کے لقب سے مشہور ہیں۔

شیخ نجم الدین ابراہیم خلیفہ شاہ زین الدین ابوالفتح شیخ النسب سید تھے۔ ہم نے بحر الانساب میں تحقیق کی تو دیکھا کہ چودہ واسطوں سے آپ کا نسب حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے عجیب و غریب احوال میں سے:

منقول ہے کہ آپ ایک ہندو راہبیت بیٹے پر فریفت تھے۔ ایک مرتبہ اس بیٹے کے قبیلے والوں نے اسے طعن دیا کہ تو ایک ترک کا محبوب ہے۔ اس بات سے اس بیٹے کے دل میں نفرت پیدا ہوئی۔ جب شیخ نجم الدین اس کے پاس آئے تو اس ہندو بیٹے نے تلوار بلند کر کے آپ پر وار کیا۔ اس نے آپ پر بہت ساری ضربیں لگائیں لیکن آپ کے دست مبارک پر ایک خراش بھی نہ آئی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ بچہ ہوا یا

پانی میں گوارا چارہا ہے۔ آپ کے جسم پر کوئی زخم نہ آیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر سارے کفار مسلمان ہو گئے۔ شیخ نجم الدین کا مزار مبارک سیوٹھہ کی جوہلی بیگ میں ہے۔ حضرت مخدوم شہناج الدین حاجی الحرمین قدس سرہ آپ ہی کے مرید ہیں۔ بزرگی میں کمال کی وجہ سے شیخ نجم الدین ابراہیم کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔

حضرت مخدوم شہناج الدین حاجی الحرمین قدس سرہ، حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت کے پیر و مرشد ہیں اور حاجی الحرمین حضرت شیخ نجم الدین ابراہیم کے مرید ہیں جن کا مزار مبارک سیوٹھہ، جوہلی بیگ میں ہے۔ حضرت حاجی الحرمین بھی شیخ النسب سید ہیں۔ بحر الانساب میں مذکور ہے کہ سترہ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد باقر قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ بزرگی کی وجہ سے شیخ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کے احوال بھی عجیب و غریب ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ محفل ذکر میں جب مخدوم صاحب تشریف رکھتے تو لالہ کہتے وقت آپ کا وجود محو ہو جاتا اور اللہ کے وقت موجود ہو جاتا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت مخدوم سید شعبان ملت قدس سرہ نے آپ سے عرض کیا کہ اگر اس خاکسار کو اجازت مرحمت ہو تو خانہ کعبہ کی زیارت کر آؤں۔ مخدوم حاجی الحرمین نے فرمایا: اے سید! کعبہ تو ہماری آستین میں ہے، لو دیکھ لو۔ حضرت مخدوم سید شعبان ملت نے حضرت کی آستین مبارک کی جانب نظر کی تو دیکھا واقعی خانہ کعبہ حضرت حاجی الحرمین کی آستین میں موجود ہے۔ [۱۰]

منقول ہے کہ حضرت حاجی الحرمین کی ایک مریدہ خاتون کا ایک ہی بیٹا تھا۔ سوئے اتفاق کہ اسے ایک خطرناک مرض لاحق ہو گیا جس میں وہ فوت ہو گیا۔ وہ خاتون حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دونوں ہاتھ مخدوم صاحب کے قدموں پر رکھ کر کہنے لگی کہ آپ کی خدمت کا میں یہ صلہ ملا کہ میرا بچہ چاچا پر باورزا اور قطار روٹے

گئی۔ حضرت مخدوم حاجی الحرمین نے فرمایا: تم مت کہ۔ تیرا بچہ تیرے گھر میں زندہ ہے۔ وہ فوراً گھر پہنچ کر دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا زندہ اور سلامت ہے۔

منقول ہے کہ حضرت حاجی الحرمین کعبہ معظمہ سے روانہ ہو کر حضرت امام حسن بصری قدس سرہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بصرہ تشریف لائے۔ عوام میں شہرہ ہو گیا کہ ایک بزرگ مخدوم شاہ شہناج الدین حاجی الحرمین بصرہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ آپ سے ملاقات کو آیا۔ کیا دیکھا ہے کہ ایک ہی صورت کے بارہ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ آخر کار بادشاہ نے عرض کی کہ ان میں شیخ شہناج الدین حاجی الحرمین کون ہیں؟ جواب ملا کہ سبھی حاجی الحرمین ہیں۔ بالآخر بادشاہ حضرت سے بیعت ہو گیا۔ کچھ زمانے کے بعد بادشاہ کو بلا کر آپ نے وصیت فرمائی کہ میں فلاں دن دنیا سے انتقال کروں گا۔ ہمیں حضرت خلیفہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اطہر کے پاس دفن کیا جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس قبرستان میں سات کوس تک زمین کسی کو قبول نہیں کرتی ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: مجھے قبول کر لے گی۔ چنانچہ وفات کے بعد آپ کی قبر اطہر حضرت خلیفہ حسن بصری قدس سرہ کے مزار مبارک کا پائنتی بنی۔

منقول ہے کہ جس دن حضرت مخدوم حاجی الحرمین قدس سرہ کو دفن کیا گیا تو بادشاہ نے اپنے آدمی وہاں متعین کر دیے کہ اگر زمین نش مبارک کو باہر کر دے تو اسے مقبرے میں لے جا کر دفن کر دیں گے۔ جب وہ لوگ دات میں وہاں پھرے تو سب نے حضرت حسن بصری قدس سرہ کی قبر اطہر سے آواز سنی۔ آپ فرما رہے تھے: اے سید! تم میری تربت کے برابر آ جاؤ، کیونکہ تمہاری جانب پاؤں پھیلانے کو میں بے ادبی خیال کرتا ہوں۔ لہذا حضرت حاجی الحرمین کی تربت وہاں سے منتقل ہو کر حضرت حسن بصری قدس سرہ کی تربت کے برابر آ گئی اور تمہارا اسماؤں خود بخود چمکے رکھا۔

سید بانسا اور سید چندا قدس سرہا بہت نجیب سادات ہیں۔ ان کے آباء جدا و کرا کے باشندے تھے۔ آپ کا نسب حضرت امام زین العابدین تک پہنچتا ہے۔ ان کا حزر مبارک بھی کرا میں ہے۔

شیخ نظام الدین غوری قدس سرہا عشرہ ہمشروہ میں مشہور صحابی رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت شیخ نظام، حضرت مخدوم چہانیاں جہاں گشت قدس سرہا کے سر یہ ہیں۔ چنانچہ شہر چچہ ر حضرت شاہ سیدو، حضرت شیخ نظام الدین، مخدوم شاہ قطب الدین و مخدوم شاہ فخر الدین اور ان حضرت کے فرزندوں کے قہوموں کی برکت سے آباد ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔

حضرت شیخ محسن علیہ الرحمہ جن کی قبر اطہر موضع زور جوبلی الہ آباد میں ہے، بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک تھے۔ آپ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ معین الدین علیہ الرحمہ حضرت شاہ حسام الحق قدس سرہا بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کے اکثر رفقا مست قلندر ہو گئے۔ شاہ عمت اللہ قلندر جن کا حزر مبارک مملکت لکھنؤ کے زبیر پور میں ہے، آپ ہی کے سلسلے سے ہیں۔ حضرت سید عطاء الدین بخاری قدس سرہا آپ ہی کے سلسلے سے ہیں۔ آپ بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ اور حضرت سید یحییٰ اور سید موسیٰ کی زبانی روایت یہ ہے کہ آپ سادات قطبی ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ مشائخ اہل ہمدی آپ کی نسل سے ہیں۔

مشائخ موضع خن مکی بڑے نجیب، بزرگ اور ملنسار ہیں۔ ان علاقے کے اکابر میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ سید یحییٰ قطبی کی زبانی یہ چلا ہے کہ قطبی سادات اور مشائخ خن مکی کے درمیان رشتہ واریاں رہی ہیں۔ ان کا شرافت میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا نسب کس صحابی تک پہنچتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔

حضرت مخدوم شاہ خاص علیہ الرحمہ بھی بڑے صاحب کمال اور صاحب حال انسان تھے۔ شیخ صلاح الدین دہلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی قبر ایشی میں ہے۔ حضرت شیخ صلاح الدین کا سلسلہ نسب چند واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز کی سے جا ملتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کی، بارگاہ رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم بردار تھے۔ آپ کی قبر ایشی لکھنؤ میں ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے ہیں۔ چنانچہ شیوخ شیعہ ر جو صوبہ الہ آباد کے پرگنہ سکندرہ میں آپ ہی کے فرزندوں میں ہیں۔ لیکن یہ شیوخ بہت نجیب ہیں۔ چنانچہ مخدوم شاہ خاص اور شیوخ شیعہ ر و پچول پور یک جہدی ہیں۔ یہ سب کے سب شیخ صلاح الدین دہلوی علیہ الرحمہ کی نسل سے ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین عرف بندگی میاں علیہ الرحمہ راے سید نور الحق ماکپوری کے مرید تھے۔ تربیت باطن اور اخلافت حضرت شیخ معروف سے پائی ہے۔ شیخ معروف حضرت راے سید حامد شاہ ماکپوری قدس سرہا کے خلیفہ تھے۔ آپ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ حزر مبارک ایشی میں ہے۔ یہ حد صاحب کمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔

ایک مجرما کرامت خاصی مشہور ہے کہ آپ نے ایک مرد سے گوندہ کر دیا۔ آپ کا حزر مبارک پر گند کرنا اڑھ صوبہ الہ آباد میں ہے۔

حواشی

[۱] لکھنؤی نسخے میں حضرت کے نسب نامے کی کئی کڑیاں چھوٹی ہوئی ہیں جو یقیناً سمجھوتہ سے ہیں۔ لکھنؤی نسخے کے مطابق سلسلہ نسب یہ ہے: شاہ صفی الدین بن سید امین الدین جرنیل بن سید صالح بن سید فیروز بن سید محمد بن سید اسماعیل بن سید محمد بن سید احمد اعرابی بن سید ابوالقاسم بن ابوالقاسم سید عترو بن حضرت امام ابیہام حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ [شیخ الانساب قطبی، ص ۳۰ لکھنؤی مخطوطہ]

[۲] سادات بگرام، مارہرہ و سولی آپ ہی کی نسل سے ہیں۔
[۳] عرفی سادات کرام، جنہیں آل رسول بھی کہتے ہیں، کا اطلاق صرف حضرات حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسل پر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا کا نکت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات سے جو اولاد دی ہیں، وہ بھی عظیم فضل و شرف اور کمال تجارت رکھتی ہیں لیکن وہ سادات مرتضیٰ نہیں رکھتیں۔ دراصل یہ شرف آل رسولی، حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جنت سے حضرات حسین کریمین کو ماسل ہے۔ امام اہل سنت اہلی حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہا اس سوال کے جواب میں کہ "آل فاطمہ کا خصوص اعزاز و امتیاز کیا حضرت فاطمہ خاتون جنت کے ذریعہ سے ہے، کیونکہ جناب سیدہ موسیٰ سیدہ کو یمن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں یا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات خاص کی بدولت یہ ہے۔" سادات ہے؟ رقم طراز ہیں:

"امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد اجداد اور بھی ہیں قریشی ہاشمی علوی ہونے سے ان کا دامن فضائل مالا مال ہے مگر یہ شرف اعظم حضرات سادات کرام

میر سید عبدالوہاب قطبی علیہ الرحمہ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کی سیادت میں کوئی شک نہیں۔ یہ روایت مشہور ہے کہ ہندوؤں کے جس جنازے پر آپ کی نظر پڑ گئی، اگر بزرگن کلزی سے بھی اسے جلانا چاہیں تو ہرگز نہ جلا پاتے۔ آپ کے کشف و کرامات کے واقعات خاصے مشہور ہیں۔ آپ کا حزر مبارک شاہ و صور میں ہے۔ آپ کا نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

سادات ودی پور جو چچہ پور سے متصل ہے، بڑے نجیب اور صحیح النسب سادات ہیں۔ منڈیا جو چچہ پور سے متصل ہے، یہاں کے سادات بھی بہت نجیب اور صحیح النسب ہیں۔ سادات دیوگاؤں بھی بڑے نجیب اور صحیح النسب ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت امام علی موی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

سید شاہ محمد ثوث گوالیار قدس سرہا بہت نجیب اور صحیح النسب سید ہیں۔ آپ کا نسب حضرت میر سید اسماعیل اعراب بن حضرت امام جعفر صادق قدس سرہا سے جا ملتا ہے۔ آپ سلسلہ شطاریہ کے امام کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ حزر اقدس گوالیار میں ہے۔

گوالیار کے سادات اصفہانی مکمل طور سے صحیح النسب ہیں۔ ان کا نسب حضرت امام موسیٰ علی رضا قدس سرہا تک پہنچتا ہے۔ صوبہ اوڈھ کے موضع مدر سے عرف عام میں بھکرہ کہتے ہیں، یہاں کے سادات بھی بہت نجیب اور صحیح النسب ہیں۔

حضرت میر سید بایزید قدس سرہا شیخ النسب سادات سے ہیں۔ سلسلہ نسب امام علی موی رضا قدس سرہا تک پہنچتا ہے۔ آپ کا کشف کثیر اور کرامات بے حد ہیں۔

کو ہے، ان کے لئے نہیں۔ یہ شرف حضرت بقر بن زرارہ کی طرف سے ہے کہ فاطمہ بنت ہاشم [بخاری شریف ۱/۵۳۲] قاضی رضویہ ۲۹/۲۹۹]۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کاتب ذکر سے چلتا ہے، جانوروں کی نسل ماد کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔ اہل حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”فخر علیہ میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔ جس کے باپ دادا، پٹھان یا قباہ یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی سب سیدائیاں ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے: من ادعی الی غیر ابیہ الحدیث، جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے، اس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرس قبول کرے، نہ نقل۔ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و غیر ہم نے یہ حدیث صلی علی کریم اللہ تعالیٰ و علیہ سے روایت کی ہے۔“

ہاں! اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن و امام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، یحییٰ بن آدم کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے۔ ان کی جو خاص اولاد ہے، ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں۔ اس لئے سب سے پہلے ان کی اولاد سید ہیں، نہ کہ بنات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔ [قادیانی رضویہ ۱۳/۳۶۱]

اس کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے:

كل من ادعی الی غیر ابیہم الا بنی فاطمہ فانما ابوہم [۱] سرار المفیدہ ص ۱۷۶] سب کی اولاد ہیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوائے اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں واللہ تعالیٰ علیہم [قادیانی رضویہ ۲۹/۲۹۹]

[۳] حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حضور سرکار

مالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام گرامی اور کنیت دونوں کے شرف سے ممتاز ہیں۔ اہل حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ قادیانی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”طبقات ابن سعد میں مندرجہ ذیل سے ہے: امیر المؤمنین علی و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ نے اپنے بیٹے [محمد بن حنفیہ ابو القاسم] کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر رکھا اور کنیت بھی حضور کی۔ حالانکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے کو منع فرمایا ہے۔ امیر المؤمنین کریم اللہ تعالیٰ وجہ نے ایک جماعت قریشیوں کو بلا کر گواہی دلائی کہ حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین سے ارشاد فرمایا تھا:

میدون لک بعدی علام فقد نحلته اسمی و کنیتی ولا نحل لاحد من ادعی بعدی محمد بن میرے بعد تمہارے نام سے یہاں ایک لڑکا ہوگا۔ میں نے اسے اپنے نام و کنیت دونوں عطا فرمادئے اور اس کے بعد میرے کسی اور اتنی کو طلال نہیں۔“ [قادیانی رضویہ جدیدہ ۳۶/۵۳۸-۵۳۹]

حضرت کو امام حنفیہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ خولہ بنت جعفر بن قیس قبیلہ بنو حنیفہ بنی نجر سے تعلق رکھتی تھیں [خانان مصطفیٰ ص ۱۳۳]

[۵] آپ کے چودہ صاحبزادے اور بیس صاحبزادیاں تھیں لیکن نسل ان تین صاحبزادوں سے بھلی: ابو ہاشم، جعفر بن علی قدس سرہ [خانان مصطفیٰ ص ۱۳۳] حضرت کا وصال مدینہ طیبہ یا ماکہ میں ہوا۔ سال تک المسلمین ۱۸۲/۱

[۶] حضرت سیدنا شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہ کا سلسلہ بیعت ان واسطوں سے سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے: ۱۔ عارف کامل شاہ بدیع الحق والدین قطب المدار کن پوری ۲۔ شیخ عبد اللہ محمد طیبہ رشاشی ۳۔ شیخ عبداللہ، ۴۔ شیخ ابن الدین، ۵۔ مولانا کانات امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مولانا ابو یحییٰ، ۶۔ سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [انور و انجباء الامامین حدیث و سلاسل الاولاد یا سید شاہ ابو یحییٰ بن محمد بن ابی ہاشم احمد قادری قدس سرہ ص ۱۷۳]

[۷] سیدنا شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہ بڑے عالی مرتبت اور روشن ضمیر بزرگ گذرے ہیں۔ آپ مقام قلیبیت پر فائز ہیں۔ کئی روحانی عطیات بارگاہ رب العزت سے آپ کو ایام ہونے۔ ان میں دعائے کرم بھی ہے جو خاص آپ سے منقول ہے۔ اسناد العارفین سیدنا شاہ محمد جزہ بھٹی راہروی قدس سرہ اس دعا کے بارے میں کاشف الاستار شریف میں رقم طراز ہیں:

”جان لو! یہ دعا فقیر کے خاندان میں بہت رائج ہے۔ روایتوں نے اس جملے پورے لئے ہیں، دیکھا دار لوگ بھی اسے پڑھتے ہیں۔ میرے چچا محمد حضور صاحب البرکات قدس سرہ کو حضرت شاہ مدار قدس سرہ کی روح مبارک سے اس کی سندا جائز تھی ہے۔ یہ دعا حضرت شاہ مدار کی پیش کی ہوئی ہے، ان سے پہلے اس دعا کا رواج نہیں تھا۔ اس فقیر نے جب اپنے وطن مالوف بکھرام سے مارہرہ طبرہ آنے کا قصد کیا تو دوران سفر قریح میں سارا سامان چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ ہمزئی الحجہ ۱۱۵۷ھ کو کن پوری کی زیارت کے لئے گیا۔ رات کے اخیر صبح میں حضرت مدار قدس سرہ کے روغن چاند جیسے جمال جہاں آرا کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فقیر کو بھی یہ دعا مرحمت فرمائی [کاشف الاستار شریف، اردو ترجمہ: ساحل شہرامی، طلیک]

حضرت سیدنا شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہ کی ذات گرامی کے ساتھ کئی عجائب و غرائب منسوب کئے جاتے رہے ہیں۔ عمر مبارک چھ سو سال سے زیادہ بتائی جاتی ہے، نسب نائے کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں، عجیب و غریب حکایات کا حساب ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ آج سے تین سو سال پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ ممتاز صحف، عارف، محتاط مورخ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ [۱۰۵۲ھ] جو گیا رہیں صدی چھری کے بزرگ ہیں، اخبار الاخبار میں تحریر فرماتے ہیں:

”لوگ آپ کے متعلق بڑے عجیب و غریب واقعات نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ سمندر میں رہا کرتے تھے جو صوفیوں کا ایک مقام ہے۔ آپ نے بارہ سال تک کھانا نہیں کھایا۔ ایک بار جس کپڑے کو پہننے چھوڑنے کی غرض سے اتارے نہ تھے۔ آنکھ

کپڑے سے چھوڑ دھانچے رہتے تھے۔ آپ کے چہرے پر جس کی نظر پڑ جاتی تو وہ بے اختیار ہرگز آپ کی عاقبت دیکھ کر حیرت منگھیم بکھیر کر تا۔ کہتے ہیں کہ عمر کے طویل ہونے یا کسی اور وجہ سے آپ کا سلسلہ پانچ یا چھ واسطوں سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مل جاتا ہے اور سلسلہ ہداری کے بعض لوگ تو آپ کو بغیر کسی واسطے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچواتے ہیں۔ بعضے کہتے اور کہتے ہیں، لیکن یہ سب باتیں حد و حدیث سے خارج اور بے اصل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب [اخبار الاخبار، اردو، ص ۳۵۵]

اسی طرح کی بے انتہائی حضرت کے سلسلہ نسب کے بارے میں بھی برتی گئی ہے۔ ”مدار اعظم“ نامی کتاب میں آپ کو نجیب العرفین سیدنا شہرا یا گیا ہے اور اسی سے نقل کرتے ہوئے دور حاضر کی کتابوں میں آپ کو رسالت کرام سے جوڑ دیا گیا ہے لیکن صحیح دینی ہے جو حضرت مصنف سیدنا شاہ حسین الحق ہروردی قدس سرہ نے تحریر فرمایا کہ آپ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادوں میں سے ہیں۔ اس کی تائید کا کوئی شریف کے مشہور علمی اور روحانی خانوادے کے فرد حضرت مولانا شاہ حافظ علی انور قلندری مولوی کی کتاب الانتصاح عن ذمائل الصلاح کے مندرجات سے بھی ہوتی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلوں اور نسب کے بارے میں مختلف فریادوں ہیں۔

مصنف ”انتصاح“ فرماتے ہیں کہ آپ کے نسب کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ سید تھے۔ چنانچہ شہزادہ داراشکوہ قادری نے ”مغویہ الاولیاء“ میں لکھا ہے کہ ”حضرت سید قطب المدار بدیع الدین قدس سرہ کا لقب مدار ہے۔ اور شاہ عزیز اللہ ابن شاہ حسین ہداری جو چنوری“ تھیں الامام ابرار درر کتاب قطب المدار“ میں فرماتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد کا نام قاضی قدوة الدین خاں تھا جو طیفہ جاتی [حضرت سیدنا محمد فاروقی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ] [دہلوی بعض خلیفہ کاشف] حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کی اولاد میں سے تھے۔ اور ایک روایت کا خیال یہ ہے کہ سیدزادہ تھے۔ حضرت قطب المدار کی ولادت ۳۰۰ھ اور انتقال ۲۵۰ھ ہوئی۔ آپ کی جائے پیدائش دیرائے نکل سے تین منزل کے فاصلے پر ایک موضع ہے۔ بعض قول کے مطابق آپ کے والد کا نام علی بن علی

تھا۔ جیسا کہ شاہ حبیب اللہ قزوینی اپنی کتاب "مناقب الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ "آپ کے والد علی علیہ السلام اور والدہ خاصہ مکہ تھیں۔ شاہ موصوف نے بچپن میں ہی حلب چھوڑ کر فخر آبادی صحت اختیار کر لی اور طرح طرح کی ریاستوں میں شہنشاہ ہو گئے تھے۔ پھر حضرت سلیمان شامی مابین مدینہ طیبہ اور مدینہ منورہ کی خدمت سے استفادہ کیا۔"

کتاب "قبولی" سے منقول ہے کہ "بعض جاہل حضرات شاہ بدیع الدین ہارکوماں باپ سے منسوب ہی نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت شاہ ہارکوماں باپ کے خیر سے زمین پر ظاہر ہو گئے ہیں۔" حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس قسم کی باتیں اس سے منسوب کر کے خود گنہگار ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ حضرت شاہ ہارکوماں کے والد کا نام بزرگی شاہ علی اور والدہ کا نام بی بی خاصہ مکہ اور لقب حاضر تھا۔ حضرت شاہ ہارکوماں کے تعلق رکھنے تھے۔ آپ کی ولادت موضع چنار میں ہوئی جو ولایت حلب میں واقع ہے۔ حضرت شاہ ہارکوماں کا نسب نامہ پوری ہے:

"حضرت شاہ بدیع الدین ابن شاہ علی ابن شاہ سلیمان ابن شاہ نوران شاہ قطب ابن شاہ اسلم ابن شاہ محمد ابن شاہ حسن ابن شاہ حسین ابن شاہ علی ابن شاہ سلیمان ابن شاہ مصری ابن شاہ بہا الدین ابن شاہ عبدالرحمن ابن حضرت ابو ہریرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔" مذکورہ نسب نامہ سے حضرت شاہ ہارکوماں حضرت ابو ہریرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے ہونا ثابت ہوتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ عرب کے قبائل میں سے قبیلہ بنی دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ [الانسان من ذکر احوال الصالحین ص ۱۰۰]

[۸] آپ ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ اہل حضرت کا یہ مصرع آپ ہی کی شان، رفیع میں ہے۔

بہر ابراہیم ہم پر ختم بجز ارکانہ ۱۲ اسماصل

[۹] یہ دراصل وحدت الوجود کے اسلامی نظریے کی جانب اشارہ ہے جو توحید کی سب سے اہلی قسم ہے۔ توحید کے چار مراتب کی توضیح کرتے ہوئے اہل حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

حقیقی وجود صرف اللہ کے لیے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی بات جو عرب نے کہی، وہ لیبید شاعر کا یہ قول ہے: الاکل شی ما خلا اللہ باطل۔ ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی عوام کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اور خواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں اور انھیں انھیں اس کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشبود نہیں اور جو مقام نہایت تکبر ہو چکا ہے، ان کے نزدیک یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اور سب حق ہے۔ ہمارا ایمان اول پر ہے۔ ہمارا اصلاح دوم پر، کمال سلوک سوم پر اور وصول الی اللہ کا مدار چہارم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چاروں معانی سے حفظ رکھے اور فرمائے اپنے احسان و کرم سے [امام احمد رضا اور تصوف، علامہ محمد امجد مصباحی ص ۱۰۲-۱۰۱ مجمع الاسما ص ۱۰۸-۱۰۹]۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ نے اعیان العظام شریف جلد چہارم میں توحید کے ان چاروں مدارج پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور وحدت الوجود کو توحید کی اولیٰ درجہ بتلایا ہے۔ حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد توری قدس سرہ اس ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

وحدت کی دو قسمیں ہیں: ایک وجودی، دوسری شہودی۔ وجودی کے معنی یہ ہیں کہ سادک کے علم اور نظر دونوں سے اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے، اس کا شعور قائم ہو جائے اور اس کی نظر و علم میں اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہونے کے بعد ذات باری تعالیٰ باقی رہے۔ یہی سادک کے مقام کی ابتدا ہے۔ اس مقام پر آنے کے بعد سادک ولی ہو جاتا ہے۔ سیر الی اللہ کے مقصد ہونے کے بعد یعنی اہل اور اہل کو مقام لاہوت کہتے ہیں۔ سیر و سلوک قادریہ میں یہ چوتھا مقام ہے۔ اس کے بعد سیر فی اللہ ہے کہ اس سے مراد ذات باری تعالیٰ میں، جس کی کوئی حد نہیں رہتی حاصل کرنا شروع ہوتا ہے اور حدیث شریف مساعیر فنک احق مسعیر فنک اسم ہے جیسا کہ تیسرے مقام پر ہے۔ نتیجے میں پانچواں مقام ہے۔ قادریہ، چہیتہ، سیرورہ وغیرہ تمام اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے [سراج العارفین فی الوصایا والطارف ص ۶۳ سید شاہ ابوالحسن احمد توری۔ ترجمہ: پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی۔ سبکی ۱۹۸۶]۔

لیکن وحدت وجود کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ بندہ خدا ہو جائے۔ محاذ اللہ! اسی کو سید

اولیاء نے فرمایا: "ایسا بھی نہیں"۔ اہل حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں: مرتبہ وجود میں صرف حق نزول ہے کہ حقیقی حقیقت اسی کی ذات سے نامس ہے۔ وحدت وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں، یہی ہیں کہ وجود واحد موجود واحد، باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلا وجود ہی میں بہرہ نہیں رکھتے۔ کمال شہس عذالک الا وجہ۔ اور عاٹا یعنی ہرگز نہیں کہ من تو زید و عمرو، ہر شی خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد (طلویوں) کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام و ایمان حقیقی ہیں [کشف حقائق و اسرار و وقایہ۔ اہل حضرت امام احمد رضا قادری، ص ۱۵، ارضاء کبیری، سبکی]

[۱۰] ایسی ہی ایک روایت سیدنا محمد منہاج الدین حامی الحرمین قدس سرہ کے تعلق سے بھی ہے جو نامی شہرت رکھتی ہے:

حضرت مخدوم جہاں شاہ شرف الدین احمد بکلی منیری فرودہی قدس سرہ اپنی والدہ ماجدہ کی کبریٰ کی بیعت سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ارض مقدس نہ جاسکے تھے۔ شیخ منہاج الدین (حامی الحرمین) قدس سرہ نے سات حج کئے تھے۔ ایک مخدوم جہاں سے حج پر جانے کے لئے اصرار کرتے اور حضرت مخدوم جہاں عذر شرمی بیان کر دیتے۔ ایک مرتبہ حضرت حامی الحرمین نے حضرت مخدوم جہاں سے حج پر جانے کے لئے اصرار فرمایا۔ اتفاق سے حضرت مخدوم کے چہیتہ مرید شیخ شمس الدین غنی قدس سرہ بھی وہیں حاضر تھے، انہیں جلال آگیا۔ پناہ تھوڑا حاکم فرمایا: کیا حج کی رٹ لگا رہی ہے۔ کہہ یہ معتقد حضرت مخدوم کے تلامذوں کی آستین میں موجود ہے۔ یہ دیکھتے۔ حضرت حامی الحرمین خاموش ہو گئے۔ حضرت مخدوم جہاں نے حضرت مظفر بکلی پر خشکی کا اظہار کیا اور آمینہ و اظہار کرامات سے منع فرمایا [شرفا کی بکری، ۱/۹۸-۹۹]۔



پانچویں فصل

خانوادہ قادریہ کا بیان

حضرت شیخ ابو بکر شہید قدس سرہ کی کنیت ابو بکر اور ام گرامی حضرت بن یونس یا الف بن بکر ہے۔ سید الطائف حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کے مرید خاص ہیں۔ خرق خلافت بھی حضرت جنید سے پایا۔ حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور اس قوم کے تاج شہید ہیں۔ حضرت شہید فی طور پر ماکھی مذہب رکھتے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کا خاندان خراسان کے ایک قبیلہ سے آیا ہے [اس لیے شہید کہلاتے ہیں] طبقات سلمیٰ میں ذکر ہے کہ آپ اصلاً خراسانی تھے۔ بغداد مقدس میں آپ کی ولادت اور پرورش ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی جائے ولادت سامرہ ہے جو اصل میں امروہہ ہے۔ یہ فرخانہ کے زیر عمل ایک علاقہ ہے۔ شہید ابتدا میں حضرت امام ابوحنیفہ کے امیر اصحاب تھے۔ آپ کا وصال جمعہ کی شب بروز یومیہ ۳۳۲ھ میں ہوا۔ ہجر مبارک ستاہی سال تھی۔ مزار شریف بغداد مقدس میں ہے جس پر تکتہ لگا ہوا ہے۔

حضرت جنید بن یونس بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ شہید قدس سرہ آخر زمانے میں جذب وصال کی کیفیت میں صرف اسم جلال اللہ کا ورد کرتے۔ لا الہ الا اللہ نہ کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مشائخ زمانہ آپ کے حق میں بدگمانیاں بھی رکھتے اور عوام طعنزدی کرتے۔ لیکن آپ کی جلالت شان کی وجہ سے کسی کو مت نہ ہوتی کہ ہا کر سب چھ لیتا۔ ایک دن ایک جوان آپ کی خدمت میں پہنچا اور صبر و کھلیب کو بالائے طاق رکھ کر عرض کی: اے طریقت و حقیقت کے رہنما! آخریہ کیا معاملہ ہے؟ اس کی وجہ بتائیے کہ آپ صرف اللہ کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ نہیں کہتے تاکہ ہم سب کو تسلی اور ہدایت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا: گروہ صوفیہ پر لازم ہے کہ ہر سانس کو اپنی زندگی کی آخر سانس تصور کریں۔ اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آخری سانس

کے وقت لفظ اللہ کے ذکر میں مشغولی افضل ہے۔ کیونکہ لا الہ الا اللہ کہنے میں ہو سکتا ہے کہ لہ کی حالت میں لفظ اللہ کی ادائیگی سے پہلے ہی سانس کی ڈور منقطع ہو جائے۔ یہ سن کر جوان نے کہا: میں اس سے بہتر توجیہ سنتا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: لفظ لا غیر کی لہی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور میں غیر نہیں ہوں کہ لہی کروں۔ اس لیے صرف ذکر اثبات اللہ کرتا ہوں۔ جوان نے عرض کی: اس سے اعلیٰ توجیہ سننے کا آرزو مند ہوں۔ حضرت نے فرمایا: میں صرف لفظ اللہ کا ذکر کرنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے کی پیروی کرتا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی بار حج کرنے کے لئے صحابہ کرام سے چندہ اکٹھا کرنے کو فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر مرتبہ اپنا سارا مال راہ خدا میں حاضر کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر بار دریافت کیا: ابو بکر! بچوں کے لیے کیا چھوڑا۔ آپ نے پہلی مرتبہ جو با عرض کیا: حضور! اولاد یا تو صالح ہوگی یا بد۔ مجھ سے کیا برود کار۔ دوسری مرتبہ عرض کیا: ان کے واسطے سورۃ واقدہ چھوڑ آیا ہوں کہ بعد نماز مغرب پڑھتے رہیں۔ تیسری مرتبہ غزوہ تبوک میں چندہ ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل ہی دل میں کہا کہ یہی ایک ایسا موقع ہے جس میں میں ابو بکر پر ہیبت لے جا سکتا ہوں۔ اس زمانے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور حضرت ابو بکر صدیق کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا آدھا مال لے کر آگئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے۔ چند چھوڑ دیا ہے کہ اس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ گھجور کی پتلاں پرانا بوریہ اور پرانی دستار لپیٹے ہوئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ذوالحجاء میں آپ کے ہونے تھے۔ اس دن ذوالحجاء کے سوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ اس میں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے دریافت فرمایا کہ ابو بکر! اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا؟ تو آپ نے عرض کی: اللہ! جب جوان نے یہ توجیہ تو عرض کی: اس

سے اعلیٰ توجیہ سنتا چاہتا ہوں۔ حضرت شہید نے فرمایا: اے جوان! میں نے بہترین توجیہات پیش کیں لیکن تیری ہمت بہت عالی ہے۔ اس لیے ان سے بہتر توجیہ پیش کرتا ہوں۔ پھر فرمایا: صرف اسم ذات کے ذکر کا طریقہ اختیار کرنا حکم الہی کے سبب ہے کیونکہ قرآن حکیم میں وارد ہے: قل اللہ تم ذرہم [۱۹۱: ۱۹۱] اے محمد! اللہ کہ اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ اپنے شکل میں گے رہیں۔ جوان نے کہا: بس بس! اتنا کافی ہے۔ تو جوان نے نعرہ مارا اور جاں بحق ہو گیا۔

حضرت شیخ ابو الفضل عبدالواحد قدس سرہ کی کنیت ابو الفضل ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام عبدالعزیز بن عمارت بن اسد ہے۔ آپ کا شمار کارا بولیا نے کرام میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ابوعلی قدس سرہ کے کمال ترین مرید تھے۔ آپ کی وفات جمادی الثانی ۳۲۵ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے سے ہے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن عبدالعزیز تیسری قدس سرہ حضرت خواجہ ابو الفضل کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے مراد کو زندہ کیا ہے۔ گروہ صوفیہ کے امام تھے۔ تصوف توحید میں آپ کا کافی نہ تھا۔ آپ کا وصال مبارک ۳۳۰ھ میں ہوا۔ مزار مبارک حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ کے روضہ کے اندر ہے۔

حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ کے آباؤ اجداد طرطوس کے باشندے تھے۔ آپ حضرت شیخ عبدالواحد تیسری قدس سرہ کے مرید ہیں۔ اولیائے زمانہ کے شیخ اور مشائخ کائنات کے عطر مجموعہ، بلند مقامات رکھتے ہیں اور عالی کرامات کے مالک ہیں۔ وصال مبارک ۳۳۰ھ میں ہوا۔ [۱]

حضرت شیخ ابوالحسن نجف قدس سرہ کا ام گرامی علی بن محمد بن یوسف بن جعفر قرظی بکھاری ہے۔ شیخ ابوالفرح طرطوسی کے مرید ہیں۔ اکابر مشائخ اور متقدمائے زمانہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ خوارق و کرامات بہت ہیں۔ آپ کا وصال شریف یکم محرم ۳۸۱ھ میں ہوا۔ [۲]

حضرت خواجہ ابوسعید یوسف مبارک قدس سرہ۔ ام گرامی یوسف بن علی بن حسین نخجروی ہے۔ آپ سلطان اولیاء و برہان اقطیاء، قدوۃ عارفان، قلیدہ سالکان، سیر طریقت، واقف اسرار حقیقت، جامع علوم ظاہری و باطنی اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ کا فقہی مذہب حنبلی تھا۔ حضرت شیخ ابوالحسن بکھاری کے مرید تھے۔ خرق خلافت بھی آپ سے ہی پایا۔ حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی، غوث مہدئی، قطب الاقطاب، فرد الاجناب، شیخ اسوات والا رضی اللہ عنہ حضرت میراں غنی الدین شیخ ابو محمد سعید عبدالقدیر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرشد گرامی ہیں۔

حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے ابتدائی ایام میں خدائے تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک میرا رب مجھے نہیں کھلائے گا، میں نہیں کھائوں ہوں گا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور تھوڑا سا کھانا رکھ کر چلا گیا۔ تیرب تھا کہ بھوک کے مارے میرا نفس کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا: بندہ! میں اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ ہرگز نہ توڑوں گا۔ میں نے اپنے اندر سے آواز سنی: کوئی بلند آواز سے اپنے آپ سے کہہ رہا تھا: ایچو! ایچو! ہائے بھوک، ہائے بھوک۔ حضرت شیخ ابوسعید نخجروی قدس سرہ میرے پاس سے گذرے۔ آپ نے وہ آواز سنی اور فرمایا: عہد التورہ یہی آواز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ نفس کا اضطراب ہے لیکن روح اپنی جگہ پر مطمئن ہے اور اپنے مالک و معبود

کے مشاہدے میں آگ۔ حضرت مخدومی نے فرمایا: ہمارے گھر پر آگ۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔ میں نے کہا: میں غلطی کہے سے ایک قدم باہر نہ نکالوں گا۔ اچانک ابو العباس حضرت مخدوم علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا: اللہ اور شیخ ابوسعید کے پاس جاؤ۔ میں گیا۔ دیکھا کہ حضرت ابوسعید مخدومی اسے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ حاضر ہوئے تو حضرت شیخ مخدومی نے فرمایا: عبدالقادر میرا کہنا نہیں کافی نہیں تھا کہ حضرت کو بھی جنہیں یاد دلاؤ یا بڑا۔ آپ کو گھر کے اندر لائے اور جو کھانا موجود تھا، حاضر کیا اور لقمہ لقمہ کر کے شیخ مخدومی آپ کے منہ میں رکھنے لگے حضور غوث پاک فرماتے ہیں: یہاں تک کہ میں میر ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا اور پھر میں آپ ہی کی خدمت اقدس میں مدرسہ باب الازح میں رہنے لگا۔ یہ مدرسہ اب حضور غوث الثقلین سے منسوب ہو کر مدرسہ قادریہ کہلاتا ہے۔ اسے حضرت ابوسعید مخدومی نے تعمیر فرمایا تھا اور اپنی حیات مبارکہ میں ہی حضرت غوث اعظم کو طواف مادی تھا۔ چنانچہ حضور غوث پاک کا مزار اقدس آبی مدرسے میں ہے۔

شیخ ابوسعید مخدومی کا وصال پاک ۱۵۱۱ھ یا ۱۵۱۲ھ یا ۱۵۱۳ھ میں ہوا۔ [۳]



حضرت شیخ حماد عباس قدس سرہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور اسم گرامی حماد بن مسلم وہاں ہے۔ سادات فرزدوں بھی کہتے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی قطب الاقطاب، فرید الاحیاء، شیخ السموات والارض حضرت میراں سید محی الدین شیخ ابو محمد شاہ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ نے عنہ آپ کی صحبت پائی ہے۔ مشائخ کبار سے ہیں۔ عارف نامدار، مقتدائے وقت اور صاحب کرامات عالیہ ہیں۔ باوجودیکہ ربی علوم حاصل نہ کئے لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو علوم لدنی سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کے دو بزرگال مرید ہیں۔ انہیں میں حضرت غوث پاک شیخ

عبدالقادر جیلانی بھی ہیں۔ منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ حماد فرما رہے تھے: میرے دو بزرگ مرید ہیں۔ ہرات انہیں یاد کرتا ہوں اور ان کی حالتیں پوری ہونے کی خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ ان میں جو گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو خدائے تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے توفیق دے کہ عطا فرمائے یا اسے دنیا سے اٹھالے تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے۔ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے مشاہدہ کرا دیا کہ جو دعا حضرت حماد نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی، وہ قبول ہوگئی۔ منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عالم شباب تھا۔ شیخ حمادی خدمت میں حاضر تھے۔ جب آپ محفل سے باہر تشریف لے گئے تو شیخ حماد نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا جب اس [حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کا قدم روئے زمین کے سارے اولیاء کی گردنوں پر ہوگا۔ جب یہ کہے گا تو اس کی آواز ساری کائنات میں پھیلے گی اور سارے اولیاء اپنا سر جھکا دیں گے۔

حضرت شیخ حماد قدس سرہ کا وصال رمضان ۵۳۰ھ میں ہوا [۳]

حواشی

- [۱] صاحب مسالک السالکین کے بیان کے مطابق آپ کا وصال ۳ شعبان ۸۴۷ھ میں پیشو سید محی الدین غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوا۔
- [۲] مسالک السالکین میں مرقوم ہے: آپ ۳۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۴۸۶ھ کو بعد خلافت السلطان عبدالغنی بختیار خانی کے جنت کو مدعا رہے۔ بعض نے وصال آپ کا ۴۸۳ھ یا

- ۸۵ھ میں لکھا ہے، ہزار پر او اور بغداد میں ہے [۳۸۱/۱]
- [۳] مسالک السالکین میں آپ کی تاریخ وصال ۱۰ محرم الحرام ۵۱۳ھ عیسیٰ علیہ السلام میں لکھی ہے [۳۲۹/۱]
- [۴] مسالک السالکین میں تحریر ہے: آپ نے تاریخ ۲۷ رمضان المبارک ۵۲۵ھ روز چہار شنبہ کو وقت پائی۔ ہزار مبارک بغداد کے مقبرہ شہینہ میں ہے اور لکھتے ہیں کہ شام میں ہے [۸۱/۳]



حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی حسینی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس بادشاہ مشائخ طریقت، امام ائمہ شریعت، محبوب ربانی کی کنیت ابو محمد ہے اور اس آفتاب زمانہ، سرور عارفان، زاہدوں کے لیے پیکار شرف اور عابدوں کے لیے سراپا فقر، قطب صمدانی کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

سید عبدالقادر بن سید ابوصالح سمویٰ جتلی دوست بن سید ابوعبداللہ بن سید شیخ زاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید سونجی الجون بن سید عبداللہ انصاری بن سید حسن ثقیلی بن سید امام حسن بن امیر المومنین مولانا کے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وجمعین۔ عبداللہ انصاری کی والدہ ماجدہ بھی فاطمہ بنت حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ بھی حسینی ہیں۔ [۱]

آپ کا لقب شی الدین ہے۔ اس کی بعینہ یہ ہے کہ مزار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا: "مذہب کے دن سیاحت سے نکلے پائیں بغداد واپس آ رہا تھا۔ ناگاہ میرا گذر

ایک مریض کے پاس سے ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم کمزور تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: السلام علیک یا عبد القادر! میں نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس نے مجھے قریب بلا کر کہا کہ مجھے بخدا، وہ میں نے اسے بخدا یا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کا جسم صحت مند تر و تازہ اور لطیف ہو گیا، چہرہ خوبصورت ہو گیا، رنگ گھبر گیا۔ میں نے اس سے حالات پوچھے تو اس نے کہا: آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: میں آپ کے چکر کیم کا دین ہوں۔ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے نئی زندگی دیدی۔ آپ ہی الدین ہیں۔ اس سے رخصت ہو کر میں جامع مسجد پنجپانچواں ایک شخص نے یا شیخ ہی الدین کہتے ہوئے اپنے جوتے میرے قدموں کے سامنے رکھ دیئے۔ جب میں نے نماز ادا کر لی تو تملق خدا مجھ پر ٹوٹ پڑی۔ وہ لوگ ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگے۔ سب یا شیخ الدین کہہ رہے تھے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب آسمان میں بازعجب ہے۔ آپ کو غوث العظیمین کہتے ہیں۔ جب یہ ہے کہ آپ کے روحانی تصرف کے دائرے میں انسان اور جنات دونوں ہیں۔ چنانچہ لوگ آپ کی محفل میں حاضر ہوتے اور شرف بہ اسلام ہو جاتے اور دیگر ایمانی فائدے حاصل کرتے۔ حضرت غوث اعظم نے خود فرمایا: انسانوں کے مشائخ ہوتے ہیں، جناتوں کے مشائخ ہوتے ہیں، فرشتوں کے مشائخ ہوتے ہیں۔ میں اس سب کا شیخ ہوں۔

حضرت ابوسعید عبداللہ بغدادی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک سولہ سال کی بیٹی تھی۔ ایک روز صبح پر چڑھی اور وہاں سے غائب ہو گئی۔ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: آج کی رات تم بغداد کے محلہ کرن کے ویرانے میں چلے جاؤ اور زمین پر بسم اللہ شریف پڑھ کر ایک دائرہ کھینچ لو۔ یہ نیت کرنا کہ یہ دائرہ شیخ عبدالقادر کی طرف سے کھینچ رہا ہوں اور دائرے کے اندر بیٹھ جانا۔ جب رات گہری ہوگی تو تمہارے پاس سے مختلف صورتوں میں جنوں کا گذر ہوگا تم ان سے خوف زدہ نہ ہونا۔ صبح کے وقت جنوں

کا بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ آئے گا اور تم سے تمہارا مطلب پوچھے گا۔ تم کہنا کہ یہ شیخ عبدالقادر نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس کے بعد اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کرنا۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت غوث اعظم کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ جنوں کی لڑکیاں مختلف صورتوں میں صف در صف میرے پاس سے گذر کر رہیں۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ دائرے کے پاس پہنکتا۔ یہاں تک کہ جنوں کا بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ اس کے ساتھ ایک لشکر تھا۔ وہ اس دائرے کے پاس آ کر کھڑا ہوا گیا اور مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا حاجت در پیش ہے۔ میں نے کہا: شیخ عبدالقادر نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً گھوڑے سے اتر آیا اور زمین پر بس ہوا۔ بس میں نے اپنی لڑکی کے قاعب ہونے کا قصہ اس سے بیان کیا اور لڑکائی کی کہ جو جن لڑکی کو لے گیا ہے، اسے طلب کرے۔ فوراً اس جن کو حاضر کیا گیا۔ وہ اردو لوان نام کا ایک بگٹی جن تھا۔ بادشاہ نے اس جن سے کہا کہ تجھے بہت کیے ہوئی کہ غوث کی رکاب سے اس لڑکی کو لے لائے۔ اس نے کہا: مجھے یہ لڑکی بھائی اور دل میں گھر گھر گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑادی جائے اور میری بیٹی میرے خوالے کر دی۔ میں نے بادشاہ جن سے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کا آپ جیسا فرماں بردار نہیں دیکھا۔ اس نے کہا: ہم شیخ عبدالقادر کے اطاعت گزار کیسے ہوں۔ جب آپ اپنے کاٹے لٹے لٹکتے ہیں تو ساری دنیا کے جنات آپ کی نگاہ میں ہوتے ہیں بلکہ آپ کی ہیبت سے سارے اجنہ فرار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب تقیبت عطا کرتا ہے تو تمام جن و انس پر اسے غلبہ دیتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیلی اس لیے کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ جیلان سے آئے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت کی ولادت باسعادت ہی وہیں ہوئی۔ یہ طبرستان کے پاس ایک کتبہ ہے جسے جیلان بھی کہتے ہیں اور گیلان بھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بغداد مقتدر ہے ایک دن کی مسافت پر واسطی کا نائب دجلہ کے کنارے ایک قصبہ نیل ہے۔ بزرگان کے نزدیک ایک قصبہ نیل ہے۔ اسی نسبت سے آپ کو

گیلانی اور جیلانی دونوں کہتے ہیں۔ مورخین کی ایک جماعت نے سرکار غوث اعظم کو دونوں مقام کی جانب منسوب کیا ہے۔ صاحب روئے التواظر جو کار ہلما سے ہیں اور ان کا قول سننا مانا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ سرکار کی نسبت دونوں مقام کی جانب ہے۔ بعض لوگوں نے نتیجہ یہ پیش کیا ہے کہ حضور غوث پاک نے برج عجیب کی طرح مقام جیلان میں کچھ دنوں قیام فرمایا ہے، اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ورنہ حضور کا اصل وطن گیلان ہے۔ صاحب تہم المہلکان کے مطابق گیلان کے بہت سے مصفا قاتی مقامات گیلان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

جان لو کہ حضرت غوث العظیمین کی باطنی تربیت براہ راست بارگاہ رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوئی ہے۔ لیکن خرقہ اور خلافت حضرت کے سر شکر امی شیخ ابوسعید خزوی سے ملا ہے۔ حضرت ابوسعید خزوی سے خلافت اور خرقہ کی نسبت کا سلسلہ حضرت شیخ معروف کرخی اور ان سے حضرت امام علی موئی رضا قدس سرہا تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام رضا سے یہ سلسلہ ان کے آباؤ اجداد کرام سے ہوتا ہوا حضرت سید امام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ حضرت غوث العظیمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر صحبت حضرت شیخ حماد دباس قدس سرہ ہیں جن کی حضرت خضر علیہ السلام سے خوب صحبت رہی ہے۔ آپ عثمانی تھے لیکن فتویٰ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کے مذہب پر دیا کرتے تھے۔ شیخ تاج بن یطوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام احمد بن حنبل کی قبر اطہری زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لے آئے اور حضرت غوث اعظم کو اپنی آنکھوں میں لے کر فرمایا: اے شیخ عبدالقادر! میں علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت میں آپ کا محتاج ہوں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ عاتکہ بنت ام الخیر لقب ائمتہ العجرا اور ام گرامی فاطمہ بنت شیخ عبداللہ موسوی ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ موسوی

گیلان کے عظیم مشائخ میں شمار ہوتے ہیں جو اولیائے زمانہ کے پیشوا اور صاحب الدعوات بزرگ تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ عبداللہ موسوی زاہد رئیسوں میں تھے۔ آپ کے احوال حالی اور کرامات نمایاں تھیں۔ جب آپ پر حالت غضب طاری ہوئی تو حق سبحانہ تعالیٰ آپ کی خاطر بہت جلد انعام لے لیتا۔ آپ کی جو شفا ہوئی، اللہ تعالیٰ ویسا ہی معاملہ فرماتا۔ جس چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے، ویسا ہی واقع ہوتا۔ حضرت غوث العظیمین کی والدہ ماجدہ کو خیر و صلاح اور تقویٰ کا وافر حصہ نصیب تھا۔ حضرت شیخ عبدالرزاق ولد حضرت غوث اعظم قدس سرہا فرماتے ہیں کہ جب حضرت غوث اعظم والد ماجد کے صلب مقدس سے والدہ ماجدہ کے نطن شریف میں جلوہ گر ہوئے، اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر شریف ساٹھ سال تھی جو ایسا کا زمانہ ہے۔ یہ بھی حضرت غوث پاک کی کرامت ہے کہ اس سن ایسا میں حمل ٹھہرا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عارفہ صالحہ واصلہ اور صاحب مکاشفات تھیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ماہ رمضان کی پہلی شب ۳۷۰ھ یا ۳۷۱ھ میں جیلان میں ہوئی۔ حضرت کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرا فرزند عبدالقادر جب سے پیدا ہوا، رمضان شریف میں اس نے کبھی دودھ نہ پیا۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا چاند بادل میں پوشیدہ تھا۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ عبدالقادر نے دودھ پیا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: انہی نے دودھ نہیں پیا۔ بعد میں تصدیق ہوئی کہ اس دن رمضان شریف شروع ہو چکا تھا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان شباب میں جب میں جو خواب ہوتا تو ایک آواز سنائی دیتی: اے عبدالقادر! میں نے تجھے سونے کے لیے نہیں پیدا کیا ہے۔ جب میں کتبہ چاہتا تو لگا لگا کی آواز سناتا: ہوا، اللہ کے ولی کو چلو دو۔ سرکار غوث اعظم جب اٹھارہ سال کے تھے تو جیلان سے بغداد تشریف لائے اور ۳۸۸ھ میں بغداد میں علم دین حاصل کرنے کا آغاز کیا۔ پہلے قرآن مجید

پڑھا، پھر حدیث پاک اور دیگر علوم حاصل کئے اور تھوڑے ہی زمانے میں اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے اور سب سے ممتاز ہو گئے۔ اسی سفر بغداد کے راستے میں سب سے پہلے ساکنہ رزقوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور آپ کے مرید ہو گئے۔ ۵۲۱ھ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنا لعاب دہن آپ کے دہن مبارک میں ڈالا اور آپ کو ممبر رسول پر جلوہ افروز ہو کر وعظ فرمانے لگے۔ وعظ کا یہ سلسلہ چالیس سال تک دراز رہا جس میں آپ نے سارے دینی علوم پر گفتگو فرمائی۔ وعظ کے وقت آپ فرمایا کرتے:

آسمان اور زمین کے باشندے آئیں اور میری باتیں سنیں اور مجھ سے کچھ چیزیں سیکھیں کیونکہ میں زمین میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث و نائب ہوں۔ مجلس میں مجھے جلسے عطا ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ میرے دل پر کلمہ فرماتا ہے۔

ستر ہزار سے زائد لوگ آپ کی محفل کی محفل میں حاضر ہوتے اور چار افراد آپ کے ارشاد و کلام قلم بند کرتے۔ جہاں بھی محفل وعظ برپا ہوتی، آپ کے کلام حقیقت کی تاثیر سے ایسا وجد اور ذوق کا عالم پیدا ہوتا کہ وہ زمین آدمی جاں بحق ہو جاتے۔ شیخ ابو سعید قلیوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی محفل میں، میں نے بار بار رسول دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبران عظام علیہم السلام اور ملائکہ اور اجنہ کی بے شمار دعائیں دیکھی ہیں۔ غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب وغیرہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک میں نے معتبر کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ آپ حلیف الہدین، درمیان قدر، وسیع سینہ، کشادہ پیشانی، گندری رنگ، پوست ابرو، بلند آواز تھے۔ علماء کے انداز کا لباس زیب تن فرماتے۔ کبھی طیلان پہنتے اور کبھی اتنا چھٹی لباس ہوتا کہ ایک گڑ کی قیمت ایک دینار ہوتی۔ اس پر سے جبہ کا اضافہ کرتے فرماتے، جب تک میرا رب پہناتا نہیں، میں نہیں پہنتا، جب تک کھانا

نہیں میں نہیں کھاتا، جب تک کھلو اتنا نہیں میں نہیں کھاتا۔ کوئی بدیہ نہیں کرتا تو آپ قبول فرماتے۔ صرف ملائین کے تھانف سے اجزا اڑتا۔ جو بدیہ بھی آتا، وہی مجلس میں تقسیم فرمادیتے۔ ایک دن خلیفہ بغداد وصیغہ باللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دینار کی دس تھیلیاں نذر لائیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ حضرت نے ایک تھیلی دیکھیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں ہاتھ میں لے کر چمچیں تو ان سے خون بہنے لگا۔ آپ نے فرمایا: اسے ابواظفر اخدا نے تعالیٰ سے شرم کر۔ لوگوں کا خون چون کہ مال جمع کرتا ہے اور اسے میرے پاس لے کر آتا ہے۔ خدائے عزت و جلال کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کا اجزا ام ٹھوکانہ ہوتا تو میں ان تھیلیوں کو اس وقت تک چمچڑتا کہ خون تیرے محل تک پہنچ جاتا۔ خلیفہ فوراً بے ہوش ہو گیا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کسی خلیفہ یا کسی صاحب ثروت و شوکت کے گھر تشریف نہیں لے گئے، نہ کسی ان کی بساط پر بیٹھے اور نہ کسی ان کی تکفیم کی۔ جب خلیفہ حضرت کے آستانے پر حاضر ہوتا، آپ گھر کے اندر تشریف لے جاتے اور پھر باہر تشریف لاتے تاکہ خلیفہ کی تکفیم کے لیے اٹھنا نہ پڑے۔ خلیفہ سے گفتگو کرتے وقت سخت اور موثر انداز اختیار فرماتے۔ خلیفہ حضرت کی دست لہی کرتا، مودب بیٹھا اور کہتا: حضرت شیخ جو فرماتے ہیں، بسر و چشم قبول ہے۔ اگر کسی خلیفہ کو رقم بخر فرماتے تو لانا نہ ہوتا: "عبدالقادر تمہیں اس کا حکم دیتا ہے۔ تم پر اس کا حکم نافذ ہے۔ اس کا حکم تم سے لیے سو مند اور رحمت ہے۔" جب آپ کا رقم خلیفہ تک پہنچتا تو خلیفہ اسے بوسہ دیتا اور سر پر رکھتا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ خوش اخلاق، نرم گفتار، حیا دار اور مہربان کوئی دوسرا نہ تھا۔ آپ کو ہم نشینوں اور دوستوں سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا نہ تھا۔ کبھی کسی سائل کو روک دیتے فرماتے۔ لوگ علاج مریضوں کو حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کرتے آپ صرف دست کر پھیر دیتے وہ شفا پاتا جاتا۔ معقول ہے کہ ایک چور حضرت کے گھر میں گھس آیا یا تاجیہ ہوا یا اور کوئی چیز نہ

لے جا سکا۔ اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی: اے اللہ کے دوست ایک ابدال وقت پائے۔ آپ جیسے فرمائیں، ان کی جگہ متعین کر دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: ایک مجلس لا چار ہو کر میرے گھر میں پڑا ہے، جاییے اسے نکال لائے اور اسی کو موتی ابدال کا جائیں بنا دیجئے۔ حضرت خضر نے اس چور کو گھر سے نکالا اور اس کا تہ عرصہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ حضرت نے ایک نگاہ کیا یا اثر لے لے اس کی آنکھ کی روشنی لوٹادی اور اسے چور سے مراد ابدال تک پہنچا دیا۔ چونکہ آپ کے کاشانہ اقدس میں معرفت و محبت الہی کے سوا کوئی دوسری چیز نہ تھی، اس لیے درحقیقت وہ شخص اسی دولت معرفت کو چرانے آیا تھا، یہی سبب تھا کہ حضرت نے اسے مقصود تک پہنچا دیا اور اس کی خواہش پوری کر دی اور حرم نہ ٹھہراتے ہوئے اسے مزینہ ابدالیت پر فائز فرمایا۔

کہتے ہیں کہ قلاب وابدال اور اودا کی تقرری اور برناتقی اور احوال اولیا کا سلب کر لینا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں ہے۔ جسے چاہتے ہیں منصب ولایت سے بر خاست کر کے دوسرے کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک ابدال کی وفات ہو گئی۔ حضرت کی خدمت میں ایک کافر غلط ظنیہ سے آیا ہوا تھا، آپ نے اس کے بال تراشے، مسلمان بنا یا مجھ نام تجویز فرمایا، اپنی کاہ مبارک اس کے سر پر رکھی اور ابدال کی جماعت میں شامل کر دیا۔ در حال نیب میں سے ایک فرد ہوا کے دوں پر کہیں چار ہے تھے۔ جب وہ بغداد مقدس کے سمت البراس پر [فضا میں] پہنچے تو ان کے دل میں خیال گذرا کہ بغداد مقدس میں کوئی دوسرا ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشف سے اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کا مزید حال سلب کر لیا۔ وہ جو ان فضا سے آستانہ حضرت غوث اعظم پر گر پڑے۔ سرکار غوث اعظم نے حضرت شیخ علی بنی کی سطرش سے ان کی خطا معاف کی۔ انہوں نے توبہ کی اور پھر ہوا میں پرواز کرتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طریقت مکمل طور سے آئینہ دار

شریعت تھی۔ اگر آپ کسی کو خلاف شریعت عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو اس کا حال باطن سلب کر لیتے۔ آپ فرماتے ہیں:

اے لوگو! اگر شریعت مطہرہ کا ادب نہ ہوتا تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم کیا کچھ کھاتے ہو اور کار کرتے ہو۔ تم میرے سامنے عیاں ہو۔ تم میرے سامنے شیش کی مانند ہو۔ تمہارے اندر موجود ظاہری اور باطنی خطا میں میں ملاحظہ کرتا ہوں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے ایک بڑے بزرگ نے مشائخ بغداد سے حضور غوث اعظم کے بارے میں پوچھا۔ مشائخ نے فرمایا: حق تعالیٰ نے جس ولی کو مقام سبکی عطا فرمایا، حضرت شیخ عبدالقادر کو اس سے بہتر اور علی مقام عطا کیا اور اپنی محبت جس ولی کو بھی عطا فرمائی، حضرت شیخ کو اس سے اعلیٰ تر مقام محبت عطا فرمایا۔ شیخ عبدالقادر فرما احباب ہیں اور اپنے زمانے کے سب سے افضل غوث اور نقیب ہیں۔

کہتے ہیں کہ غوث مہمانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رباط میں مجلس وعظ و تہذیب آراستہ کر رکھی تھی اور تقریباً سو مشائخ زمانہ اس میں موجود تھے۔ ان میں شیخ علی بن عقیق، شیخ طہا بن یطو، شیخ ابو سعید قلیوی، شیخ ابو نجیب سہروردی، شیخ شہاب الدین سہروردی کے چچا ہیں، شیخ قصب الدنان موسیٰ، شیخ ابو اسعد و شیخ منصور بظاہری، شیخ حماد بن باس، خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانی جو خواجگان نقشبندیہ کے سرسلسلہ ہیں، شیخ عیسیٰ، شیخ ابوالفراہ مغربی، شیخ حدی بن مسافر، شیخ علی بن وہب بخاری، شیخ موسیٰ بن یامین زاوی، شیخ احمد بن حسن رفاقی، شیخ عبدالرحمن طوسی، شیخ عطر و جاگیر، شیخ ماجد کدی، شیخ ابو محمد بن عبدالصو ربغری، شیخ ابو عمر مروزی، شیخ سوید بخاری، شیخ حیات قہش حرانی، شیخ سرمان و شقی، شیخ ابوالکریم الاکبر امیر، شیخ ابو العباس جو سنی صوفی، شیخ ابوالکیم امیر انیم بن دینار، شیخ مکرم اکبری، شیخ حمدیہ بغدادی، شیخ یحییٰ دوری مریشی، شیخ سعد الدین ابراہیم بن ابو عبداللہ بن علی بن جونی، شیخ ابو سعید اللہ، شیخ ابوبکر الحانی المؤمن، شیخ جمیل، شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی، شیخ ابوالہکسانی، شیخ

ابو جعفر محمد بن ابی نصر الغزالی، شیخ مظفر الجبال محمد بن درمان قرظی، شیخ ابوالحسن الامام
بن غریب، شیخ ابو عبد اللہ محمد المعروف الخاس، شیخ ابو یوسف عثمان بن احمد شوکی جوہر جبال
الغیب سے ہیں، شیخ سلطان بن احمد المرزوق، شیخ ابوبکر بن عبد الجبار شیبانی، شیخ ابوالحسن
احمد بن الاستاذ شیخ ابو یوسف بن یحییٰ المعروف بہ نام کوثر، شیخ مبارک بن علی احملی، شیخ ابو
البرکات بن معدن عراقی، شیخ عبد القادر بن حسن بغدادی، شیخ ابوالسود و احمد بن ابوبکر
عطاری، شیخ عبد اللہ الجراذلی، شیخ ابوالفضل، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ابوالقاسم ہر
بن مسعود بزاز، شیخ ابوالسود محمود بن بھال، شیخ عبدالقادر، شیخ عبدالرحیم قادی مغربی،
شیخ ابو یوسف عثمان بن مرزوق، شیخ نکارم بر خانی، شیخ خلیفہ بن موسیٰ احملی، شیخ ابوالحسن جوئی،
شیخ عبد اللہ قرظی، شیخ ابوالبرکات بن سحر اموی، شیخ عبدالحق ابراہیم بن علی عرب، شیخ
غوث وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان کے علاوہ اور بھی مشائخ کبار وہاں متبع
تھے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول پر دو خط فرما رہے تھے۔ دوران
وعظمتی آپ نے فرمایا: ہمدانی ہمدانی رقیۃ کلی ولی اللہ۔ میرا یہ قدم روئے
زمین کے سارے اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ حضرت شیخ علی بن یحییٰ منبر پر آئے اور
حضرت غوث پاک کا قدم مبارک چمک کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور حضرت کے دامن القدس
پر لوٹنے لگے۔ روئے زمین کے سارے اولیائے کرام نے گردن جھکا دی۔ شیخ
ابوسید قتیوبی فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ عبد اللہ القادر قدس سرہ نے فرمایا: قدسی
ہمدانی رقیۃ کلی ولی اللہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے قلب القدس پر تجلی فرمائی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے
دست القدس پر جلوہ ریزی فرمائی۔ سارے ملائکہ مقربین، بر شہر اور علاقے کے اگلے
چمکے اولیائے کرام نے، جو وہاں حاضر تھے، زکدوں نے جسموں کے ساتھ اور مردوں
نے اپنی رگوں کے ساتھ حضرت غوث اعظم کو خلع پہنایا۔ حضرت کی مجلس میں
ملائکہ اور جلال محبوب موجود تھے اور ان کی صفیں فضاؤں میں بھی آراستہ تھیں۔ روئے
زمین کے ہر ولی نے اپنی گردن جھکا دی، کہتے ہیں کہ جس نے بھی گردن اطاعت خم نہ

کی، اس کی ولایت سلب ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا دعوائے کمال، اللہ تعالیٰ کی ہے
انجمنائیت اور حضرت رسالت پناہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم حمایت
اور فرزندگی کی عظمت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ سارے اولیائے کرام نے اطاعت
کی گردن خم کر دی اور آپ کے فرمان کو قبول کر لیا اور کوئی دوسرا ولی اس مقام عظمت تک
نہ پہنچ سکا۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم، یا اللہ تعالیٰ کا
فضل عظیم ہے وہ جسے چاہے عطا کرے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل واحسان والا ہے۔
سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی عمر میں مشائخ زمانہ کی کرتے
تھے کہ اس نجی جوان کا قدم سارے اولیاء کی گردن پر ہوگا۔ بہت سے عظیم مشائخ نے
سوسال پہلے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان اور غرائب احوال کی
خبر دی ہے۔ چنانچہ شیخ ابوبکر بن یحییٰ ابطحی قدس سرہ جو عرصہ وقت اور والے مشائخ کے
پیشوا تھے۔ انہیں روشن کرامات اور متاز مقامات روحانی نصیب تھے۔ آپ خواب میں
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت صدیقی
حاصل کیا۔ آپ کا فرمان ہے کہ میں نے خدا سے تعالیٰ سے عبد لیا ہے کہ جو شخص بھی
میرے روئے میں آئے، اسے جہنم کی آگ نہ چلائے۔ آپ کی قبر اطہر بطحان میں
بہت مشہور ہے۔ اگر کوئی شخص تجلی کا گوشت آپ کے روئے کے نزدیک پکاتا چاہے تو
ہرگز نہ پکائے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ عراق کے سات بزرگ اہل کرام سے میرے پر کاڑھ ہیں:
۱۔ حضرت معروف کرہی، ۲۔ حضرت امام احمد بن حنبل، ۳۔ حضرت بشر حافی،
۴۔ حضرت منصور بن عمار، ۵۔ حضرت حنیف بغدادی، ۶۔ حضرت کمال بن عبد اللہ
تستری، ۷۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔
ایسے عظیم الشان بزرگ حضرت شیخ ابوبکر بن بزاز بطحان قدس سرہ سے لوگوں
نے پوچھا کہ شیخ عبد القادر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک شریف النسل شیخ ہے جو
بغداد میں پیدا ہوگا۔ اس کا ظہور یا پچیس صدی میں ہوگا۔
شیخ ابو یوسف احملی جو شیخ ابوبکر بطحان قدس سرہ کے مرید، بڑے ممتاز بزرگ

تھے ممتاز خوارق عادات اور روشن مقامات رکھتے تھے۔ جن کی قبر اطہر بطحان کے ایک
دیہات حدادیہ میں ہے، وہ فرماتے ہیں: شیخ عبد القادر ایسے بزرگ ہوں گے جن کی
افعال اور اقوال میں جبروتی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے خلق کثیر کو عالمی
مراہب عطا فرمائے گا اور قیامت کے دن آپ کے ذریعے دوسری امتوں کے سامنے
فخر و مہابت کا ظہور فرمائے گا۔
حضرت غوث اعظم خود ارشاد فرماتے ہیں: ”ہر ولی میرے قدم پر ہوگا اور
میں اپنے چہرہ کرم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر ہوں۔ میرے
چہرہ کرم جو قدم اٹھاتے ہیں، میں اس جگہ اپنے قدم رکھتا ہوں سوائے قدم نبوت کے کہ
اس جگہ نیک نیتی کی گنجائش نہیں ہے۔“ اور یہ ارشاد فرمایا: آپ کے مرتبہ کمال ولایت
اور کمال جامع مصطفیٰ علیہ التسلیم والہما کی جانب اشارہ ہے۔
حضرت شیخ شریف محض سنی موصیٰ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے
اپنے والد ماجد سے سنا فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیرہ سال حضرت شیخ عبد القادر
جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی۔ اس دوران میں نے بھی نہیں دیکھا کہ حضرت
کے جسم القدس پر کبھی بھی بیٹھی ہو یا وہاں کہیں اس نے بیٹھ کی ہو۔ سارے مشائخ
وقت حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ سے شرف نیاز رکھتے تھے۔ حضرت امام
عبد اللہ یاقینی فرماتے ہیں کہ میں نے بیشتر مشائخ نے بارگاہ غوث اعظم سے اپنی
نیشیں درست رکھی ہیں۔ خواجہ حسین الدین چشتی، شیخ شہاب الدین سہروردی قدس
سرہانے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ القدس سے وابستہ ہو کر باطنی
فیض اور طہارت حاصل کی ہے۔

کیا فرماتے ہیں؟ حضرت شیخ ابو یوسف مغربی نے فرمایا: جب بغداد پہنچتا تو حضرت شیخ
عبد القادر کی صحبت سے جدا نہ ہوتا۔ پتھرا پورے مجھ میں ان کے جیسا کوئی شیخ نہیں
پیدا ہوا۔ سر زمین بغداد ان کی جہ سے زمین مغرب کے سامنے شکر کا ٹھکانا کر گیا ہے۔
آپ کا علم و کمال دنیا کے سارے اولیائے کرام کے علم و کمال سے بڑھ کر ہے۔ جب
ان کی خدمت میں پہنچتا، میرا اسلام عرض کرنا اور کہہ دینا کہ مجھے اپنی دعاؤں میں
فراوانی نہ کریں۔
حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود فرمایا کہ میں نے سالہا سال
عراق کے جنگوں میں رہ کر قدم سیاحت کی ہے۔ چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی
نماز ادا کی ہے۔ پندرہ سال تک نماز عشا ادا کرنے کے بعد ایک قدم پر کھڑے
ہو کر فجر تک پورا قرآن پاک ختم کیا ہے۔ ایک رات لغس نے نیند کی طرف توجہ دلائی
اور کہا کہ اگر ایک لمحہ سو لیتے تو کیا حرج تھا۔ میں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا اور
وہیں ایک قدم پر کھڑے ہو کر قرآن حکیم مکمل کیا۔ نیند متشکل ہو کر میرے سامنے آئی
اور میں غصہ ناک ہو کر اسے ایک ٹپھر رسید کرتا، وہ دفعہ ہو جاتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ
میں عراق کے جنگوں میں چالیس دن تک مسلسل روزے سے رہا۔ گیارہ سال تک برج
جمعی میں ٹھہرا رہا۔ میری طویل اقامت کے سبب اسے برج جمعی کہنے لگے۔ حضرت
غوث پاک کے شہزادے حضرت شیخ عبد الرزاق قدس سرہ سے منقول ہے کہ حضرت
غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے ایک اتنا طویل کاغذ دیا گیا کہ اس میں
قیامت تک آنے والے میرے اصحاب و مریدین اور وہ استگنان سب کے نام لکھے
ہوئے تھے۔ حکم رہی ہوا کہ ان سب کا معاملہ میں نے تجھے سونپا۔
منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے
رب کی عزت و جلال کی قسم! میں اپنے پروردگار کے سامنے سے رخصت نہیں ہوں
گا جب تک کہ میرا پروردگار میرے مریدین کو جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔ اگر میرا
مرید مشرق میں ہو اور وہ بے ستر ہو جائے تو میں مغرب سے آکر مشرق میں اس کی پردہ

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ عقیل کے سامنے ذکر کیا: حضرت شیخ
عبد القادر جیسے نجی کا نام بغداد میں بہت مشہور ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ عقیل نے
فرمایا: ان کا شہرہ تو زمین سے زیادہ آسمان میں ہے۔ شیخ ابو یوسف مغربی جو مغرب کے
بہت ممتاز شیخ ہیں، ان کے بعض رفقاء نے ذکر کیا کہ ہم لوگ بغداد جا رہے ہیں، حضرت

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ عقیل کے سامنے ذکر کیا: حضرت شیخ
عبد القادر جیسے نجی کا نام بغداد میں بہت مشہور ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ عقیل نے
فرمایا: ان کا شہرہ تو زمین سے زیادہ آسمان میں ہے۔ شیخ ابو یوسف مغربی جو مغرب کے
بہت ممتاز شیخ ہیں، ان کے بعض رفقاء نے ذکر کیا کہ ہم لوگ بغداد جا رہے ہیں، حضرت

پوشی کروں گا۔
حضرت شیخ عمران سے منقول ہے کہ میں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا: اگر کوئی شخص حضرت کا میرے نہ ہو اور اس نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا ہو اور آپ کا فرقہ خلافت نہ پہنچا ہو، آیا سے حضرت کے اصحاب اور نیا ز مندوں میں شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ حضرت غوث پاک نے فرمایا: جو شخص خود کو مجھ سے منسوب کرے گا اسے حق تعالیٰ قبول فرمائے گا اور اس کے گناہ عاقب فرمائے گا۔ وہ میرے اصحاب میں سے ہے۔

حضرت شیخ عمر بزار سے منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم نے ارشاد فرمایا: حسین منصور صلاح سے لغزش ہوئی۔ ان کے زمانے میں کوئی نہ تھا جو ان کی دشگیری کرتا۔ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو ضروری دشگیری کرتا۔ جو شخص میرا میرے ہوگا اور اس کے قدم ہمیں گتے تو میں قیامت تک اس کی دشگیری کروں گا۔

بشارت ہوا ہے جس کے جہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جس کے امام مجتہد صاحب ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور جس کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ نہایت خوش حال ہے وہ سعادت مند اور نیک بہت سے یہ سعادت عقلی نصیب ہوا اور اس نے ان بارگاہوں میں نسبت ارادت و بندگی و درست کر رکھی ہو۔ یہ کترین [سید مصعب الحق] بھی اس درگاہ کا دائمی غلام اور نیا ز مند ہے۔ امید ہے کہ حضرت جید و دیگر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ کرم سے دنیا اور آخرت میں نجات پا جائے گا اور درگاہ والا چاہے کہ منسوبین میں شمار ہوگا۔

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو مسلمان میرے مدرسے کے پاس سے گذر جائے، اتنا کبہ کہ خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن فرمایا: جس نے مجھے ایک بار دیکھا ہے، اس سے قبر اور قیامت کا عذاب ہلکا کر دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی ہمدان سے حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔

انہوں نے مجھ سے کہا: قبر میں مجھ پر عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں جاؤ اور دعا کی گذراؤں کرو۔ آپ نے فرمایا: وہ کسی وقت میرے مدرسے کے پاس سے گذرے ہیں؟ جو ان نے کہا: ہاں! حضرت خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن وہ آدمی پھر آیا اور عرض کی: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا کہ خوش و خرم ہیں اور بزرگ کی خلعت پہن رکھی ہے۔ کہہ رہے تھے کہ عذاب مجھ سے اٹھایا گیا اور یہ خلعت حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کی دعا کی برکت سے مجھے ملی ہے۔ تم پر لازم ہے کہ ہمیشہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو۔ نہایت سعادت مند ہے وہ نگاہ جس نے حضرت غوث پاک کے جمال جہاں آرا کی زیارت کی اور دولت مند ہے وہ کان جس نے آپ کی مبارک آواز سنی اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو آپ کے مدرسے کے پاس سے گذرا۔

شیخ علی بن یقین کہتے ہیں: میں نے کسی طیفہ اور جماعت کو شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طیفہ اور جماعت سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا اور کوئی اس دن دن سے زیادہ بابرکت نہ دیکھا جب میں آپ کے جمال آرا چہرے کی زیارت کرتا ہوں۔ ایک مہینہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر کی زیارت کے بعد یقین کر لیا کہ میں روئے زمین کی سب سے بہترین مخلوق کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ شیخ عمر مرزوق کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر ہمارے شیخ و امام اور سردار ہیں۔ اس زمانے میں جو بھی راہ الہی میں قدم رکھتا ہے اور اسے بارگاہ الہی سے حال و مقام عطا ہوتا ہے ان سب کے امام شیخ عبدالقادر ہیں۔ حق تعالیٰ نے اولیائے وقت سے وعدہ لیا ہے کہ شیخ عبدالقادر کی خدمت کو قبول کریں۔ بارگاہ رسالت سے جو فیض بھی اصحاب بلکہ سارے اولیاء اللہ کو پہنچتا ہے، ان سب کی اطلاع حضرت غوث اعظم کو رہتی ہے لیکن کسی کو حضرت شیخ کے واقعی مرتبے کی اطلاع نہیں ہے کہ آپ کس بلند مقام پر فائز ہیں۔ راہ طریقت میں سوائے خدا و رسول جمل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کسی کے متقاضی نہیں اور کسی کو آپ سے کوئی مناسبت نہیں۔ حضرت غوث اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں چاہتا ہوں کہ صحرا میں جا کر اکیلا رہوں لیکن حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی منتفعت مجھ سے وابستہ کر رکھی ہے۔ اب تک لاکھوں لوگ میرے ہاتھ پر تڑپ کر چکے ہیں۔

حضرت شیخ ابو یوسف بھی کہتے ہیں کہ ایک دن میں بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب صحرا واپس ہونے کا ارادہ کیا تو دستور کے مطابق حضرت سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: کسی کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔ اپنی مبارک انگلی میرے منہ میں ڈالی اور فرمایا: اسے چوس لو۔ آپ نے دوبارہ ایسا ہی فرمایا۔ چنانچہ میں نے ویسا ہی کیا۔ بغداد سے لے کر مصر تک راستے میں کھانے پینے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور رزق بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ ابو یوسف اسماعیل سے منقول ہے کہ جس وقت شیخ علی بن یقین بیمار ہوئے تو حضرت غوث اعظم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس جگہ کھجور کے دودھ سے سوکھے پڑے تھے اور چار سال سے بالکل بچل نہیں دیا تھا۔ حضرت غوث اعظم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے، وہ فوراً سرسبز و شاداب اور بچل رہ گیا۔

منقول ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی حاملہ ہے اور بچے کی آرزو ہے۔ آپ نے فرمایا: بیٹا تولد ہوگا۔ جب اس کے گھر ولادت ہوئی تو بیٹی پیدا ہوئی۔ وہ اسے لے کر بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوا کہ حضور یہ بیٹی پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا: گھر جاؤ اور اسے پھر دیکھو کیا بنتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو اسی وقت وہ بڑی لڑکا ہو گئی۔

حضرت شیخ ابو اسود سے منقول ہے کہ حضرت غوث ہمدانی فرماتے ہیں: چاند اور سورج اس وقت تک نہیں بگلتے جب تک مجھے سلام نہ کر لیں اور سال مہینہ ہفتہ اور دن حاضر ہو کر مجھے سلام پیش کرتے ہیں اور ان میں جو خیر و شرف مقدر ہوتا ہے،

اس کی مجھے خبر دیتے ہیں۔ شہنازادہ غوث اعظم حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہ فرماتے ہیں: ہر مہینہ تمہارے دروہ ہونے سے پہلے میرے سرے والد ماجد کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اگر اس میں جتنی اور چاہی مقدر ہوتی ہے تو کردہ صورت میں حاضر ہوتا ہے اور نعمت اور ثمرہ مقدر ہوتا ہے تو اچھی صورت میں حاضر ہوتا ہے۔

جبہ کا دن تھا اور ہمدانی الآخر ۵۶۰ھ کی پہلی تاریخ ۵۶۰ھ کی ایک جماعت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں موجود تھی کہ ایک خوبصورت جوان رضا حاضر ہوا، عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں رجب کا مہینہ ہوں۔ میں آپ کی خدمت سلام و تحیت پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، مجھ میں کوئی بڑی اور نیک مقدر نہیں ہے۔ اور واقعی اس ماہ رجب میں خیر اور بھلائی کے سوا کوئی نہ کچھ نہ دیکھا۔ جب کچھ رجب انوار کا دن آیا تو ایک کردہ صورت شخص حاضر ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں شعبان کا مہینہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں سلام و تحیت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ مجھ میں تباہیاں مقدر ہیں۔ بغداد میں کثرت سے لوٹ واقع ہوئی۔ حجاز میں کرانی اور بیگانگی رہے گی اور خراسان میں قتل و عمارت گری اور کشت و خون ہوگا۔ چنانچہ جب وہ شعبان کا مہینہ آیا تو اس نے جہاں جس جگہ کی خبر دی تھی، وہی واقع ہوئی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان میں چند دن بیمار رہے۔ سنبھل کر کھانا کھا۔ دو سو شعبان کی رات تھی۔ مشائخ کا ایک طیفہ حاضر خدمت تھا جسے حضرت شیخ علی بن یقین اور شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہ ایک شخص مکمل وقار اور حکمت کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! رمضان کا مہینہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں سلام و تحیت پیش کرتا ہوں اور بہت معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس غلطی دنیا میں میری آپ کے ساتھ آخری ملاقات ہے۔ میں آپ کو الوداع کہتا ہوں پھر لوٹ گیا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگلے سال رجب الآخر کے مہینے میں رحمت حق سے جا ملے۔ پھر آپ کو رمضان شریف میں سر نہ آیا۔

مقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک شیخی شب بعد نماز عشا ۸ یا ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو ہوا۔ بعض لوگ تاریخ وصال ۱۱ ربیع الآخر کہتے ہیں اور ایک روایت ۷ ربیع الآخر کی بھی ہے۔ لیکن صحیح قول ۹ ربیع الآخر ہے۔ حضرت کی عمر شریف پچھلے قول کے مطابق نوے سال سات مہینے نو دن ہے۔ دوسری روایت کے مطابق نو اسی سال سات مہینے نو دن ہوتی ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مبارک ہندوستان میں ۱۱ تاریخ کو مشفقہ ہوتا ہے اور بعض لوگ ۷ تاریخ کو مناتے ہیں [۳]

کہتے ہیں کہ وصال کے دن سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبزادگان کو بلا کر صبح فرمایا، علیک بقوی الذواغۃ تم برفلندہ سے رہنا اور اس کی اطاعت لازم ہے، جو تم اس کی رضا کے لیے ہو لا تحف احد لو لم یبع اللہ کے جاؤ کسی سے نہ ڈرو، تم اس کے جاؤ کسی سے امید رکھو، کل الحوائج لی اللہ کلہا وعلوہ منہ۔ ساری ضرورتیں اور حاجتیں اللہ کے پروردگار ہی سے اپنی حاجتیں طلب کرو لا تقبلوا حق اللہ اللہ کے سوا کسی پر حاجت مت کرو۔ وقلو خذ خذو حید وعلیہ اجماع لکل۔ تو جیکو کل امور سے لازم پکڑ لو اس کی سخت تاکید ہے۔ سارے مشائخ اور ممالک کا توجید کو شریفی سے تقاضے رہتے پرا تفاق ہے۔

اس کے بعد اپنے شہزادگان کو جو آپ کے ارد گرد حاضر تھے فرمایا: اشمو، جگہ دو، ان کا ادب بجا لادو کہ اللہ کی عظیم رحمتیں غار ہو رہی ہیں۔ ان کا خیال کرو۔ کبھی فرماتے: علیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ ایک شانہ روزیہ رکھتے بہت فرماتے: انالابالی ہنسی ولا یملک الموت۔ مجھے کسی چیز کی پروا نہیں، نہ ملک الموت کی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس شہر بغداد کے اسی مدرس باب الاذن میں واقع ہے جسے حضرت شیخ ابو سعید خدری قدس سرہ نے اپنی حیات میں ہی آپ کو خطا فرمایا تھا۔ آپ کی قبر اہلبر کو اللہ تعالیٰ نے بہت بابرکت رکھا ہے۔ چنانچہ جن تعالیٰ نے آپ کو حیات ظاہری میں بھی ساری کائنات پر تصرف کا حق دے

رکھا تھا اور رحلت کے بعد بھی اپنی قبر اطہر سے آپ باذن اللہ سارے عالم میں تصرف فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام عبداللہ باقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شیخ صاحب ولایت ہو، وہ بغداد مقدس میں داخل ہو اور محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر گیلانی رحمت اللہ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت نہ کرے، اس کی ولایت سلب ہو جاتی ہے۔

شہزادگان غوث اعظم حضرت شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق سے منقول ہے کہ ایک دن والد بزرگوار مدرسہ باب الاذن میں دودھ پی رہے تھے۔ اچانک دودھ پینا چھوڑ کر قائب ہو گئے اور دیر تک غائب رہے۔ اس کے بعد حاضر ہو کر فرمایا: میرے دل پر علم لدنی کے ستر روازے کھل گئے جس میں سے ہر روازے کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے۔ ایک دن فرمایا: مشرق و مغرب، سمندر اور شہد کی کبھی تک نے مجھے تسلیم کر لیا۔ ایسا کوئی ولی نہیں ہے جس سے اس وقت میری قلبیت تسلیم کی ہو۔

شیخ عمر بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے مدد چاہی، میں اس کی مصیبت کو دور کروں گا اور جس نے کسی شدت اور پریشانی کے وقت مجھے میرے نام سے پکارا، میں اسے اس شدت سے نجات دلاؤں گا۔

شیخ صریحی اور شیخ ابو محمد عیاضی نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ۳۳۰ ہجری قمریہ کے دن میں حضرت غوث اعظم کے مدرسہ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت غوث اعظم نے اٹھ کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک بلند اور صیبت ناک نعرہ لگایا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو جو قدم مبارک میں تھی، ہوا میں اچھال دیا اور وہ لگا ہوں سے غائب ہوئی۔ اس کے بعد دوسری کھڑاؤں بھی ہوا میں اچھال دی اور وہ بھی نظروں سے غائب ہوئی۔ اس کے بعد آپ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ کسی کی مجال تھی کہ آپ سے اس بارے میں کچھ دریافت کرے۔ کبھی دن کے بعد بلا دہم سے ایک قافلہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو اپنے ساتھ

ایک من ریشم، ازخر کے پڑے، کچھ زرد جوہر اور حضور غوث پاک کی عین مبارک لے کر آئے تھے۔ یہ سب انہوں نے حضور غوث پاک کی خدمت میں نذر کئے۔ حضرت غوث اعظم نے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ عین کہاں ملیں؟ انہوں نے بتایا کہ منگل کا دن تھا، مہر کا مہینہ۔ ہم لوگ راستے میں تھے۔ اچانک ڈاکو آگئے اور قافلہ کو لوٹنے لگے اور بعض لوگوں کو قتل کر دیا۔ سارا مال لے کر وہ ایک وادی میں اتر گئے اور مال تقسیم کرنے لگے۔ ہم نے کہا: ہم اس مصیبت کے وقت میں حضرت شیخ عبدالقادر کو یاد کرتے ہیں۔ جیسے ہی ہم نے حضرت شیخ کو پکارا، اسی وقت ہم نے دو ہاتھ دیا اور نعرے سے جس نے اس پوری وادی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ہم نے دیکھا کہ ڈاکو سخت پریشان اور مضطرب ہو گئے پھر عاجز و درماندہ ہو کر ہمارے پاس آئے۔ ہم نے سمجھا کہ بڑوں کے دوسرے گروہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ پھر انہوں نے ہم سے کہا: آؤ اور اپنا مال لے لو۔ دیکھو ہم پر کیا مصیبت ٹوٹی ہے ہم گئے اور دیکھا کہ ان کے دوسرے گروہ سے پڑے ہیں اور یہ عین ان کے پاس پڑی ہوئی ہے۔ کبھی انہوں نے ہمارا مال واپس کر دیا اور کہنے لگے یہ ایک عظیم واقعہ ہے۔

مقول ہے کہ ایک شخص حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میری ایک بیوی ہے جس کو مرگی کی بیماری ہے۔ سارے جاوہر اور محتاج اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ حضرت قطب ربانی غوث صمدانی نے فرمایا: اگر اسے پھر مرگی کا دورہ آئے تو اس کے کان میں کہہ دینا: اے حانث! شیخ عبدالقادر بغداد میں تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم دوبارہ نہ آنا ورنہ تجھے ہلاک کر دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے عمل کیا۔ اس کی بیوی پر پھر بھی مرگی کا دورہ نہ پڑا۔ حضرت امام باقی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد چالیس سال تک حضرت شیخ عبدالقادر کی حیات مبارک میں بغداد میں کسی کو مرگی کا عارضہ نہ ہوا۔ حضرت کے وصال کے بعد لوگوں کو مرگی کے دور سے پڑتے تھے۔ ایک دن ایک بڑھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

میں حاضر ہوئی۔ اسے بے کو بھی مانتا لائی تھی۔ بوڑھی عورت کہنے لگی کہ میرا بیٹا حضرت والا سے کافی گھر لگتی تعلق رکھتا ہے۔ اس کے سلسلے میں خدا کے واسطے اپنے حق سے دست بردار ہوئی ہوں۔ حضرت نے اسے قبول کر کے ریاضت و عبادت میں مشغول کر دیا۔ چند دن کے بعد وہ بوڑھا ہوا ہے۔ بیٹے کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہ جوگی روٹی کھا رہا ہے اور کم کھانے اور شب بیداری کی وجہ سے بہت دبا اور کمزور ہو گیا ہے۔ وہاں سے اٹھ کر حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ دیکھا کہ وہاں ایک طبیب بڑا ہے۔ اس میں مرغ کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں جسے حضرت نے تناول فرمایا تھا۔ بڑھیا نے حضرت سے عرض کیا: خوب! آپ تو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہیں اور میرا بیٹا جوگی روٹی کھا رہا ہے؟ حضرت غوث اعظم نے ان ہڈیوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: موسیٰ باذن اللہ یحییٰ العظام وہی زمیم۔ تو اس اللہ کے حکم سے زندہ ہو جائو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے۔ وہ مرغ بانک دیتے ہوئے زندہ ہو گیا۔ حضرت غوث اعظم نے اس بڑھیا سے فرمایا: تیرا بیٹا جس وقت اس مقام پر پہنچ جائے گا، جو چاہے گا کھائے گا۔

جاننا چاہیے کہ آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، بیوشوئے حقیقت، مشفقانہ معرفت، محبوب سبحانی، قطب ربانی کا مرتبہ تخریر و تقریر کی وسعت سے سوا ہے۔ مجھ فقیر جیسے ہزار آپ کے مراب بیان کرنے سے عاجز رہیں گے۔ یہاں جو کچھ تحریر ہوا، وہ ہزار میں سے ایک اور بے شمار میں سے تھوڑا ہے۔ حضرت والا کا کمال رتبہ جاننے کے لیے بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ آپ اس جماعت کے سردار ہیں جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

حضرت شیخ جمال الحارثی بن ابی محمد بن عبداللہ بصری سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت میر خدیوہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو میں عرض کی کہ ابلیس نے حق کا کوئی عجیب واقعہ بیان کیجئے جو آپ کے ساتھ گزرا ہو۔ حضرت خضر نے فرمایا: ایک مرتبہ میں سمندر کے کنارہ موجود تھا اور بحر محیط [Atlantic Ocean] سے لگاؤ

رہا تھا۔ وہاں آدمیوں کی کوئی گزرگاہ نہیں تھی۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھیل اڑھ کر سو رہا ہے۔ مجھے یہ خیال گذرا کہ خدا کا کوئی ولی ہے۔ میں نے اس سے کہا: اے بندۂ خدا! اللہ اور خدا کی عبادت کر۔ اس نے کہا: اے ابو العباس! ہم دونوں کو اپنے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔ میں نے کہا: حتم نے مجھے کیسے پہچانا؟ اس کے بعد اس شخص نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا: آپ بتائیں میں کون ہوں؟ جب میں نے اپنے رب سے مناجات کی کہا: اے رب! میں باقی سارے اولیائے کرام کو تو پہچانتا ہوں لیکن تیرے اس بندے کو نہیں پہچانتا۔ میں نے ایک آواز سنی: اے ابو العباس! توفیق اولیا ہے۔ جو لوگ مجھے دوست رکھتے ہیں تو انہیں پہچانتا ہے۔ لیکن یہ شیخ اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے جسے میں دوست رکھتا ہوں۔ اس شخص نے میری طرف رخ کر کے کہا: ابو العباس! آپ نے سنا۔ میں نے کہا: اے شخص! میرے حق میں دعا کر۔ اس نے کہا: میں آپ سے دعا کا خواستگار ہوں۔ میں نے کہا: آپ کو دعا کرنی ہی ہوگی۔ اس نے دعا کی تو فسک نصیب نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی عنایات کا واہرہ عطا فرمائے۔ میں نے کہا: اور دعا کرو۔ پھر وہ شخص فرار میری نگاہ سے غائب ہو گیا جبکہ کسی ولی کے لیے ممکن نہیں ہے کہ میری نگاہ سے غائب ہو جائے۔ پھر اس جگہ سے گئے جہاں ایک بہت ہی بلند و بالا ریت کے ٹیلے پر ایک روشنی دیکھی جو جگہ جگہ کو خیرہ کر رہی تھی۔ وہاں دیکھا کہ ایک عورت کھل اڑھ کر سو رہی ہے بالکل اسی مرد بالا پیش کی طرح، میں نے اسے یکبارگی بیدار کرنا چاہا تو ایک آواز آئی: ایسے لوگوں کے ساتھ مؤہب رہو جنہیں میں دوست رکھتا ہوں۔ پس میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا، یہاں تک کہ وہ خاتون بیدار ہوئی۔ بیدار ہوتے ہی اس نے پڑھا: الحمد للہ الذی احسانا بعد ما امننا والیہ النشور۔ محمد ہے اس اللہ رب العزت کے لیے جس نے مجھے عارضی موت [نیند] کے بعد حقیقی زندگی عطا فرمائی اور اسی کی جانب دو بارہ زندہ ہو کر جانا۔ الحمد للہ الذی الشانی بربک او حشینی خلقک۔ محمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے گناہوں سے بچائے۔ ہوتے میری تربیت لڑائی اور مخلوق سے بے نیاز

رکھا۔ اس کے بعد اس خاتون نے مجھ سے کہا: اے ابو العباس! اگر تم نے اسے پہلے ادب ٹھوکار کھینچے تو بہتر ہوتا۔ میں نے کہا: جس میں خدا کی قسم تو اس مرد بالا پیش کی اہلیہ معلوم ہوئی ہو۔ اس نے کہا: ہاں! یہاں ایک ابدال عورت کا انتقال ہو گیا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کی تجھ پر عین کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ جب میں اسے غسل اور کفن دے کر فارغ ہوئی تو اسے آسمان پر اٹھالے گئے۔ حضرت خضر فرماتے ہیں: میں نے اس سے کہا: میرے حق میں دعا کرو۔ اس نے کہا: اے ابو العباس! میں آپ سے دعا کی خواہشگار ہوں۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہی ہوگی۔ اس نے کہا: فسک اللہ نصیبک منہ۔ میں نے کہا: اور دعا کرو اس نے کہا: اگر میں نظر سے اوجھل ہو جاؤں تو آپ مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر فرمائیں نے اس کو دیکھا تو وہ موجود نہ تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا: اس گروہ انبیا علیہ السلام کی کوئی سردار بھی ہوتا ہے، جن سے یہ رجوع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: ہمارے زمانے میں ان کا سردار کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس زمانے میں ان کے شیخ اور امیر حضرت شیخ عبد القادر ہیں۔ آپ انہیں افراد میں سے ہیں۔ اس طبقے کے بارے میں اس فقیر کا شبہ الحرف نے یہ شعر عرض کیا ہے۔

اے خوش آن کس کہ یار عشق اوست
عاشق یار خوشی جملہ جہاں است
کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص کہ خود محبوب اس کا عاشق ہو جائے۔ اپنے محبوب کی عاشقی کو ساری کائنات ہے۔ یہ مرتبہ محبوبیت سارے مرتبے سے بالاتر ہے۔ صاحب فتوحات لکھتے ہیں کہ افراد اولیا کی وہ جماعت ہے جو قلب کے واہرے سے باہر ہوتے ہیں۔ ایسے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فریبت کے طبقے میں تھے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ احوال و کرامات جو تحریر کئے گئے، وہ ہزاروں میں ایک اور بے شمار ہیں۔ حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ نے کلمات الہاس میں حضرت امام عبد اللہ یا علی علیہ الرحمہ کی تاریخ سے نقل

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات بے حد اور بے شمار ہیں۔ بزرگ آمد نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ حضرت غوث اعظم کی کرامات حد تو اتنی کھینچی ہوئی ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق و اجراع ہے کہ جتنی کراماتیں حضرت غوث اعظم سے صادر ہوئی ہیں، اتنی دوسرے مشائخ سے ظاہر نہ ہوں گی۔ اگر حضرت کی حیات مبارکہ اور بعد وصال ہونے والی کرامتوں کو کچھ کیا جائے تو ایک ضخیم ترین دفتر تیار ہو جائے گا۔ اس وجہ سے یہاں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بھی خوارق عادات اور کرامات صادر ہوئیں، وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عجزہ ہیں۔ یہ بھی حضور غوث پاک کی برکت ہے کہ حضرت ملا عبد الرحمن جامی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے۔

از ولی غایتی کہ سموع است
عجزہ آن نبی متبوع است
ولی کی کی ہر کرامت، اس آقا سے وہ جہاں، نبی کو میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عجزہ ہے۔

کئے۔ سارے علوم ظاہری و باطنی پر آپ کو کھل و سزاس تھی۔ حضور غوث پاک کے در سے میں آپ سے دعا فرماتے اور خلق خدا آپ کے فیض صحبت سے بہرہ مند ہوتی۔ حضرت شیخ عبد الوہاب قدس سرہ سے منقول ہے فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے بلا دہم کا سفر کیا اور بہت سارے علوم و فنون حکمت حاصل کر کے بغداد مقدس و اجناس آیا اور والد بزرگوار سے اجازت چاہی کہ آپ کی موجودگی میں، میں دعا کروں۔ حضرت نے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں نے سب سے پہلے رسول پر حاضر ہو کر مختلف علوم و فنون پر دعا کہا۔ کسی کسے دل میں اس دعا کا اثر نہ ہوا اور کسی کی آنکھیں اٹکیا رہیں۔ اہل محفل نے والد ماجد سے درخواست کی کہ حضرت دعا فرمائیں۔ میں منبر سے نیچے اتر آیا اور حضرت والا سب سے پہلے دعا فرمادے اور فرمایا: جماعت اور منبر بس ایک لمحے کی چیز ہے۔ صرف اسی کھیل کو سنتے ہی سامعین کی فریاد و فغان آوارہ و کا کا شور اٹھا۔ میں نے حضرت والد ماجد سے اس کا راز دریافت کیا تو فرمایا: تو خود اپنے آپ کو کھٹو کرتا ہے اور میں کسی اور کے کہنے سے بولتا ہوں۔

حضرت شیخ عبد الوہاب قدس سرہ کی ولادت ۵۱۲ھ میں ہوئی اور وصال ۶۰۳ھ (۱۲۰۳ھ) میں ہوا۔ [۳] مزار مبارک بغداد مقدس میں ہے۔ حضرت شیخ عبد الوہاب کے دو صاحبزادے تھے: شیخ ابوالمنصور، شیخ ابوالفتح سلیمان قدس سرہ۔ یہ دونوں حضرات عامل و کامل تھے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے شاہزادے شیخ شرف الدین عینی قدس سرہ ہیں۔ آپ کا لقب عبد الرحمن ہے۔ سارے علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ حضرت والد ماجد کے وصال کے بعد حدیث و فقہ کا درس دینے اور دعا فرماتے۔ حقائق و معارف پر مشتمل علم تصوف کی اہم ترین کتاب، کتاب الاسرار آپ ہی کی تصنیف ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب آپ ہی کی خاطر تصنیف فرمائی۔ حضرت شیخ شرف الدین عینی کا وصال ۵۷۳ھ میں ہوا۔ [۵]

حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس شاہزادے ہیں [۳]
ان میں سب سے بڑے شاہزادے حضرت سیف الدین عبد الوہاب قادری قدس سرہ ہیں۔ آپ نے ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل

کا مزار مبارک بھی بغداد شریف میں ہے۔
 حضرت شیخ محمد بن یحییٰ بن ابی حمزہ۔ دینور قرمینی کے نزدیک حنبلی کا ایک شہر ہے۔ آپ مشائخ عراق سے ہیں۔ ظاہری اور باطنی معاملات اور صدور کرامات میں پکا نہ آفاق تھے۔ آپ سید الطائف حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے کامل ترین مرید اور حضرت زونیم بغدادی اور حضرت ابو الحسن ثوری قدس سرہ کے ارشد دار تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ چالیس سال سے جنت اپنی لبتیں مجھ پر پیش کر کے مجھے مائل کر رہی ہے لیکن میں نے ایک نگاہ غلط انداز بھی اس پر نہیں ڈالی۔ آپ کا وصال ۲۸۹ھ میں ہوا۔ [۵]

حضرت شیخ احمد اسود۔ ثوری قدس سرہ کے والد ماجد کا نام ماجد کا اسم گرامی عطا ہے۔ آپ اکابر مشائخ سے ہیں اور حضرت شیخ محمد اسود ثوری کے مرید خاص ہیں، آپ کا وصال ۳۰۰ھ میں ہوا۔ [۶]

حضرت شیخ محمد عمویہ۔ قدس سرہ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا۔ اپنے زمانے کے حنبلی القدر مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد اسود ثوری قدس سرہ کے مرید تھے۔

حضرت شاہ رویم قدس سرہ۔ آپ کی کنیت ابو محمد، ابو بکر، ابو اسیمین اور ابو اسیمان بتائی گئی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام احمد بن یزید بن رویم ہے۔ آپ کا خاندان بغداد مقدس سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ زبردست بزرگ، فقیہ، عالم اور علوم ظاہر و باطن کے ماہر تھے۔ اپنے حاصل کردہ ظاہری اور باطنی علوم کو آپ چھپائے رکھتے تھے۔ آپ سید الطائف حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے مرید کامل اور

شاہ رویم شہید تھے۔ حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت رویم بغدادی خود کو حضرت جنید بغدادی کا شاگرد مانتے ہیں لیکن وہ حضرت جنید سے بہتر ہیں اور میں انہیں حضرت جنید سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔
 حضرت شیخ عبد اللہ خفیف قدس سرہ فرماتے ہیں: میری نگاہوں نے حضرت شاہ رویم جیسا کوئی ایسا بلند مرتبت بزرگ نہیں دیکھا جو ان کی طرح مسئلہ جوید کو بیان کرتا ہو۔ کہتے ہیں اخیر میں آپ نے خود کو دنیا داروں کے درمیان گم کر دیا تھا لیکن اس طرز حیات سے آپ مجھ نہیں ہونے۔ سید الطائف حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں: ہم فارغ مشغول ہیں اور رویم مشغول فارغ۔ حضرت شاہ رویم کا وصال ۳۰۳ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بغداد شریف کے محلہ شونیرہ میں ہے۔

حضرت شیخ عبد اللہ بن خفیف قدس سرہ کا اسم گرامی محمد ہے۔ آپ کا خاندان شیراز کے بادشاہوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ قلب وقت، اہل طریقت کے پیشوا اور ریاضت و عبادت میں بے مثل تھے۔ [۷] حضرت شاہ رویم بغدادی کے مرید تھے اور حضرت منصور علاج سے بھی فیض اٹھایا ہے۔ حضرت ابو اسیمین ماگی اور حضرت ابن ابو اسیمین وزاج کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ علم ظاہری اور باطنی میں کامل اور شافی اللہ جب تھے۔ جن تصوف میں آپ کی بہت ساری تصانیف ہیں۔ سلسلہ خفیف آپ ہی سے منسوب ہے۔ حضرت شیخ عبد اللہ کا طرز طریقت، غیب و حضور ہے۔ آپ کا وصال ۳۰۲ھ میں ہوا [۸] مزار مبارک شیراز میں ہے۔

حضرت شیخ ابو العباس نہاد بنی قدس سرہ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن فضل ہے۔ آپ کا خاندان نہاد بنی سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت خالدی کے شاگرد اور شیخ عبد اللہ خفیف کے مرید ہیں۔ حضرت شیخ ابو العباس قدس سرہ فرماتے ہیں: جو لوگ ہاہست ہیں، اگر ان کا باپ یا ہاتھ انہیں مشغول رکھے تو وہ داہمیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کو لٹکتے دیتے

ہیں۔ آپ کا وصال ۳۷۰ھ میں ہوا [۹]
 حضرت شیخ آشی زنجانی قدس سرہ، حضرت شیخ ابو العباس نہاد بنی قدس سرہ کے مرید اور اپنے وقت کے اکابر مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ آپ کا وصال رجب کی چاندنرات میں ۳۷۰ھ کے دن ۳۷۷ھ میں ہوا۔ [۱۰]

حضرت شیخ وجیہ الدین قدس سرہ کا اسم گرامی عمر اور کنیت ابو حفص ہے اور لقب وجیہ الدین۔ آپ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی قدس سرہ کے چچا ہیں۔ اہل مشائخ سے ہیں اور بڑے صاحب کشف و کرامات۔ آپ کی نسبت ارادت و طرف سے ہے اور دونوں جانب سے آپ سید الطائف حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کے مرید ہیں۔ آپ کے مریدوں میں آتے ہیں۔ ایک سلسلہ تو یوں ہے: آپ حضرت شیخ احمد عمویہ بن عبد اللہ کے مرید ہیں وہ حضرت شیخ احمد دینوری کے اور وہ شیخ محمد اسود دینوری کے اور وہ سید الطائف حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے مرید ہیں۔ دوسرا سلسلہ یوں ہے: آپ شیخ آشی زنجانی کے مرید ہیں، وہ حضرت شیخ ابو العباس نہاد بنی کے اور وہ حضرت شیخ احمد عمویہ بن عبد اللہ بن خفیف کے اور وہ حضرت شیخ محمد رویم بغدادی کے اور وہ سید الطائف حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کے مرید ہیں۔ حضرت شیخ وجیہ الدین کا وصال ہجرت کے دن ۲۲ رجب ۳۶۰ھ میں ہوا۔ [۱۱] مزار اقدس بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی قدس سرہ کا اسم گرامی عبد القادر اور لقب ضیاء الدین ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا سلسلہ ارادت و وجہت سے ہے۔ پہلا سلسلہ

طریقت یوں ہے: آپ شیخ احمد غزالی کے مرید ہیں، وہ شیخ ابو بکر مناج کے، وہ شیخ ابو القاسم گرگانی کے، وہ شیخ ابو الحسن غرقانی کے، وہ حضرت بایزید بطلانی کے مرید ہیں۔ دوسرا سلسلہ طریقت یوں ہے: آپ اپنے چچا شیخ وجیہ الدین کے مرید ہیں جن کا نام پھر سہروردی میں آتا ہے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی قدس سرہ سے علم میں کامل تھے۔ آپ سے بہت تصانیف یادگار ہیں۔ آپ حضرت عوث اعظم قلب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرف صحبت سے بھی سرفراز ہیں۔
 منقول ہے کہ آپ ایک دن بغداد سے گذر رہے تھے۔ ایک قصاب کی دکان کے پاس سے گذرے۔ دیکھا کہ ایک بکری لٹی ہوئی ہے۔ آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: یہ بکری کہہ رہی ہے کہ میں نہ مردہ ہوں، نہ بیٹھے ذبح کیا گیا ہے۔ قصاب بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو اس نے شیخ سہروردی کی نصیحت آئینہ بات کا اقرار کیا اور اپنی ظالمانہ حرکت سے توبہ کر لی۔ فقیر کاتب الحروف کے دل میں اس کی حکمت یہ سمجھ میں آئی کہ اس جگہ حضرت شیخ کے لیے اظہار کرامت ضروری تھا۔ اس میں دو حکمت تھی۔ ایک یہ کہ اس صورت میں غیر حلالی گوشت کو مسلمان کھاتے، دوسری یہ کہ اس وقت قصاب توبہ کی توفیق ملنے کا وقت آچکا تھا۔ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا وصال شیخ کی رات ۱۲ ربیع الاول ۵۶۳ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ
 حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی کنیت ابو حفص، لقب شیخ ایشیوخ اور اسم گرامی عمر ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: شیخ عمر بن محمد بکری۔ سہروردی بن عبد اللہ بن شیخ ابو سعید بن شیخ حسین بن قاسم بن نصر بن قاسم بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ اربعین۔ حضرت شیخ سہروردی کا

سلسلہ نسب تیرہ واسطوں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ شیخ الشیوخ، قلب و وقت، نوح زماں، عالم و عامل، فاضل و کامل اور جوش و اعصر تھے۔ فقہ میں مذہب امام شافعی کے مقلد تھے۔ آپ کے سلسلے کی خصوصیت شریعت مصطفوی اور سنت نبوی کی مکمل پیروی ہے۔ متاخرین مشائخ میں بغداد میں آپ کی سب سے زیادہ شہرت تھی۔ آپ اپنے چچا حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی قدس سرہ کے مرید تھے۔ حضور نوح پاک قلب ربانی، نوح اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ پایا اور آپ کی خدمت بابرکت میں رہ کر بے شمار فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ کے زمانے میں بغداد کے عوام و خواص آپ کے دامان کرام سے ہی وابستہ ہوئے اور بیت و ارادت کا شرف حاصل کرتے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے خود فرمایا: میں علم کلام کے حاصل کرنے میں مشغول تھا اور اس فن کی کئی کتابیں یاد کر لی تھیں۔ میرے چچا حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اس فن کے سیکھنے سے مجھے روکتے تھے۔ ایک دن میرے چچا، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ادب سے اس بزرگ انسان کی خدمت میں حاضر ہونا جن کا دل الہی بھلائیوں دیکھتا ہے اور اس کے دیدار کی برکتوں سے سرفراز ہے۔ جب ہم لوگ حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضرت شیخ ابو نجیب نے ذکر کیا کہ یاسیدی ایہ میرا بھتیجا ہے جو علم کلام کی تحصیل میں لگا رہتا ہے۔ اسے میں نے بہت منع کیا لیکن یہ بلا نہیں آتا۔ حضرت نوح العظیم نے فرمایا: اے عمر! تم نے علم کلام کی کون سی کتاب یاد کی ہے؟ میں نے عرض کیا: لیلان کتاب۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر بھیرا۔ پھر ۱۱ کتاب کا ایک نقطہ بھی مجھے یاد نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے مسائل میرے دل سے بھلا دیے اور میرا علم لدنی سے لبریز فرمادیا۔ پھر حضرت نوح اعظم نے فرمایا: اے عمر! تمہیں بے مثال شہرت نصیب ہوگی۔ حضرت شیخ الشیوخ

شہاب الدین سہروردی قدس سرہ ہمیشہ فرمایا کرتے: مجھے جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں کی برکت ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے مرید خاص حضرت شیخ نجم الدین قدس سرہ سے منقول ہے۔ شیخ نجم الدین فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر چلنے کے لیے خلوت نشین ہوا تو چالیسویں دن خواب میں کیا دیکھا ہوں کہ حضرت شیخ شہاب الدین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بلند پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک جواہرات کا ذخیرہ ہے۔ بے شمار مخلوق خدا پہاڑ کے دامن میں اکٹھا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین لوگوں پر جواہرات لٹا رہے ہیں اور لوگ جن رہے ہیں۔ کبھی جواہرات کم ہو جاتے ہیں، کبھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کے سامنے جواہرات کا ایک خیمہ لگا ہوا ہے۔ چلے پورا کر کے جب میں خلوت کدے سے باہر نکلا تو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں اس خواب کے بارے میں حضرت سے کچھ بیان کرتا، حضرت نے خود فرمایا: جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا، وہ سچ ہے۔ یہ اور اس جیسی بے شمار باتیں یعنی حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انفاس کریمہ کی برکتیں ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی ولادت مبارک ۵۳۹ھ میں ہوئی اور وصال ۶۳۳ھ میں ہوا۔ مزار اقدس شہر بغداد کے اندر ہے۔



حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی کنیت ابو محمد اور ابو البرکات ہے۔ آپ کے والد ماجد کام گرامی و جید الدین بن کمال الدین علی شاہ قرظی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت اسد قرظی تک پہنچتا ہے۔ مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو اسے ۱۲۱

آپ کا خاندان اب تک ملتان میں موجود ہے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ علوم ظاہر و باطن، عقد و حدیث، اصول و فروع میں کامل عالم، قلب و زمانہ، نوح و وقت، شیخ الاسلام، پیکار روزگار اور فقہ حنفی کے مقلد تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے کامل ترین مرید، جلیل الشان خلیفہ اور جانشین تھے۔ روشن کشف، غالب کرامات اور نمایاں خوارق عادات کے مالک تھے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ سفر حج سے واپس ہوئے اور بغداد پہنچے تو حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ آپ کے فرقہ سپینے کی تقریب یوں ہوئی کہ آپ حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد منتظر تھے کہ حضرت اپنی خلافت اور فرقہ سے کب نوازتے ہیں۔ ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ سرور کائنات، مقرر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گھر میں تشریف رکھتے ہیں اور حضرت شیخ الشیوخ خدمت اقدس میں سر و قد کھڑے ہیں۔ وہاں ایک کتاب لکھی ہوئی ہے اور چند فرقہ اس کتاب پر لکھے ہوئے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا تو حضرت شیخ الشیوخ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور کے قدموں میں جھکا دیا، میں نے حضور کی قدمی کا شرف حاصل کیا پھر حضور نے ان مجھے ہونے خرقت کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: عمر! اس خرقت کو بہاء الدین کو پہنچاؤ۔ حضرت شیخ الشیوخ نے ویسا ہی کیا۔ صبح ہوئی تو شیخ الشیوخ نے مجھے حجرے کے اندر بلایا۔ جب میں اندر پہنچا تو وہی گھر تھا اور وہی فرقہ کتاب پر آویزاں دیکھا۔ شیخ الشیوخ نے خرقت، جس کی جانب حضور رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا، مجھے پہنچایا۔ پھر فرمایا بہاء الدین! جانتے ہو یہ کون سا فرقہ ہے؟ یہ وہی رات والا حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ فرقہ ہے۔ میں صرف درمیان میں ایک واسطہ ہوں۔ میں یہ خرقت بے اجازت کسی کو نہیں دے سکتا۔ پھر آپ شیخ الشیوخ سے رخصت ہو کر ملتان تشریف لائے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ نے طالبان خدا کے ارشاد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ کثیر خلق خدا آپ

کے قدم و سینت فریاد کی برکت سے ہدایت یاب ہوئی اور اس دیار کے تمام لوگ آپ کے مرید و معتقد ہو گئے۔ آج بھی ملتان کے بیشتر لوگ آپ ہی کے سلسلے میں مرید ہیں۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی کرامات اور خوارق عادات بے حد و بے شمار ہیں۔ حضرت کی ولادت مبارک ۵۲۶ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک ۱۰۳ سال وصال شریف ۶۲۹ھ میں ہوا۔ ۶۷۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک شہر ملتان کے حصار قدیم میں ہے۔



حضرت شیخ صدر الدین عارف بن بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ آپ کی کنیت ابو الفنا تم ہے۔ آپ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے فرزند رشید مرید کامل، خلیفہ اور جانشین ہیں۔ والد بزرگوار کی خانقاہ ملتان میں آپ نے والد کے بعد اٹھارہ سال رشد و ہدایت، طالبین خدا اور مریدین کی اصلاح و تربیت کی مخلص بنا رکھی۔ آپ کی کرامتیں اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ آپ کا وصال جمعہ یاسر کے دن ۱۲۳ ذی الحجہ ۶۸۳ھ میں ہوا۔ ۱۳ مزار اقدس اپنے والد ماجد کے مزار مبارک کے قریب ملتان میں ہے۔



حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ کی کنیت ابو الفنا اور لقب افضل اللہ ہے۔ اپنے والد ماجد شیخ صدر الدین محمد بن شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ کے چالیسویں، مرید اور خلیفہ رشید تھے۔ اپنے والد ماجد کی نیابت میں چچا سال سجادہ نشین رہے اور طالبین خدا کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ماہر تھے۔ کشف و کرامات کے انبار میں بہت جلیل الشان اور عظیم المرتبہ تھے۔

منقول ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں حضرت شیخ رکن الدین اپنی والدہ کے اطمینان میں سات مہینے کے تھے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت شیخ رکن الدین کی والدہ کو تعجب ہوا کہ یہ تعظیم

[۱۰] مساکک السالکین میں ہے: آپ نے تاریخ فرہ رجب المرجب [رجب کی چاند رات] ۳۵۷ھ روز چہار شنبہ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار زہمان میں ہے۔ [۵۵۱/۲]

[۱۱] صاحب شیخ الاسلام اور صاحب مساکک السالکین کے بیان میں بہت واضح فرق ہے جسے ہم کتابت ہی کہا جاسکتا ہے۔ مرزا عبد الستار بیگ ہمسری لکھتے ہیں:

آپ نے ۳۰ رمضان المبارک ۵۶۶ھ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار بغداد میں ہے۔ تاریخ ازبکستان ص ۱۰۱

رفت چہار جہاں تخلص بریں شیخ عارف ولی وجیہ الدین سال تاریخ مجلس سرور گفت کاشف ولی وجیہ الدین [۵۶۶ھ]

[مساکک السالکین - ۵۵۳/۲]

[۱۲] نعمت الاسلام مقدم بہ الدین زکریا مکتبی قدس سرہ کے سلسلہ نسب اور تاریخ ولادت و وصال میں مورخین کا اختلاف ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ اسدی ہیں۔ سفینۃ الاولیاء، آئین اکبری میں سال ولادت ۵۶۵ھ درج ہے۔ تاریخ فرشتہ کے مولف ۵۷۸ھ کو آپ کا سال ولادت ٹھہراتے ہیں۔ حضرت مصنف سید مبین الحق جیو سوسی قدس سرہ اور صاحب مساکک السالکین نے سال ولادت ۵۶۶ھ درج کیا ہے۔ مساککین السالکین میں مقدم مکتبی کے سجادہ نشین خان بہادر مقدم حسن کی کتاب "انوار غوثیہ" کے حوالے سے آپ کا نسب نامہ یہ درج کیا ہے:

حضرت شاہ بہاء الدین زکریا بن مولانا شیخ وجیہ الدین مقلب یہ شیخ محمد غوث بن سلطان ابوبکر بن سلطان عیسیٰ بن سلطان علی قاضی بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن سلطان مطرف بن سلطان جنید بن امیر ہانزم بن امیر تاج الدین بن عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن امیر صبار بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ انوار غوثیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ یہی نسب نامہ قدیم زمانے سے ان کے خاندان میں چلا آ رہا ہے [مساکک السالکین، ۵۰۹/۲]

سید کا اسم محمود نے جدید اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں آپ کا نسب نامہ یہ درج کیا ہے:

ابو محمد بہاء الدین زکریا بن وجیہ الدین محمد بن کمال الدین شاہ علی قریشی بن سلطان محمد جلال الدین بن سلطان علی قاضی بن شمس الدین محمد کرزوی بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن حسین بن سلطان مطرف بن سلطان خزیمہ بن امیر ہاشم بن امیر تاج الدین بن امیر عبد الرحیم بن عبدالرحمن بن مبارک بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۱۰۱

مساکک السالکین کے بیان کے مطابق حضرت مقدم بہاء الدین زکریا اور حضرت عبدالمناف کے درمیان پندرہ واسطے ہیں اور اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے مطابق سترہ واسطے ہیں اور کئی اساتذہ گرامی بھی مختلف ہیں۔ صاحب مساکک السالکین نے حضرت کے دادا کا نام کمال الدین علی قریشی ہی قریشی طور پر ذکر کیا ہے۔

[۱۳] صاحب مساکک السالکین لکھتے ہیں: آپ نے تاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۶۸۳ھ روز سیدہ کو بعد سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن کے وفات پائی [۵۲۳/۲]

[۱۴] مساکک السالکین میں درج ہے: آپ تاریخ ۹ رمضان المبارک ۶۳۹ھ روز جمعہ کو بعد سلطنت سلطان ناصر الدین کے پیدا ہوئے اور اٹھائی برس کی عمر میں تاریخ ۱۶ رجب المرجب ۶۳۵ھ شب جمعہ کو بعد سلطنت سلطان محمد تغلق شاہ کے فروری بریں کو مدھار سے۔ مزار پر انوار زہمان میں ہے۔ [۵۶۷/۲]

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب سچ ہے اور اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس کتاب کو پڑھے تو اس کا دل پختہ ہوگا اور اس کی جان بچے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب عطا فرمائے۔ آمین

محمد سعید

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب سچ ہے اور اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس کتاب کو پڑھے تو اس کا دل پختہ ہوگا اور اس کی جان بچے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب عطا فرمائے۔ آمین

محمد سعید

سائنس و طبی فصل

منظوم نسب نامہ

حضرت مصطفیٰ نے مولا کے کائنات، حسی حسی سادات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے منظم نسب نامے ساتویں فصل میں تحریر فرمائے ہیں جو الہ آبادی نسخے کے سن ۸۶ سے ۹۸ تک کے حاشیے پر تحریر ہیں لیکن اس کی زیر اس صاف نہیں ہے اور خط مکمل طور سے قابل قراءت [Readable] نہیں ہے، اس لیے وہ شامل کتاب نہیں ہو سکے۔ لکھنؤی نسخے میں چند دوسرے منظم نسب نامے صاف تحریر تھے، انہیں ساتویں فصل کی صورت میں شامل کتاب کرتا ہوں۔ اگر کسی نسخے میں مذکورہ بالا مفصل منظم نسب نامے دستیاب ہو گئے تو آئندہ ایڈیشن میں انہیں شامل کتاب کر لیا جائے گا۔ ۱۱۔ شامل

- ۱- مصطفیٰ و مرتضیٰ و حسین و ابیادار بعد از چار زین العابدین صاحب و تقار ترجمہ: سیدنا مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین شہید کربلا، پھر حضرت امام زین العابدین سجاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے باوقار افراد اس سلسلے میں ہیں۔ خوب یاد رکھو۔
- ۲- پس محمد باقر و پس جعفر صادق، مگر پس علی آمد عریضی، پس محمد باقر ترجمہ: پھر حضرت امام محمد، امام جعفر صادق، حضرت علی عریضی پھر حضرت محمد بھی اس سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ سمجھو۔
- ۳- بعد از علی، پس احمد بن عبد اللہ، آمدہ علوی علی و پس محمد آشکار ترجمہ: ان کے بعد حضرت سیدی، حضرت احمد، حضرت عبد اللہ، حضرت علی

- علوی، حضرت محمد باقر تیب اس سلسلے کے نمایاں بزرگ ہیں۔
- ۴- پس محمد علی پس علی محمد آں فقیر آمدہ علوی علی و پس محمد آشکار ترجمہ: پھر حضرت محمد، حضرت علی، حضرت محمد فقیر، حضرت علی علوی، حضرت محمد کے اسمائے گرامی بھی اس سلسلے میں شامل ہیں۔
- ۵- عبد رحمان بعد از ابو بکر خیر الدین مگر ابن ابو عبد اللہ و پس شیخ کشید تاجدار ترجمہ: حضرت عبد الرحمن، پھر حضرت ابو بکر خیر الدین، پھر ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ، موران طریقت شیخ ہوئے ہیں۔
- ۶- ابن ابو عبد اللہ پس شیخ عبد اللہ و مگر پس محمد عمید روس رحمت انتشار ترجمہ: پھر ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ پھر دوسرے شیخ عبد اللہ پھر حضرت محمد عمید روس جیسے انھوں نے اس سلسلے کی کڑیاں اور فیوض عام کئے ہیں۔
- ۷- یارب از ارواح ایشان فیض بخشے بر حسین از کمال فیض خود دنیا پیش یادگار آشکار ترجمہ: اے پروردگار! ان بزرگوں کی ارواحِ طییبہ کے فضل ناچیز بندے معین الحق پر فیوض و برکات کا نزول فرما اور اپنے کامل فضل سے ہمیشہ نمایاں و ممتاز اور یادگار بنائے رکھ۔

- ۱- محمد و علی و بعد از ان حسین شہید علی و باقر و جعفر امام و روحید ترجمہ: سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین شہید کربلا، حضرت امام علی زین العابدین، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر اس سلسلے کے اولین بزرگ اور اہل قحید کے امام ہیں۔
- ۲- از ان پس آمدہ موی بعد از ابراہیم از ان پس آمدہ موی، پس احمد است جدید ترجمہ: ان کے بعد حضرت موی، پھر حضرت ابراہیم پھر حضرت موی ثانی اور پھر حضرت احمد کے اسمائے گرامی اس سلسلے میں باقر تیب آئے ہیں۔
- ۳- حسین و احمد بعد از محمد و مہدی و مگر حسین و از ان پس علی فضل و حید

- ترجمہ: حضرت حسین، حضرت احمد، پھر حضرت محمد، حضرت مہدی، حضرت حسین ثانی پھر حضرت علی اپنے ممتاز فضل کے ساتھ اس سلسلے میں شامل ہیں۔
- ۴- امام جازم و پس ثابت و دیگر بچی علی و حضرت احمد رفاقی است پدید حضرت امام جازم، حضرت ثابت، حضرت بچی، حضرت علی، حضرت احمد رفاقی بھی اس سلسلے کے کسان ہیں شامل ہیں۔
- ۵- محمد ست ابراہیم و بعد شاہ عمر از ان پس عبد رحیم و علی ست و روحید ترجمہ: حضرت محمد، حضرت ابراہیم، حضرت شاہ عمر، حضرت عبد الرحیم، حضرت علی بھی اس سلسلے کے اہل قحید ہیں۔
- ۶- بزین العابدین و بعد شاہ فضل اللہ بشاہ برجی و از ان پس شریف و تجدید ترجمہ: حضرت زین العابدین، حضرت شاہ فضل اللہ، حضرت شاہ برجی، حضرت شاہ شریف، اس سلسلے کے صاحبان محمد و کرامت بزرگ ہیں۔
- ۷- محمد آمدہ از نسل شان لعون اللہ معین نوشت ہمہ نامہا کہ لائق دید ترجمہ: اللہ کی مشیت کے مطابق ان بزرگوں کی نسل سے حضرت شاہ محمد تولد ہوئے۔ بندہ عاجز زمین حق نے سارے ممتاز اسمائے گرامی تحریر کر دیئے۔

- ۱- محمد و علی و پس حسین شاہ شار علی و باقر و جعفر امام کار گزار ترجمہ: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت مولا کے کائنات علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین، حضرت امام علی زین العابدین، حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق اس سلسلے کے باقر تیب نمایاں بزرگ ہیں۔
- ۲- امام موی کاظم، علی رضا بادش محمد و علی و جعفر و علی پندار ترجمہ: حضرت امام موی کاظم، حضرت امام علی رضا، حضرت محمد، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت علی کو باقر تیب ان کے بعد رجال سلسلہ شمار کیجئے۔

- ۳- از ان پس آمدہ قدوہ میر اسماعیل عقلی، حضرت بارون، حضرت ہزار یاد آر ترجمہ: ان کے بعد ممتاز چیتو حضرت میر اسماعیل، حضرت عقلی، حضرت بارون، حضرت ترزہ کے اسمائے گرامی یاد کیجئے۔
- ۴- امام جعفر و زید ست و قائم، ابراہیم از ان پس آمدہ محمود پس محمد یار ترجمہ: حضرت امام جعفر، حضرت زید، حضرت قائم، حضرت ابراہیم، ان کے بعد حضرت محمود، حضرت محمد کو باقر تیب ان بزرگوں کے رفقائے سلسلہ میں شمار کیجئے۔
- ۵- و مگر محمد و احمد پس ابن او جعفر پس احمد آمد و جلال در ہمد کار ترجمہ: حضرت محمد، حضرت احمد، آپ کے صاحبزادے حضرت جعفر، حضرت احمد، حضرت سید، حضرت جلال اس سلسلے کی ہمہ جہت شخصیات ہیں۔
- ۶- از ان پس آمدہ سید رفیع دین بزرگ بشاہ احمد از ان پس بود مدار قرار ترجمہ: ان کے بعد دینی بزرگ حضرت سید رفیع، حضرت شاہ احمد کی ذات گرامی اس سلسلے کی مرکزی شخصیات تھیں۔
- ۷- ذہل شان بخدا شاہ آمد اسماعیل ہمیشہ باؤفروں عمر او یہ لیل و نهار ترجمہ: بخدا! آپ حضرات کی نسل سے حضرت اسماعیل جلوہ افروزائے بزم کائنات ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں ہمیشہ اضافہ فرمائے۔ آمین!

- نسب نامہ حسن بن سید زین قدس اللہ سرہ العزیز**
- ۱- سید آلکونین مولانا محمد مصطفیٰ پس علی حیدر امام التقی و اولیا ترجمہ: دونوں جہان کے سرور، ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر حضرت علی حیدر، کرامتی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو سارے جہان کے اولیا اور متقیین کے امام ہیں۔
 - ۲- پس حسین و شاہ زین العابدین ثم الوجود پس محمد باقر و جعفر امام رجسما

ترجمہ:- پھر حضرت امام حسین، حضرت شاہ امام زین العابدین ہیں جو کائنات کی بہترین مخلوق ہیں، پھر حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر صادق اس سلسلے میں آتے ہیں جو مسلمانوں کے رہنما ہیں۔

۳- پس علی ذاک العربی علیہ السلام اور برہنہ اولیا علیی شہدہ شمس الخلی ترجمہ:- ان کے بعد حضرت علیؑ پھر آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد ہیں۔ ان کے بعد حضرت سنی آتے ہیں جو آسمان ولایت کے درخشندہ آفتاب ہیں۔

۴- احمد وانش عیید اللہ، محمد بعد ازہ ابن اولوی ومن بعدش علی بدرالدجا ترجمہ:- پھر حضرت احمد، ان کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ، پھر حضرت محمد، ان کے صاحبزادے حضرت طلحہ، ان کے بعد حضرت علی ہیں جو تاریکیوں میں چودھویں کا چاند ہیں۔

۵- پس محمد بعد ازہ وطلوی امام راہ حق عبد رحمان بعد ازہ احمد شہدہ نعم الرقا ترجمہ:- پھر حضرت محمد، ان کے بعد حضرت طلحہ ہیں جو راہ حق کے امام ہیں۔ ان کے بعد حضرت عبد الرحمن، پھر حضرت احمد ہیں جن کا باقی باللہ وجود بڑا خوشگوار تھا۔

۶- شاہ عبداللہ و ابن او محمد پس حسین پس محمد آمدہ عبداللہ بعدش رہنما ترجمہ:- حضرت شاہ عبداللہ، ان کے صاحبزادے حضرت محمد، پھر حضرت حسن، پھر حضرت محمد، حضرت عبداللہ اس سلسلے کے رہنما بن کر تشریف لائے۔

۷- پس محمد بود عبداللہ من بعدش علی ابن ابی طالب اس من بعدش حسن آمدہ بنا ترجمہ:- پھر حضرت محمد، حضرت عبداللہ، ان کے بعد حضرت علی، آپ کے صاحبزادے حضرت زین الدین پھر حضرت حسن اس سلسلے کے مشائخ ہیں۔

۸- پس حسین آمدہ نزل این جماعت یادگار باد فیض بملہ اجدادش بروج و مسا ترجمہ:- پھر حضرت حسین ان پاکیزوں کی جماعت کی نسل سے یادگار بن کر تشریف لائے۔ آپ پر آپ کے مقدس اجداد کے فیوض و برکات ہمہ دم جاری و

ساری رہیں۔

۹- رحمت و غفران یاد اجدادش بودم المقرن تا بود خورشید روشن بر زمین و بر بنا ترجمہ:- آپ کے اجداد کرام کے ساتھ رحمت و غفران کی بہترین رفاقتیں باقی رہیں جب تک زمین و آسمان پر آفتاب کی روشنی باقی رہے۔

نسب نامہ اولاد و اشراف بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱- رسول ہادی و مہدی، امام جن و بشر ہر صلوة و سلام خدا بنام و بحر ترجمہ:- رہنما اور ہدایت یافتہ رسول کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو انسانوں اور جنات کے امام اور پیشوا ہیں، ان پر خدا نے تعالیٰ شام و بحر ہمیشہ درود و سلام کا نزول فرمائے۔

۲- علی ولی ہمد اولیا و شاہ حسین ازاں پس آمدہ عباد و ابن اوست عمر ترجمہ:- سارے اولیائے کرام کے سرور اور حضرت علی مرتضیٰ، شاہ کربلا حضرت امام حسین، ان کے بعد حضرت امام زین العابدین اور ان کے شاہزادے حضرت عمر ای سلسلے کے آباؤے کرام ہیں۔

۳- علی وقاسم و انش محمد صوفی امام قدوہ عالم پس ابن او جعفر ترجمہ:- حضرت علی، حضرت قاسم، حضرت قاسم کے صاحبزادے محمد صوفی جو سارے جہاں کے پیشوا اور امام ہیں، پھر ان کے صاحبزادے حضرت جعفر ہیں اس سلسلے کی تسلسل کڑیاں ہیں۔

۴- ازاں پس آمدہ قیس و درگشاہ اخف ازاں پس آمدہ شاہ علقمہ بہ فیض و گر ترجمہ:- ان کے بعد حضرت قیس، پھر حضرت اخف، پھر ان کے بعد شاہ علقمہ ایک نیا صاحب فیض بن کر آئے۔

۵- بزرگ و ہر زمان بود شاہ سیف الدین پہ چینی وہ میمون وہیں رضی نگر ترجمہ:- اپنے زمانے کے مسلم بزرگ شاہ سیف الدین، حضرت چینی،

حضرت میمون، حضرت رضی اس سلسلے نسب کے بالترتیب آباؤے کرام میں شامل ہیں۔
۶- علی و شاہ مبارک و درگشاہ معروف پہ شمس دین و شاہاب الدین آمدہ اشہر ترجمہ:- حضرت علی، حضرت شاہ مبارک، جو شمس الدین کے لقب سے معروف ہوئے اور حضرت شاہاب الدین جنہوں نے خاص شہرت پائی۔

۷- بٹاہ مولیٰ و رعنا وقاسم و حسن است محمد آمدہ و خدوم احمد است و گر ترجمہ:- حضرت بٹاہ، حضرت رعنا، حضرت قاسم، حضرت حسن، حضرت محمد، حضرت خدوم احمد بھی حضرات اس سلسلے نسب میں شامل ہیں۔

۸- بٹاہ یوسف و احمد بہ لقب خودم بٹاہ زاہد و سید حسن جمیع و گر ترجمہ:- حضرت بٹاہ یوسف، حضرت احمد جو لقب خودم بٹاہ کے لقب سے معروف ہیں، حضرت شاہ زاہد، حضرت سید حسن یہ سبھی نجیب الاصل ہیں۔

۹- بخواں بروج ہمہ فاتحہ و گر اغلاص صلوة مصطفوی بعد ازاں بود بہتر ترجمہ:- ان بھی بزرگوں کے نام سورۃ فاتحہ، سورۃ اغلاص اور درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرو۔

۱۰- مبین پہ نظم خود آورد آل پاک حسین زہر حفظ پس آسان نماید والیر ترجمہ:- مبین اہل حق نے حضرت امام حسین کی آل پاک کو نظم کی صورت اس لئے دیدی کہ مخدوم صورت میں ان اس لئے گرامی کو یاد رکھنا آسان ہوگا۔

نسب نامہ حضرت سید عبدالوہاب قدس اللہ سرہ العزیز

۱- محمد سید آلکونین محبوب خدا وانی علی داد او بودہ بہ امر خاص ربانی ترجمہ:- دونوں جہاں کے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب خدا بناو، حضرت علی مرتضیٰ، حکم ربی پر آپ کے داماد بنے تھے۔

۲- حسین و شاہ زین العابدین بودہ لام ذہین ازاں پس زید و ابن ابیہن نیک تردانی ترجمہ:- حضرت امام حسین شہید کربلا، امام زین العابدین دین کے امام

تھے ان کے بعد حضرت زید شہید اور آپ کے صاحبزادے حضرت حسین کو بھی بہت پرہیزگار سمجھو۔

۳- حسین و پس ہمہ پہل حسین وہیں علی نگر حسین و احمد و بعدش محمد بود نورانی ترجمہ:- حضرت حسین، پھر حضرت محمد، حضرت حسین، حضرت علی، حضرت حسین، حضرت احمد، ان کے بعد حضرت محمد بھی بیکر ہوئے۔

۴- ازاں پس شہ زین العابدین بودہ است مہدی ابی طاہر شمار شاہ طاہر بعد ازہ خوانی ترجمہ:- ان کے بعد حضرت شاہ زین العابدین، حضرت عبداللہ، حضرت ابو طاہر، حضرت شاہ طاہر کو بھی بالترتیب اس سلسلے نسب کی کڑیاں شمار کرو۔

۵- و گر عبداللہ و بوکر عثمان حسین نگر حسین و احمد و بعدش علی آمدہ گودانی ترجمہ:- حضرت عبداللہ، حضرت ابوکر، حضرت عثمان، حضرت حسین، پھر حضرت حسین ثانی، حضرت احمد، یہ حضرات بالترتیب اس سلسلے کے آباؤے کرام ہیں۔

۶- ازاں پس شاہ نجفی بودہ و سید اقی بعدش ازاں پس شاہ لاؤن سید انوار عرفانی ترجمہ:- ان کے بعد حضرت شاہ نجفی، حضرت اقی، حضرت شاہ لاؤن، تھے جو عرفانی انوار سے شہرہ پور رہنے والے سید تھے۔

۷- و گر عبدالملک آمد ازاں پس شاہ نور الدین و گر عبدالوہاب آن قدوہ سادات عدنانی ترجمہ:- حضرت عبدالملک، پھر حضرت شاہ نور الدین، ان کے بعد حضرت عبدالوہاب تشریف لائے جو عدنانی سادات کے پیشوا تھے۔

۸- ازاں پس آمدہ سید محمد یادگار شاہ الہی ذریت شد ہادش نیک روحانی ترجمہ:- ان کے بعد ان کی یادگار بن کر سید محمد تشریف لائے۔ یا اللہ ان کی نسل کو ہمیشہ نیک اطوار رکھا۔

۹- باجدادش ہمیشہ رحمت و غفران حق باوا فلک تا بر زمین قائم بود از امر رحمانی ترجمہ:- آپ کے آباؤ اجداد پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و غفران کا نزول

۳۶۸
 ۱۰- معین اسماء اس سادات کہ درآوردہ باروایش نمایاں التماس نحو و شرفانی
 ترجمہ: معین الحق نے جن سادات کرام کے اسمائے گرامی نظم کئے ہیں،
 ان کی اردو حلیہات سے اپنے حق میں بخشش اور مغفرت کی دعا کا طالب ہے۔

۳۶۹
 ۱۱- معین اسماء اس سادات کہ درآوردہ باروایش نمایاں التماس نحو و شرفانی
 ترجمہ: معین الحق نے جن سادات کرام کے اسمائے گرامی نظم کئے ہیں،
 ان کی اردو حلیہات سے اپنے حق میں بخشش اور مغفرت کی دعا کا طالب ہے۔

کتابیات

Bibliography

- ۱۳ تاریخ مشائخ الہ آباد، محمد نظام الدین بہادر، دارالآباد
 ۱۴ تاریخ ولادت نبوی، رسائل مجلس شریعی، سلطان شیر شاہ پوری، چلی کیشور، بھسرا
 ۱۵ تحفۃ الانساب، میر سید علی ہمدانی
 ۱۶ تذکرۃ الانبیاء، حافظ قاسمی، ہزارق پتھر الہادی، مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی، پاکستان
 ۱۷ ترجمہ کائن اور روایت، بلاکٹر، قریب، تاج پبلشنگ ہاؤس، دہلی
 ۱۸ التزیین والتزیین، ذکی الدین، عبدالمعظم بن عبد القوی، المیزری، ۱۲۵۶ھ [مصطفیٰ الہادی، مصر
 ۱۹ تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیز، محدث دہلوی، ۱۲۳۹ھ [مطبوعہ اہل سنت و اہل
 ۲۰ تفسیر تفسیر، محمد بن عمر بن واقدی، دار الفکر، کتب الاسلامیہ، گوجر
 انوالا، پاکستان
 ۲۱ جامع الاصول، ابن اعدادی، الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابو سعادت مبارک
 بن محمد معروف، بیان الاشیخ جزی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۳ء
 جامع المعارف، حضرت ابو الفتح
 ۲۲ جامع ترمذی، امام ابو نعیم، محمد بن یحییٰ ترمذی، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
 حاجیہ، الصاوی علی الجلائین، شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی، المشہد الحسنی، قم ایران
 حدائق بخشش، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی
 ۲۶ حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم، دار الکتب العربی، بیروت
 ۲۷ حیات اعلیٰ حضرت، ملک العلماء شاہ محمد ظفر الدین قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی
 ۲۸ خاندان مصطفیٰ، علامہ سید محمد سعید الحسن قادری، اسلامک پبلشرز، دہلی
 ۲۹ الدر المنثور، امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی، ۹۱۱ھ [دار احیاء التراث
 العربی، بیروت
 ۳۰ الدر المنثور، شیخ الحدیث، علامہ سعید الحسن محدث الہ آبادی، مبارک
 پوری، پاکستان

۳۷۰
 ۱- ایچ ایل ایم، مولانا صدیق حسن خان، قومی بھوپالی، مطبعہ صدیقی، بھوپال، ۱۳۹۶ھ
 ۲- اخبار الاخبار (اردو) شیخ عبدالحق، محدث دہلوی، ۱۰۵۲ھ [اولیٰ دنیا، دہلی
 ۳- اردو دائرہ معارف اسلام، دانش گاہ، نجف، لاہور
 ۴- اسلامی انسائیکلو پیڈیا، سید محمود، انفیصل پبلیکیشنز، لاہور
 ۵- اسلامی علوم و فنون، ہندوستان میں، سید عبدالحق، رائے بریلی، دارالمصنفین، اعظم
 گز، ۱۹۶۹ء
 ۶- امام احمد رضا اور تصوف، علامہ محمد امجد مصباحی، مجمع الاسلامی، مبارک پور، ۱۳۸۸ھ
 ۷- الانتصار عن اصل الصالح، مولانا شاہ علی انور قلندر، خانقاہ کائنات، قلندریہ،
 کاکری شریف
 ۸- بحر الانساب، سید محمد بن محمد حسینی، بیروت، قادیان، قادیان، ۱۸۳۰
 ۹- بحر خاتمی، وجید الدین اشرف، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی،
 اندراپور، بیروت، قادیان، ۲۵۷
 ۱۰- تاریخ بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، ۲۵۶ھ [دار الفکر، بیروت
 ۱۱- تاریخ تہذیب عرب، سید ظہیر احمد زیدی، بزم قادیان، کاتبی، کاتبی، ۲۰۰۰ء
 ۱۲- تاریخ سلاطین شرقی و صوفیائے جوئیور، سید اقبال احمد، شیراز بہار پبلشنگ ہاؤس،
 جوئیور، ۱۹۸۸ء

قدس سرہ بڑے صاحب جلال و کمال بزرگ گذرے ہیں جو ساتویں صدی کے بزرگ تھے۔ آپ کے خاندان میں ہی پانچویں پشت کے صاحبزادگان میں منبع الانساب کے مصنف آتے ہیں جو آٹھویں صدی کے نصف اخیر کے فاضلین میں آتے ہیں۔ چھ سو سال سے زائد عرصے کا یہ قدیم مخطوطہ نایاب تھا۔ مولانا سید جمال احمد صاحب الہ آبادی بہتیم مدرسہ فیضان مصطفیٰ علی گڑھ نے بڑی کاوش سے یہ مخطوطہ حاصل کیا اور علامہ ڈاکٹر مفتی ساحل شہسرا می (علیگ) نے سید صاحب کی فرمائش پر اس کا اردو ترجمہ کیا اور بہت گرانقدر حواشی کا اضافہ کیا۔ منبع الانساب کا یہ نسخہ ناقص الاخر ہے جس میں حضرات انبیائے کرام، عرب و عجم بالخصوص ہندوپاک میں موجود سادات اور مشاہیر شیوخ کے خانوادے، جد اعلیٰ حضرت شعبان ملت اور ان کے پیرو مرشد حضرت مخدوم منہاج الدین حاجی الحرمین، مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ و سہروردیہ بالخصوص سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت والہانہ اور قدرے مفصل تذکرہ موجود ہے۔

عمدہ کاغذ، شاندار طباعت۔ دیدہ زیب سرورق، صفحات: ۵۰۴۔ قیمت: ۲۰۰ روپے



☆ اور ادا قادریہ: تالیف: علامہ ساحل شہسرا می (علیگ)

سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصنیف کردہ درود ہائے مبارکہ، اوراد کریمہ میں سے اسبوع شریف، اسمائے سبعہ الہیہ، مسبغات عشر، درود مستغاث، درود کبریت احمر، درود اکسیر اعظم، درود بشار الخیرات، چہل کاف شریف کے علاوہ وہ کاف، ختم قادریہ کبیر، ختم قادریہ بدر البند، فاتحہ توشہ شریف، قصیدہ غوثیہ، مناقب غوثیہ رضویہ، صلوة غوثیہ رضویہ، صلوة غوثیہ بطرز کبیر، دعائے غوثیہ، دعائیہ رباعیات، حضور مفتی اعظم، مولانا جمیل الرحمن قادری اور علامہ ساحل شہسرا می کی نظم کردہ مناقب غوثیہ کا یہ مجموعہ جملہ برداران اہل سنت کے ایمانی جذبوں کو توانائی بخشنے کے لئے سلطان شیر شاہ سوری پہلی کیشنر شائع کر رہا ہے۔ اسے خود پڑھیں، احباب کو تحفہ میں پیش کریں، گیارہویں شریف کی محفلوں میں اس کے اجتماعی ورد کو روانہ دیں۔

عمدہ کاغذ، دورنگی طباعت، خوشنما ناسٹل: صفحات: ۲۴۰۔ قیمت:



عطا ہوا۔ بے شک یہی ظاہر فطری ہے۔ اور جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر ہوا اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے۔ [کنز الایمان]

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَلَسَلَّمْنَا إِلَيْكَ الْبُرُوجَ الْعَامِ وَأَصْلَ الْمَكَّةِ الْأَمْشِيَّةِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يُفَوِّضُ لَكَ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا ذُوًّا دَلَالًا
وَمَنْ كُنَّا إِلَيْهِمْ حَافِظِينَ [الانبیاء: ۸۱-۸۲] اور ہم نے سلیمان کے لئے تیز ہوا سحر کر دی کہ
اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم
ہے۔ اور شیطانوں میں سے وہ جو اس کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور
ہم انہیں روکے ہوئے تھے [کنز الایمان] تا کہ آپ کے دائرہ حکم سے باہر نہ ہوں۔

[۲] آپ کے گل کا گھن شفاف آگینے/شیشے کا تھا۔ اس کے نیچے پانی جاری تھا، جس
میں چھایاں تھیں۔ اس کے وسط میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت تھا جس پر آپ جلو
افروز تھے [خرائن العرقان ص ۶۰۸]

[۳] سبائین کے ایک علاقہ کا نام ہے جس کا مرکزی شہر مآرب ہے جو [سین کے
موجودہ دارالحکومت] صنعاء سے تین دن کی مسافت پر ہے۔ مشیب بن عرب بن قحطان
کے بیٹے سبائی اولاد وہاں آباد ہوئی، اس لیے یہ علاقہ سبائی کہلایا۔ [معجم البلدان، یا قوت
حموی ص ۱۸۱/۳، بیروت]

[۴] اس کی پوری تفصیل سورہ نمل پارہ ۱۹ آیت نمبر ۲۰-۳۲ میں ملاحظہ کیجئے۔

[۵] ارشاد باری ہے: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْمَوْتُ
بِحُجْرَتِهِمْ هُمْ نَسُوا مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ [سج: ۱۱۴]
پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا، جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی
دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی۔ پھر جب سلیمان زمین پر آیا، جنوں کی حقیقت کھل گئی
اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے [کنز الایمان]

مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد اس مقام پر رکھی
تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورا ہونے سے

میں حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ کی
وفات شامین پر ظاہر نہ ہوتا کہ عمارت کی تکمیل تک مصروف عمل رہیں۔ اور انہیں جو علم
لہب کا دعویٰ ہے، وہ باطل ہو جائے۔ پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسب عادت
لہاز کے لیے اپنے عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جنات حسب دستور اپنی خدمتوں میں
مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت حیات سے ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا
عصا دراز تک اسی حالت پر رہتا ان کے لیے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہو، کیونکہ وہ بار بار
دیکھتے کہ آپ ایک مہینہ دو دو مہینہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک مشغول عبادت رہتے ہیں اور
آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک
ہمات آپ کی وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ حکم
الہی دیکھنے آپ کا عصا کھلایا اور آپ کا جسم مبارک جو انہی کے سہارے سے قائم تھا،
زمین پر آ رہا، اس وقت جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر
شریف تریسین سال کی ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر شریف میں آپ سر پر آرا سے سلطنت ہوئے
اور پچاس سال تک فرمائی۔ [خرائن العرقان ص ۶۸۵]